اسلامی
عبادات
ایمان
طہارت
نماز
روزہ
زکوۃ
حج
مفتی محمد طارق
استاد حدیث جامعہ فریدیہ اسلام آباد
مکتبہ شیخ الہند
اعظم مارکیٹ، اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی
0333-5375336

اسلامی عبادات

قرآن وسنت کی روشنی میں

ایمان، طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے ضروری احکام جن کا جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے

مفتی محمد طارق

استاذ حدیث جامعہ فریدیہ اسلام آباد

مکتبہ شیخ الہند

اعظم مارکیٹ، اقبال روڈ، کمیٹی چوک راولپنڈی

0333-5375336

نام کتاب : اسلامی عبادات

مصنف : مفتی محمد طارق

ناشر : مکتبہ شیخ الہند
اعظم مارکیٹ، اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی
0333-5375336

تعداد : 1100

ملنے کے پتے

- مکتبہ طیبہ بلیوا یریا اسلام آباد
- مکتبہ فریدیہ ای۔ ۷ اسلام آباد
- مکتبہ سید احمد شہید، اُردو بازار، لاہور
- اسلامی کتب خانہ اُردو بازار لاہور
- قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی
- مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
- مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ
- مکتبہ حقانیہ ملتان
- فاروقی کتب خانہ اکوڑہ خٹک
- کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار، راولپنڈی

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
٥٥	نواقضِ وضو	٦٦
٥٦	وضو کا مسنون طریقہ	٦٨
٥٧	وضو کے بعد آسمان کی طرف دیکھنا	٦٩
٥٨	وضو کے بعد دو رکعت نماز کا ثواب	٦٩
٥٩	معذور کی تعریف اور اس کے احکام	٧١
٦٠	موزوں پر مسح کا بیان	٧٢
٦١	موزوں پر مسح کا طریقہ	٧٢
٦٢	موزوں پر مسح کی ابتداء اور اس کی مدت	٧٣
٦٣	مسح کو توڑنے والی چیزیں	٧٣
٦٤	زخم، پلستر اور پٹی پر مسح کا حکم	٧٤
٦٥	غسل کے احکام	٧٤
٦٦	وضو اور غسل میں مصنوعی دانتوں کا حکم	٧٥
٦٧	مصنوعی اعضاء کا حکم	٧٥
٦٨	مصنوعی بالوں کا حکم	٧٦
٦٩	غسل فرض ہونے کے اسباب	٧٦
٧٠	کن صورتوں میں غسل مسنون ہے	٧٦
٧١	غسل کی سنتیں	٧٧
٧٢	جسم کے غیر ضروری بالوں کا حکم	٧٧
٧٣	غسل کا مسنون طریقہ	٧٨

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

حرف آغاز

دین اسلام کی بنیاد پانچ ارکان یعنی ایمان، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج پر ہے، ان پر ایمان لائے بغیر اسلام کی عمارت قائم نہیں ہوسکتی، چنانچہ قرآن وسنت میں دیگر احکام کی طرح بڑی اہمیت کے ساتھ ان پانچ ارکان کو بھی مختلف انداز سے کہیں مختصراً اور کہیں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اور حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک ارشادات اور عمل سے بھی ان کی خوب وضاحت فرمادی ہے، لیکن چونکہ یہ تمامتر تفصیل عربی زبان میں ہے، اس سے وہ شخص تو براہِ راست فائدہ اٹھا سکتا ہے، جو عربی زبان اور اس کے نشیب وفراز سے آشنا ہو، تعلیم کے ذریعے اس کے حیرت انگیز اسلوب اور حلاوت سے واقف ہو، مگر وہ شخص جو عربی زبان سے نابلد ہے یا وہ جو عربی میں خاطر خواہ مہارت نہیں رکھتا' وہ ان ارکان کے مسائل سے استفادہ نہیں کرسکتا، اس لئے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اردو زبان میں ان مسائل کو عصر حاضر کے اسلوب اور تقاضے کے مطابق عام فہم انداز میں بیان کیا جائے۔

یہ درست ہے کہ اردو زبان میں اس موضوع پر قدیم وجدید بہت سی کتابیں لکھی جاچکی ہیں، ان میں اکثر کتب بلاشبہ مستند اور بے حد مفید ہیں، مگر ان میں سے اکثر کتابوں میں اتنی بات تو ضرور قدر مشترک ہے کہ ان کا اسلوب تحریر اور انداز عام فہم نہیں، اس میں "علمی زبان" کا رنگ اور لب ولہجہ غالب ہے ....، اس وجہ سے ایک عام آدمی ان سے استفادہ نہیں کرسکتا، اور بسا اوقات فائدہ کے بجائے ان سے وہ مزید پیچیدگی اور الجھن کا شکار ہو جاتا ہے، اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک عام مسلمان ساری زندگی ارکان

اسلام کے اہم مسائل سے بھی جاہل رہتا ہے، یہ امت مسلمہ کا بہت بڑا المیہ ہے۔

اس کتاب میں چند چیزوں کا اہتمام کیا گیا ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- ارکانِ اسلام کے ضروری اور اہم مسائل۔

۲- موجودہ عرف ورواج کے مطابق عام فہم انداز۔

۳- عصر حاضر کے جدید مسائل۔

۴- ہر مسئلے کے ساتھ قرآن وسنت یا فقہ کی کسی معتبر کتاب کا حوالہ۔

۵- مسائل کی وضاحت فقہ حنفی کی روشنی میں۔

۶- اختلافی مسائل میں معتدل اور مفتیٰ بہ قول اختیار کیا گیا ہے۔

اس ترتیب کے لحاظ سے یہ کتاب اس موضوع کی دوسری تمام کتابوں سے ممتاز اور نمایاں ہو جاتی ہے، اور اس سے ایک عام شخص بھی بڑی آسانی کے ساتھ استفادہ کر سکتا ہے۔

اس کتاب کے ہر مسئلے کو تحقیقی نظر سے لکھا گیا ہے، تاہم اگر کوئی مسئلہ حقیقت سے ہم آہنگ نہ ہو تو اہل علم سے درخواست ہے کہ ازراہِ کرم اس کی اطلاع کر دیں تاکہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔

میں محترم جناب مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر ادارۂ غفران راولپنڈی) کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس کتاب کا پورا مسودہ تحقیقی اور تنقیدی نگاہ سے دیکھا' اور کچھ اہم اور مفید مشورے بھی دیئے، اللہ تعالیٰ انہیں اس پر جزائے خیر عطا فرمائے، اور دین کی خدمت کے لئے مزید قبول فرمائے۔

آخر میں ان تمام احباب کا اور بالخصوص تخصص کے ساتھیوں کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے میرے ساتھ اس کتاب کے حوالہ جات میں معاونت کی ہے' اللہ تعالیٰ انہیں

جزائے خیر عطا فرمائے ، اور محض اپنے فضل و کرم سے میری اس کاوش کو قبول فرمائے ، اور اسے دنیا و آخرت میں عافیت اور اپنی رضا کا ذریعہ بنائے ، آمین یا رب العٰلمین۔

محمد طارق

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

استاد و مفتی جامعہ فریدیہ اسلام آباد

مدیر جامعہ مریم للبنات F-10/3 اسلام آباد

یکم رمضان ۱۴۲۴ھ ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۳ء

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

بہت ہی خوش نصیب انسان ہیں وہ لوگ جن کے شب و روز دینی خدمات میں صرف ہو رہے ہوں، ان ہی خوش قسمت انسانوں میں ہمارے جامعہ فریدیہ کے قابل قدر استاد حضرت مولانا مفتی محمد طارق صاحب بھی ہیں، جو ماشآ ءاللہ جید عالم ہونے کے ساتھ بڑے قابل مفتی بھی ہیں اور جامعہ فریدیہ کے دار الافتاء میں ایک عرصہ سے بڑے اچھے طریقے سے دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، اس سے قبل بھی کئی کتابیں لکھ چکے ہیں، اب انہوں نے ''اسلامی عبادات'' کے نام سے ایک مفید کتاب ترتیب دی ہے، بندہ نے مختلف مقامات سے کتاب کو دیکھا تو بہت ہی مفید پایا، اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ اس کتاب کو بھی قبولیت عامہ عطا فرمائے اور مولانا کے علم وعمل میں خوب خوب اضافہ فرمائے۔ آمین

محمد عبد العزیز عفا اللہ عنہ

مدیر جامعہ فریدیہ اسلام آباد

وخطیب مرکزی مسجد اسلام آباد

۲۸ شعبان [illegible]ھ

۵ نومبر ۲۰۰۳ء

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کے پانچ اہم شعبوں میں سے ایمان کے بعد عبادات کو اہم مقام حاصل ہے، عبادات کے شعبہ سے متعلق اب تک اردو زبان میں کئی کتب لکھی جا چکی ہیں، لیکن ہر دور کے اعتبار سے چونکہ تنوع اور جدید دور کے تقاضوں کے مطابق کام کی ضرورت ایک مسلمہ اصول ہے، اسی ضرورت کے لئے آسان اور عام فہم انداز میں زیر نظر کتاب ”اسلامی عبادات“ ہمارے مکرم مولانا مفتی محمد طارق صاحب سلمہٗ اللہ نے ترتیب دی ہے، جو اس اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے کہ اس میں زبان عام فہم، سادہ اسلوب اور جدید دور کے اہم مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

بندہ نے اس کے مسودہ کا ملاحظہ کیا اور متعدد مشورے بھی عرض کر دیئے، امید ہے کہ ان مشوروں پر اشاعت سے پہلے غور ہو جائے گا، بوجہ عجلت بندہ مراجعت حوالہ جات سے تو معذور رہا، اللہ تعالیٰ اس کو امت کے لئے نافع اور مؤلف کے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔

والسلام

محمد رضوان

مدیر و مفتی ادارۂ غفران راولپنڈی

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ

بنیادی عقائد

ایمان کی تعریف

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جن باتوں کی خبر دی ہے، ان تمام کی تہ دل سے تصدیق کرنا، اور دوسرے تمام ادیان اور مذاہب سے برأت کا اظہار کرنا ''ایمان'' کہلاتا ہے ۔ اور اس یقین وتصدیق کا زبان سے اظہار واقرار کرنا اور پھر اپنی زندگی ایمانی تقاضوں کے مطابق گذارنے کو''اسلام'' کہا جاتا ہے۔

چھ اہم چیزیں

سب سے اہم چیزیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے وہ چھ ہیں، جو کہ پورے دینِ اسلام کا خلاصہ ہیں، انہیں ''حدیثِ جبریل'' میں بیان کیا گیا ہے، وہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لانا، فرشتوں اور آسمانی کتابوں پر ایمان لانا، آخرت کے دن یعنی قیامت کے قائم ہونے اور تقدیر پر ایمان لانا، ان چھ چیزوں کی ضروری تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے، وہ اپنے وجود اور ذات وصفات میں ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے، تمام خوبیاں اور کمالات اس میں موجود ہیں، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس نے تمام جہانوں کو پیدا کیا، اسے

کسی نے پیدا نہیں کیا، جسے چاہتا ہے اپنے اختیار سے اسے پیدا یا فنا کر دیتا ہے، وہ ہر بات کو اپنی قدرت سے سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے، ہر چھوٹی اور بڑی چیز کا جاننے والا ہے، وہی سب کو رزق دیتا ہے، وہ جس کو چاہے عزت دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، زندگی اور موت اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے، سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، کائنات کے تمام تصرفات اسی کے قبضے میں ہیں، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

(۲) فرشتوں پر ایمان لانا

اس بات پر ایمان لایا جائے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہیں، جو نور سے پیدا کئے گئے ہیں، وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، بلکہ انہیں جو حکم دیا جائے اسے بجالاتے ہیں، یہ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ سوتے ہیں، نہ مرد ہیں، اور نہ ہی عورتیں، ان کی تعداد کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تسبیح میں مصروف رہتے ہیں، اور جس کام پر انہیں لگایا جائے اس میں وہ ایک لمحہ کے لئے بھی کوتاہی نہیں کرتے، مؤمن ہونے کے لئے فرشتوں پر مذکورہ تفصیل کے مطابق ایمان لانا اور ان کے وجود کا قائل ہونا ضروری ہے۔

(۳) آسمانی کتابوں پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مختلف پیغمبروں پر جو مختلف کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ہیں، ان سب کے بارے میں یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ وہ تمام اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے حق اور سچی ہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص ان آسمانی کتابوں پر یا ان میں سے کسی ایک پر ایمان نہ لائے تو وہ مسلمان نہیں، کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس کتاب پر جس وقت عمل کرانا مناسب سمجھا، اسے نازل

فرمادیااور اس پر عمل کرنے کا حکم کردیا، ان آسمانی کتابوں میں چار زیادہ مشہور ہیں، (۱)''توراۃ'' جوحضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی، (۲) ''زبور'' جوحضرت داؤدعلیہ السلام پر نازل کی گئی، (۳) ''انجیل'' جوحضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی، اور (۴) ''قرآن مجید'' جوحضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری کتاب ہے ،اب قیامت تک اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی گذارنا تمام انسانوں پر لازم ہے۔

یوں تو تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے قابل قدر اور محترم ہیں، لیکن قرآن مجید ان تمام سے اس لحاظ سے افضل اور ممتاز ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے، اس میں قیامت تک کوئی تحریف اور ردو بدل نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ آج چودہ سو سال گذرنے کے باوجود قرآن کریم بالکل اسی طرح موجود ہے، جس طرح نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا تھا، اس کے زبر زیر اور پیش تک میں نہ کوئی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ ہوگی، اسی لئے اس کی کسی سورت، آیت اور لفظ بلکہ ایک حرف کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ دوسری آسمانی کتابیں وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی طرف سے تحریف اور ردو بدل کا شکار ہوگئیں، ان کے احکام اور تعلیمات کو انبیاء کے بعد اپنی خواہشات کے مطابق بدل دیا گیا، کیوں کہ ان کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا تھا، یہ تحریف شدہ کتابیں آج بھی موجود ہیں، اہلِ باطل ان کی اشاعت کرتے رہتے ہیں، لیکن یہ کتابیں چونکہ قرآن مجید نازل ہونے کے بعد منسوخ ہوچکی ہیں، اس لئے ان کی پیروی کرنا، اور ان کی تعلیمات کے مطابق زندگی گذارنا ناجائز اور حرام ہے، اب صرف اور صرف قرآن مجید کی پیروی کرنا اور اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی گذارنا تمام انسانوں پر فرض ہے، کیوں کہ قرآن مجید ہی قیامت تک کے انسانوں کے لئے راہ ہدایت، دستور العمل اور مکمل ضابطۂ حیات اور ہر قسم کی تحریف سے محفوظ کتاب ہے۔

(۴) رسولوں پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے بڑی تعداد میں پیغمبر بھیجے ہیں، ان تمام پر ایمان لانا ضروری ہے، یعنی یہ ایمان ہو کہ میں سب کو بغیر کسی تفریق کے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر مانتا ہوں، سب محسن و رہنما تھے، وہ تمام مخلوق سے افضل ہیں، ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہیں، ان کی ذرا سی گستاخی کرنا بھی کفر ہے، مختلف زمانوں میں مختلف پیغمبر تشریف لائے، سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے، اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ ہیں، جو تمام انبیاء کے سردار ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا (۱)۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: **ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین** (لیکن محمد ﷺ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں) لہٰذا جو شخص آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی یا رسول مانے تو وہ اس آیت کے انکار کی وجہ سے کافر ہوگا۔

اب قیامت تک تمام لوگوں پر نبی کریم ﷺ کی اطاعت فرض ہے، آپ نے جو تعلیمات اور احکام بیان فرمائے ہیں، ان کے مطابق زندگی گذارنا ضروری ہے۔

(۵) آخرت پر ایمان لانا

مؤمن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ قیامت واقع ہوگی، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے، اپنے اعمال کا حساب وکتاب دینا ہے، پل صراط، جنت، جہنم اور وہ واقعات جن کا ذکر قرآن اور صحیح احادیث میں خاص قیامت کے دن اور اس کے بعد کے حالات کے سلسلہ میں آیا ہے، ان سب کو حق جاننا اور ماننا ضروری ہے۔

---

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب تشریف لانا ختم نبوت کے خلاف نہیں کیوں کہ وہ بھی بحیثیت امتی ہونے کے تشریف لائیں گے۔

(۶) تقدیر پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ نے کائنات کے وجود و عدم اور اس میں طرح طرح کی تبدیلیوں کے بارے میں جو اندازے مقرر فرمائے ہیں کہ ایسا ایسا ہوگا، اور جو بھی خیر وشر مقرر فرمائی ہے، جو خوشگوار یا ناخوشگوار واقعات پیش آتے ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادے، قدرت اور حکمت سے رونما ہوتے ہیں، اس کے حکم، مشیت اور اذن کے بغیر کائنات کا کوئی ذرہ حرکت نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہے اس لئے کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے ہی اسے تمام حالات اور آئندہ رونما ہونے والے واقعات کا مکمل علم حاصل تھا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں کے بارے میں پیشگی بتادیا کہ وہ جہنم میں جائیں گے یا جنت میں، فلاں نیک بخت ہے اور فلاں بدبخت، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زبردستی بدبخت اور جہنمی بنادیا ہے، جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب تقدیر میں سب کچھ لکھا ہوا ہے اور ہر کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہورہا ہے، تو انسان گویا مجبور ہے، تو پھر اسے برے کاموں کی وجہ سے کوئی سزا نہیں ہونی چاہئے، کیوں کہ اس کی تقدیر میں یوں ہی لکھا جاچکا ہے۔

لوگوں کی یہ بات درست نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہر انسان کو مکمل اختیار دیا ہے، وہ چاہے تو اچھے کام کرے اور چاہے تو برے کام کرے، اب یہ انسان دنیا میں اپنا اختیار کسطرح کے کاموں میں استعمال کرے گا، اس کا چونکہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے بتادیا کہ فلاں شخص کامیاب ہے اور فلاں شخص ناکام ہے، اس کا یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے برے کام یا کفر وشرک پر مجبور کیا

ہے ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم تھا اس علم کی وجہ سے تقدیر میں لکھ دیا نہ یہ کہ لکھنے کی وجہ سے کوئی مجبور ہو گیا۔

دین اسلام کے علاوہ کوئی دین مقبول نہیں

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جو شخص آپ کے بعد کوئی نبی مانے، وہ کافر ہے، خواہ وہ کیسا ہی اسلام کا دعویٰ کرے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے جب سے نبی بنا کر بھیجا ہے اس وقت سے تمام جن وانس پر اسلام قبول کرنا فرض ہو گیا ہے، اسلام کے علاوہ کسی مذہب اور شریعت کو قبول کرنا جائز نہیں ہے، آپ کی نبوت کے بعد سابقہ تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں، اب لوگوں کی نجات کا راستہ صرف یہ ہے کہ وہ اسلام قبول کریں، آپ ﷺ پر ایمان لائیں، اور آپ کے لائے ہوئے دین کے مطابق زندگی گذاریں۔

اس وقت دنیا میں جتنے غیر مسلم ہیں خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی، ہندو ہوں یا بدھ مذہب، کمیونسٹ ہوں یا دہریے اور آغاخانی وغیرہ، ان سب کی نجات کا راستہ یہ ہے کہ وہ اسلام قبول کرلیں، کیوں کہ اسلام کے مقابلہ میں جتنے دین، مذہب، اور افکار دنیا میں رائج ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نظر میں باطل، گمراہ، ذلت ورسوائی اور آخرت میں ہمیشہ کے لئے جہنم میں جانیکا ذریعہ ہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص اسلام قبول کئے بغیر دنیا سے چلا جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے دوزخی ہوگا، اس کی کبھی نجات نہ ہوگی۔

کفر کی تعریف

وہ چیزیں جن کی تصدیق اور اقرار ایمان کے لئے ضروری ہے، جنہیں ''ضروریات دین'' کہا جاتا ہے، ان میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کردینا کفر ہے، جیسے

کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کردے، یا کسی پیغمبر کو نہ مانے، تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

شرک کا مفہوم

اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات یا عبادت میں کسی دوسرے کو شریک کرنا ''شرک'' کہلاتا ہے، جیسے ہندو بہت سے خدا مانتے ہیں، عیسائی حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو بھی خدا مانتے ہیں،

''صفات'' میں شریک کرنے کا معنی یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفتِ کمال کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا جیسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پیر نبی یا ولی وغیرہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اولاد دے سکتا ہے، یا بارش برسا سکتا ہے یا فلاں بیماری دور کرسکتا ہے۔

''عبادت'' میں شریک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو بھی عبادت کے لائق سمجھنا جیسے کسی قبر یا پیر وغیرہ کو عبادت کے طور پر سجدہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے نام کی منت ماننا، یا کسی نبی یا ولی وغیرہ کے نام کا روزہ رکھنا وغیرہ۔ (۱)

---

(۱) مشکاۃ (۱:۳،۱۳)

تعلیم العقائد (ص:۱۷......۲۵)

آپ کے مسائل اور ان کا حل (۱:۱۷)

طہارت

طہارت : لغت میں "پاک ہونے" کو کہتے ہیں۔

اور شریعت میں ہر قسم کی گندگی اور ناپاکی سے پاکی حاصل کرنے کو طہارت کہا جاتا ہے۔

طہارت و پاکیزگی اسلامی تعلیمات کا ایک اہم شعبہ ہے، جس کا دائرہ صرف نماز اور عبادات تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں اور شب و روز کی ہر نقل و حرکت میں اس کے اہتمام کا حکم دیا گیا ہے، تا کہ انسان کا جسم، اس کا لباس، اس کی نشست اور رہائش گاہ اور اس کی ہر چیز پاک اور صاف ستھری رہے، اس سے خود اس کی طبیعت بھی خوش وخرم اور ہشاش بشاش رہے گی، اور کسی انسان کو اس سے تکلیف بھی نہیں پہنچے گی۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنا محبوب قرار دیا ہے جو طہارت و پاکیزگی کا پورا پورا اہتمام کرتے ہیں، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ (۱)

"اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو خوب پاک وصاف رہتے ہیں"

(۲) اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ (۲)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو بہت زیادہ توبہ کرتے ہیں، اور ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اچھی طرح پاک صاف رہتے ہیں"

---

(۱) (توبہ، آیت نمبر ۱۰۸) (۲) (البقرہ، آیت نمبر ۲۲۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طہارت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی بہت زیادہ تاکید فرماتے، اور مختلف انداز سے انہیں ترغیب بھی دیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے:

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَان (۱) پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔

اور فرمایا: **لَاتُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْر** (۲) پاکی کے بغیر کوئی نماز مقبول نہیں۔

یوں تو اسلام میں ہر وقت پاک وصاف رہنے کا حکم ہے، مگر نماز کے صحیح ہونے کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں، ان میں سب سے اہم اور بنیادی چیز "طہارت" ہے، اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی، اس لئے سب سے پہلے "پاکی اور ناپاکی" سے متعلق وہ ضروری مسائل ذکر کئے جاتے ہیں، جن کا جاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

چند فقہی اصطلاحات

فقہ میں بعض خاص الفاظ بار بار استعمال ہوتے ہیں، اور ان کے کچھ مخصوص اور معین معنی ہوتے ہیں، ان کو "فقہی اصطلاحات" کہا جاتا ہے، فقہ کے مسائل جاننے کے لئے ان اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے، اس لئے ہر باب کے شروع میں اس کی مناسبت سے وہ اصطلاحات ذکر کی جائیں گی، چند اصطلاحات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) فرض: جو حکم قرآن وحدیث دونوں سے، یا صرف قرآن سے، یا بہت سی حدیثوں سے ثابت ہو، اور اس کی دلیل اور ثبوت میں کوئی شبہ نہ ہو تو اسے فرض کہا جاتا ہے۔

اس فرض پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہوتا ہے، اس کا منکر کافر اور بغیر

---

(۱) صحیح مسلم (۱: ۱۱۸) (۲) جامع ترمذی (۱: ۵)

عذر کے چھوڑنے والا بہت بڑا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ (۱)

اس فرض کی دو قسمیں ہیں : ۱۔ فرض عین ۲۔ فرض کفایہ

۲)۔ فرض عین : وہ فرض ہوتا ہے جس کا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے، اور جو نہ کرے وہ سخت گنہگار اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے جیسے پانچ اوقات کی نمازیں اور رمضان کے روزے وغیرہ۔

۳)۔ فرضِ کفایہ : وہ فرض ہوتا ہے جس کا کرنا ہر مسلمان پر انفرادی طور پر لازم نہیں ہے بلکہ اجتماعی حیثیت سے تمام مسلمانوں پر لازم ہے، اور اگر بقدر ضرورت کچھ لوگ بھی ادا کرلیں تو سب کی طرف سے ادائیگی معتبر ہو جاتی ہے، اور اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب ہی گنہگار ہوتے ہیں جیسے نماز جنازہ اور میت کی تدفین وغیرہ (۲)۔

۴)۔ واجب : ہر وہ کام جس کا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے، اور بغیر عذر کے چھوڑنے والا سخت گنہگار اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے، اور یہ عمل کے لحاظ سے فرض کی طرح ہے، یعنی جس طرح فرض کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے، اسی طرح واجب کی ادائیگی بھی ضروری ہے، جیسے نمازِ وتر۔

۵)۔ سنت مؤکدہ : وہ فعل جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ نے ہمیشہ کیا ہو یا کرنے کے لئے فرمایا ہو، اور بغیر عذر کے کبھی نہ چھوڑا ہو، جیسے فجر کی دو سنتیں، ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو سنتیں، مغرب اور عشاء کے بعد دو دو سنتیں وغیرہ (۳)۔

سنت مؤکدہ کو بغیر عذر کے چھوڑنا یا اسے چھوڑنے کی عادت بنانے والا

---

(۱) ردالمحتار (۹۴:۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ (۵۱:۱) (۲) قواعد الفقہ (ص : ۴۱۰)

(۳) ردالمحتار (۹۵:۱) ، الفقہ الاسلامی وادلتہ (۵۲:۱)

شخص گنہگار اور قابل ملامت ہے، ہاں اگر شرعی عذر کی وجہ سے کبھی چھوٹ جائے تو گناہ نہیں۔

۶)۔ **سنت غیر مؤکدہ:** وہ فعل جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ نے کیا ہو، اور بغیر عذر کے کبھی چھوڑ بھی دیا ہو، اس کا کرنا اجر وثواب کا ذریعہ ہے، اور نہ کرنے میں کوئی عذاب نہیں، اس کو "سنت زائدہ" بھی کہتے ہیں، جیسے عصر سے پہلے یا عشاء سے پہلے چار سنتیں، وغیرہ (۱)۔

۷)۔ **مستحب:** وہ فعل جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار کیا ہو، اکثر نہ کیا ہو، یا اس کام کو کیا تو نہ ہو لیکن اس کی ترغیب دی ہو، یا وہ امر جس کو قابل اعتماد بزرگانِ دین اور فقہاء کرام نے پسند کیا ہو، اور وہ ان سے ثابت بھی ہو اس کو کرنے میں اجر وثواب ہے، اور نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، اس کو نفل بھی کہتے ہیں۔(۲)

۸)۔ **حرام:** وہ کام جس سے بچنے اور پرہیز کرنے کی قرآن وحدیث میں سخت تاکید کی گئی ہو، اور اس میں کوئی شبہ نہ ہو، جو شخص کسی عذر کے بغیر حرام کا ارتکاب کر لے تو وہ گنہگار اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے، اور جو شخص حرام کو حلال سمجھے وہ کافر ہے، مثلاً سود اور شراب وغیرہ۔

۹)۔ **مکروہ:** ہر وہ کام یا کلام جو اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ ہو۔(۳)

پھر اس کی دو قسمیں ہیں:

۱)۔ مکروہ تحریمی ۲)۔ مکروہ تنزیہی۔

---

(۱) قواعد الفقہ ص/۵۳۹ (۲) الدر المختار (۱:۱۲۴)

(۳) الفقہ الاسلامی وادلتہ (۱:۵۳)

۱۰)۔مکروہ تحریمی :ہر وہ فعل جس سے بچنا ہر مسلمان پر ضروری ہے، جو کسی عذر کے بغیر اسے کرلے وہ سخت گنہگار ہوتا ہے، اس سے بچنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح حرام سے بچنا ضروری ہوتا ہے، البتہ اس کا منکر کافر نہیں ہے، بہت بڑا فاسق اور گنہگار ہے۔

۱۱)۔مکروہ تنزیہی : وہ فعل جس سے بچنے میں ثواب ہے، لیکن جو نہ بچے اس پر کوئی گناہ اور عذاب بھی نہیں۔

۱۲)۔مباح :ہر وہ جائز کام جس کے کرنے میں کوئی ثواب نہیں، اور نہ کرنے میں کوئی عذاب نہیں۔ (۱)

نجاست کا بیان

''نجاست'' ناپاکی اور گندگی کو کہتے ہیں، اور یہ طہارت کی ضد ہے، طہارت کے احکام سمجھنے کے لئے چونکہ نجاست کے مسائل کا معلوم ہونا ضروری ہے، اس لئے پہلے نجاست کے احکام بیان کئے جارہے ہیں۔

نجاست کی دو قسمیں ہیں : ۱: نجاست حکمی ۲: نجاست حقیقی

نجاست حکمی اور اس کی اقسام

نجاست حکمی:اس گندگی کو کہتے ہیں جس کا ناپاک ہونا آدمی کو نظر نہیں آتا بلکہ شریعت سے معلوم ہوا ہے، یعنی شریعت نے اس پر ناپاک ہونے کا حکم لگایا ہے، جیسے بے وضو ہونا، یا غسل کی حاجت ہونا۔

---

(۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ (۱:۵۲) ، قواعد الفقہ (ص:۵۰۳)

نجاست حکمی کی پھر دو قسمیں ہیں :

۱: حدث اصغر ۲: حدث اکبر

حدث اصغر : وہ ہلکی ناپاکی ہے جو پیشاب، پاخانہ کرنے، ہوا نکلنے، جسم کے کسی حصے سے خون یا پیپ بہنے، منہ بھر کر قے ہونے، یا ٹیک لگا کر سو جانے سے پیدا ہوتی ہے (۱)۔

حدث اصغر کے بعض احکام

۱)...... حدث اصغر یعنی بے وضو ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا، یا سجدہ کرنا، یا نماز جنازہ پڑھنا ناجائز اور حرام ہے۔

۲)...... قرآن مجید کو طہارت کے بغیر ہاتھ لگانا مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح قرآن پاک کی جلد یا اس کپڑے کو چھونا بھی مکروہ تحریمی ہے، جو جلد کے ساتھ سی دیا گیا ہو یا سی کر جلد کو پہنا دیا گیا ہو۔

۳)...... بیت اللہ کا طواف بھی حدث اصغر میں جائز نہیں ہے۔

۴)...... قرآن پاک اگر جزدان یا رومال وغیرہ یعنی الگ کپڑے میں لپٹا ہوا ہو، تو اس کا چھونا جائز ہے۔

۵)...... حدث اصغر سے پاک ہونے کا طریقہ "وضو" ہے، اور اگر پانی میسر نہ ہو تو "تیمم" کے ذریعہ بھی حدث اصغر سے پاکی حاصل ہو سکتی ہے۔

حدث اکبر : اس بڑی ناپاکی کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے، جیسے منی یعنی بالغ مرد یا عورت کے ناپاک پانی کا شہوت سے نکلنا یا حیض یعنی عورت کی

---

(۱) فتاوی ہندیہ (۱:۱۰)

ماہواری کا خون بند ہو جانا، یا نفاس یعنی بچے کی پیدائش کے بعد عورت (زچہ) کا خون بند ہو جانا۔

حدث اکبر کے بعض احکام

حدث اکبر یعنی غسل فرض ہونے کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا، بیت اللہ کا طواف کرنا، قرآن مجید کی تلاوت کرنا حرام ہے، اور وہ سارے کام بھی ناجائز ہیں، جو حدث اصغر یعنی بے وضو ہونے کی حالت میں ممنوع ہو جاتے ہیں، البتہ حدث اکبر میں قرآن کریم کی ان آیات کا پڑھنا جائز ہوتا ہے، جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح ہو، یا وہ آیات جن میں دعائیں اور اذکار ہوں، اسی طرح قرآن مجید کے علاوہ دوسرے اذکار اور دعائیں پڑھنا بھی جائز ہے (۱)۔

نجاست حقیقی اور اس کی اقسام

نجاست حقیقی :اس محسوس ہونے والی گندگی کو کہتے ہیں، جس سے ہر انسان طبعی طور پر نفرت کرتا ہے، اور اپنے جسم ولباس اور دوسری چیزوں کو اس سے بچاتا ہے، اور جس سے شریعت نے بھی بچنے کا حکم دیا ہے جیسے پیشاب، پاخانہ وغیرہ۔

نجاست حقیقی کی دو قسمیں ہیں :(۱)...... نجاست غلیظہ (۲)...... نجاست خفیفہ۔

نجاست غلیظہ

وہ شدید قسم کی محسوس ہونے والی گندگی، جس کی نجاست اور ناپاکی میں قطعاً (یقیناً) کوئی شبہہ نہیں ہے، جس سے ہر شخص طبعی طور پر بچتا ہے، اور شریعت کی

---

(۱) فتاوی ہندیہ (۱ : ۳۸)

دلیلوں سے بھی اس کی ناپاکی صاف طور پر ثابت ہے، چند چیزیں مثال کے طور پر ذکر کی جاتی ہیں، جو نجاست غلیظہ ہیں:

۱)...... انسان کا پیشاب اور پاخانہ۔

۲)...... گھوڑے اور گدھے کی لید، کتے بلی کا پاخانہ، گائے، بیل، بھینس کا گوبر، اور درندوں کا پاخانہ۔

۳)...... خون چاہے انسان کا ہو یا کسی جانور کا۔

۴)...... خنزیر، اس کی ہر چیز نجاست غلیظہ ہے، حتا کہ ہڈی اور بال بھی، خنزیر خواہ زندہ ہو یا مردہ ہو، اور اس کی کھال بھی کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی۔

۵)...... زخموں سے جو پیپ، خون اور رطوبت یعنی تری نکلتی ہے۔

۶)...... شراب اور دوسری نشہ آور چیزیں جو سیّال (بہنے والی) ہوں۔

۷)...... مرغی، بطخ اور مرغابی کی بیٹ (۱)۔

نجاست غلیظہ کے بعض مسائل

۱)...... جب نجاست غلیظہ میں سے کوئی چیز بدن یا کپڑے یا کسی اور چیز پر لگ جائے تو اسے پاک پانی سے دھونا چاہئے، البتہ اس میں اتنی گنجائش ہے کہ اگر نجاست غلیظہ میں سے پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن پر لگ جائے جیسے پیشاب تو اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ اس کا پھیلاؤ کتنا ہے؟ اگر اس کا پھیلاؤ ہتھیلی کی گہرائی کے برابر یا اس سے کم ہے تو معاف ہے، اس کو دھوئے بغیر اگر اتفاقاً نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی، لیکن وقت ملنے کے باوجود اسے نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ ہے، اور اگر اس نجاست کا

---

(۱) الجوہرۃ النیرہ (۱:۴۴) عالمگیری (۱:۴۶) مراقی الفلاح (ص:۸۲)

پھیلاؤ اس سے زیادہ ہے تو وہ معاف نہیں ہے، اس کو دھونا ضروری ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی (۱) ۔

۲)......اگر نجاست غلیظہ میں سے گاڑھی چیز لگ جائے جیسے پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ تو اس میں یہ اندازہ کرلیا جائے کہ اس کا وزن کتنا ہوگا، اگر اس کا وزن ساڑھے چار ماشے (۴-۱/۴ گرام) کے برابر یا اس سے کم ہے، تو اسے دھوئے بغیر بھی نماز درست ہوجائے گی، اور اگر اس وزن سے زیادہ لگ جائے تو اسے دھوئے بغیر نماز درست نہیں ہے۔

۳)......اگر ٹھہرے ہوئے تھوڑے پانی میں نجاست غلیظہ گر جائے تو وہ سارا پانی ناپاک ہوجائے گا۔

۴)......کھانے کی چیزوں میں اگر تھوڑی سی بھی نجاست غلیظہ گر جائے تو وہ ناپاک ہوجاتا ہے، اسے کھانا جائز نہیں ہے (۲) ۔

نجاست خفیفہ

نجاست خفیفہ : وہ محسوس نجاست جس کی ناپاکی ہلکی قسم کی ہے، اور شریعت کی بعض دلیلوں سے اس کے پاک ہونے کا بھی شبہ ہوتا ہے، اس لئے اسلام میں اس کا حکم بھی کچھ نرم ہے جیسے حلال جانوروں کا پیشاب، اور حرام پرندوں کی بیٹ جیسے چیل، کوا اور باز وغیرہ (۳) ۔

نجاست خفیفہ کے بعض مسائل

اگر نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو جس حصے میں لگی ہے اگر اس

---

(۱) (الجوہرۃ النیرہ ص :۴۵/ج :۱ (۲) عالمگیری (۱ : ۴۶) (۳) الجوہرہ (۱ : ۴۵)

کے چوتھائی حصے سے کم ہے تو اسے دھوئے بغیر نماز ہو جائے گی، اور اگر پورے چوتھائی حصے یا اس سے زیادہ لگ جائے، تو وہ معاف نہیں ہے، اس کا دھونا ضروری ہے، مثلاً اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو، اگر کلی میں لگی ہے تو اگر اس کی چوتھائی سے کم ہے، تو اس کے ہوتے ہوئے نماز درست ہے، اسی طرح اگر ہاتھ پر لگی ہے تو اگر چوتھائی ہاتھ سے کم میں لگی ہو تو وہ معاف ہے، ایسے ہی اگر ٹانگ پر لگ جائے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تو وہ بھی معاف ہے، معاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسی حالت میں نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی، دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں لیکن اس نجاست کو دور کرنا اور اس چیز کو پاک کرنا بہر حال ضروری ہے۔

پاکی اور ناپاکی کے چند مختلف مسائل

۱)......مرغی، بطخ اور مرغابی کے علاوہ باقی تمام حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے، مثلاً کبوتر، چڑیا اور مینا وغیرہ۔

۲)......مچھلی کا خون پاک ہے۔

۳)......مکھی، کھٹمل، اور مچھر کا خون بھی پاک ہے۔

۴)......حلال جانوروں کو اسلامی طریقہ کے مطابق ذبح کرنے کے بعد جب اس کا خون بہہ کر نکل جاتا ہے، تو بوٹیوں میں تھوڑا بہت جو خون لگا رہ جاتا ہے وہ بھی پاک ہے۔

۵)......اگر کپڑے، بدن یا اور کسی چیز پر کوئی نجاست لگ جائے، لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کونسی جگہ پر لگی ہے، تو خوب غور وفکر کے بعد جو جگہ سمجھ میں آجائے، اسے پاک کرلیا جائے، اور اگر غور وفکر کے باوجود کوئی جگہ متعین نہ ہو سکے تو پھر اس پوری چیز کو دھونا ضروری ہے۔

۶)... بارش کی وجہ سے راستہ میں ٹھہرا ہوا پانی، یا کیچڑ اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے، اور ان میں ناپاکی کا کوئی اثر نہ ہو تو وہ پاک ہیں، انہیں دھوئے بغیر بھی نماز ہو جائے گی، ہاں اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو جائے تو وہ ناپاک ہو جائیں گے، پھر انہیں پاک کرنا ضروری ہے۔

۷)...... اگر نجاست ایسی چیز پر لگ جائے جسے نچوڑا نہ جا سکتا ہو، مثلاً لحاف، بڑا کمبل اور قالین وغیرہ، تو ان کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں ایک دفعہ اچھی طرح دھو کر کسی اونچی جگہ رکھ دیا جائے، جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے، پھر دھوئے، پھر جب پانی ٹپکنا ختم ہو جائے، پھر دھوئے، اسی طرح تین بار کیا جائے تو وہ چیز پاک ہو جائے گی۔

۸)...... جوتے اور چمڑے کے موزوں پر اگر جسم والی گاڑھی نجاست لگ کر خشک ہو جائے جیسے گوبر، پاخانہ اور خون وغیرہ، تو انہیں زمین پر خوب رگڑ دیا جائے یا کھرچ دیا جائے تو وہ چیزیں پاک ہو جائیں گی، بشرطیکہ نجاست کا اثر ختم ہو جائے، لیکن اگر جسم دار نجاست لگ کر خشک نہ ہو، گیلی ہو اور اندازہ یہ ہے کہ اسے اگر زمین پر رگڑ دیا جائے یا کھرچ دیا جائے تو نجاست کا اثر ختم ہو جائے گا، تو اس طرح کرنے سے بھی وہ چیز پاک ہو جائے گی، اور اگر پیشاب کی طرح پتلی اور بہنے والی نجاست لگ جائے، تو پھر اسے دھونا ضروری ہوگا، اس کے بغیر وہ پاک نہیں ہوگی (۱)۔

۹)...... نزلہ اور زکام کی وجہ سے جو پانی ناک سے بہتا ہے وہ ناپاک نہیں، کیوں کہ یہ کسی زخم سے نہیں نکلتا اور نہ زخم سے گزر کر آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا (۲)۔

---

(۱) مراقی الفلاح (ص: ۸۳) بدائع (۱: ۱۹۴) البحر (۱: ۲۲۰) در مختار (۱: ۳۲۴-۳۳۲)

(۲) امداد الاحکام (۱: ۳۵۱)

دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑوں کا حکم

دھوبی جو کپڑے دھوتا ہے، شرعاً اس سے وہ کپڑے پاک ہوجاتے ہیں، بشرطیکہ وہ پاک پانی سے کپڑوں کو دھوتا ہو، اور پھر انہیں خوب نچوڑتا ہو۔

ڈرائی کلینرز کے دھلے ہوئے کپڑوں کا حکم

گرم کپڑے دھونے کی جو دکانیں اور فیکٹریاں ہیں جنہیں ڈرائی کلینرز کہتے ہیں، ان میں خاص قسم کی مشینیں ہوتی ہیں، جن میں پٹرول کی قسم کا ایک خاص سیال مادہ ڈالا جاتا ہے، جو ان کپڑوں کو دھوتا ہے، وہ مادہ ایک دفعہ نیا ڈال کر بار بار اس کو صاف کر کے دوبارہ استعمال کیا جاتا ہے، ایک دو دفعہ کے بعد نیا ڈالا جاتا ہے، اس دوران دسیوں مرتبہ اس مشین میں کپڑے ڈالے جاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ آیا اس طرح دھلے ہوئے کپڑے پاک ہوں گے یا ناپاک؟ ان مشینوں کو پانی سے کبھی بھی دھویا نہیں جاتا، جبکہ ان میں پاک ناپاک ہر قسم کے کپڑے بیک وقت ڈالکر دھوئے جاتے ہیں، تو ان کپڑوں کا کیا حکم ہے؟

اگر اس بات کا یقین یا گمان غالب ہو کہ ان مشینوں میں پاک ناپاک ہر قسم کے کپڑے ڈالے گئے ہیں تو پھر یہ دھلے ہوئے کپڑے پاک نہیں ہوں گے، کیوں کہ ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کی شرط یہ ہے کہ تین مرتبہ پانی میں ڈالا جائے اور ہر مرتبہ خوب نچوڑا جائے، ڈرائی کلینرز کی دکانوں میں چونکہ اس پر عمل نہیں ہوتا، اس لئے وہاں کے دھلے ہوئے کپڑے پاک نہیں ہیں، بلکہ انہیں اپنے طور پر پاک کرنا ضروری ہوگا۔

اور اگر ناپاک کپڑوں کے ڈالنے کا گمان غالب نہ ہو، محض وہم، شک اور تردد ہو

تو اس کا حکم یہ ہے کہ جس حالت میں کپڑا دیا تھا اسی حالت پر برقرار رہے گا، یعنی اگر پاک کپڑا دیا تھا تو پاک رہے گا، اور اگر ناپاک دیا تھا تو ناپاک رہے گا (۱)۔

پانی کے مسائل

اسلام نے اس بات کو ضروری قرار دیا ہے کہ طہارت پاک پانی سے حاصل کی جائے، مثلاً بارش کا پانی، چشمہ، نہر، دریا اور سمندر کا پانی، پگھلی ہوئی برف اور اولوں کا پانی، بڑے تالاب اور حوض کا پانی، ان پانیوں سے وضو، غسل اور طہارت حاصل کرنا جائز ہے چاہے پانی میٹھا ہو یا کھاری ہو۔

پانی کے اوصاف

پانی کے تین اوصاف ہیں: (۱) رنگ (۲) بو (۳) ذائقہ۔

یہ اوصاف ہر پاک پانی میں پائے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر پانی میں کوئی نجاست گر جائے، جس سے پانی کا کوئی ایک وصف بھی تبدیل ہو جائے تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا، پھر اس سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں ہوگا، لیکن اگر پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے، جس سے اس کا صرف ایک یا دو وصف تبدیل ہو جائیں مثلاً صابن یا زعفران وغیرہ مل جائے تو اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔

ہاں جب پاک چیز کے ملنے سے تینوں وصف تبدیل ہو جائیں اور پانی گاڑھا ہو جائے تو پھر اس سے طہارت حاصل کرنا درست نہیں ہے (۲)۔

---

(۱) آپ کے مسائل (۲: ۸۶)

(۲) رد المختار (۱: ۱۸۷) الجوہرۃ النیرۃ (۱: ۱۴)

پانی کی اقسام

پانی کی دو قسمیں ہیں :

۱)...... **ماءِ جاری** : وہ پانی جو بہنے والا ہے مثلاً سمندر، دریا اور چشمہ وغیرہ کا پانی۔

اس پانی سے ہر قسم کی طہارت حاصل کی جا سکتی ہے، اس میں اگر نجاست گر جائے ،تو یہ اس وقت تک ناپاک نہیں ہوگا، جب تک کہ اس کے رنگ یا ذائقہ یا بو میں فرق نہ آجائے ،اور جب ان تین اوصاف میں سے کوئی ایک وصف بھی تبدیل ہو جائے تو پھر یہ پانی ناپاک ہو جائے گا ،اس سے وضو اور غسل درست نہیں ہوگا، البتہ جب اس ناپاک پانی کے ساتھ پاک پانی اسقدر مل جائے کہ نجاست کا اثر ختم ہو جائے تو پھر وہ پاک ہو جاتا ہے، اس سے طہارت حاصل کرنا پھر جائز ہو جاتا ہے۔

۲)...... **ماءِ راکد** : وہ پانی جو ایک جگہ ٹھہرا ہوا ہو جیسے تالاب وغیرہ کا پانی۔

اس ٹھہرے ہوئے پانی کی پھر دو قسمیں ہیں :

۱)...... **ماءِ راکد کثیر** : وہ ٹھہرا ہوا پانی جو مقدار میں اتنا زیادہ ہو کہ اگر اس کی ایک طرف کوئی نجاست گر جائے تو دوسری طرف نجاست کا اثر یعنی رنگ یا بو یا ذائقہ محسوس نہ ہو۔

اس کو حضرات فقہاء کرام بڑے حوض سے تعبیر کرتے ہیں، جو کم از کم دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو، اور اتنا گہرا ہو کہ اگر چلّو سے پانی لیا جائے تو زمین نظر نہ آئے ، گویا اس حوض کا کل رقبہ یعنی لمبائی اور چوڑائی کا حاصل ضرب سو ہاتھ ہے جو = ۲۲۵ فٹ ہے اور ۹ء ۲۰ میٹر کے برابر ہے، ایسے حوض اور تالاب کو دہ دردہ (۱۰×۱۰) کہا جاتا ہے۔(۱)

---

(۱) احسن الفتاویٰ (۲:۴۵)

اگر اس میں ایسی نجاست گر جائے جو گرنے کے بعد دکھائی نہ دے جیسے پیشاب، شراب وغیرہ تو چاروں طرف سے وضو کرنا درست ہے، جدھر سے چاہے وضو کر سکتا ہے، اور اگر ایسی نجاست گرے جو نظر آتی ہے جیسے مردار چڑیا وغیرہ تو اس جانب کو چھوڑ کر باقی جس طرف سے بھی چاہے، وضو کر سکتا ہے، ہاں اگر اتنے بڑے حوض میں اتنی زیادہ نجاست گر جائے کہ پانی کا رنگ یا بو یا ذائقہ تبدیل ہو جائے تو پھر یہ حوض ناپاک ہو جائے گا۔

۲)...... **ماءِ راکد قلیل** : یہ وہ ٹھہرا ہوا تھوڑا پانی ہے کہ جس کی ایک جانب نجاست گر جائے تو دوسری جانب اس کا اثر یعنی رنگ، بو یا ذائقہ محسوس ہوتا ہے۔

اس قسم کے پانی میں جب کوئی نجاست گر جائے تو وہ تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے، مثلاً ایک ڈرم پانی سے بھرا ہو، اس میں کوئی ناپاک چیز گر جائے تو وہ سارا پانی ناپاک ہو جائے گا (۱)۔

کون سے پانی سے وضو جائز نہیں

مندرجہ ذیل پانی سے وضو اور غسل جائز نہیں :

۱)...... کسی پھل کا نکالا ہوا پانی جیسے مینگو جوس وغیرہ یا درخت اور پتوں کا نچوڑا ہوا پانی جیسے عرق گلاب اور تربوز وغیرہ کا پانی یا شوربا۔

۲)...... وہ پانی جس کا رنگ، بو یا ذائقہ کسی پاک چیز کے مل جانے کی وجہ سے بدل گیا ہو اور پانی گاڑھا ہو گیا ہو جیسے پانی میں اتنا زیادہ صابن یا سرف یا کوئی شربت ملا دیا جائے کہ وہ گاڑھا ہو جائے۔

---

(۱) فتاویٰ ہندیہ (۱ : ۱۸) درمختار (۱: ۱۸۷-۱۹۳)

۳)...... ٹھہرا ہوا وہ تھوڑا پانی جس میں کوئی ناپاک چیز گر گئی ہو، یا وہ جانور جس میں بہنے والا خون ہوتا ہے جیسے چڑیا یا مرغی وغیرہ، اس پانی میں گر کر مر گیا ہو۔

۴)...... ماءِ مستعمل یعنی وہ پانی جو وضو اور غسل میں استعمال کیا گیا ہو۔

۵)...... وہ پانی جو حرام جانوروں کا جھوٹا ہو، مثلاً کتے، خنزیر اور شکاری جانور کا جھوٹا پانی۔

۶)...... ہر وہ پانی جسے عرف عام اور بول چال میں پانی نہ کہا جائے جیسے مشروبات وغیرہ (۱)۔

دستی نلکے کی طہارت

دستی نلکے (ہینڈ پائپ) میں اگر نجاست گر جائے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے، اسے پاک کرنے کے دو طریقے ہیں:

۱): نجاست گرنے کے وقت جتنا اس میں پانی ہو، اس کو نکال دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے، اور اگر اس کے نیچے پانی جمع رہتا ہو تو اندازے سے جب وہ بھی نکل جائے تب وہ پاک ہوگا، بہتر یہ ہے کہ تین بار اس کا سارا پانی نکالا جائے۔

اس میں اگر ایسی چیز گر جائے جس پر نجاست لگی ہوئی ہو مثلاً ناپاک لکڑی، کپڑا وغیرہ، اسے نکالنے کی کوشش کی جائے، لیکن اگر وہ نہ نکالی جا سکے تو پانی نکالنے کے بعد اس کا نکالنا معاف ہے (۲)۔

۲): دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نلکے کے اوپر سے اتنا پانی ڈالا جائے کہ پائپ بھر کر اوپر سے بہنے لگے، اس صورت میں یہ پانی جاری ہونے کی وجہ سے پاک ہو جائے گا (۳)۔

---

(۱) عالمگیری (۱ : ۲۱) قاضیخان (۱ : ۹) البحر (۱ :۷۴-۹۰)

(۲) امداد الفتاوی (۱ :۳۰ و ۳۱) والدر المختار (۱ : ۲۱۲)

(۳) احسن الفتاوی (۲ : ۵۱) رد المحتار (۱ :۱۹۶)

بلدیہ کے نلکے

میونسپل کمیٹی کے نلکے (پائپ) جن میں ٹنکی سے پانی آتا ہے، اگر ان میں کسی جگہ نجاست گر جائے یا ان کا پائپ راستہ میں کہیں سے پھٹ جائے، پھر یہ پانی کسی ناپاک جگہ سے گذر کر پائپ میں آئے یا پائپ لائن پھٹنے کی وجہ سے اس میں ناپاک پانی داخل ہوجائے، تو یہ جاری پانی کے حکم میں ہونے کی وجہ سے پاک ہے، اس سے طہارت حاصل کرنا درست ہے، جب تک کہ اس پانی کا رنگ، بو یا ذائقہ تبدیل نہ ہوجائے (۱)۔

ٹنکی اور چھوٹے حوض کو پاک کرنے کا طریقہ

آجکل گھروں میں عموماً دو ٹنکیاں ہوتی ہیں، ایک زمین دوز اور دوسری چھت پر، یہ اگر ناپاک ہوجائیں تو انہیں پاک کرنے کے تین طریقے ہیں:

۱)...... اگر زمین دوز ٹنکی یا چھت والی ٹنکی میں نجاست ایسی حالت میں گری ہے کہ اس کا پانی دونوں طرف سے جاری ہو، مثلاً سرکاری پانی زمین دوز ٹنکی میں آرہا ہے، اور زمین دوز ٹنکی کا پانی موٹر سے اوپر والی ٹنکی میں یا کسی اور جگہ ڈالا جارہا ہے، یا چھت کی ٹنکی میں ایک طرف موٹر سے پانی چڑھایا جارہا ہے، اور دوسری طرف پائپ کے ذریعہ غسل خانہ وغیرہ میں پانی نکالا جارہا ہے، اس صورت میں یہ ٹنکیاں ناپاک نہیں ہوں گی، کیوں کہ یہ جاری پانی کے حکم میں ہیں، اس پانی سے طہارت حاصل کرنا درست ہے جب تک کہ اس کے رنگ، بو یا ذائقہ میں فرق نہ آجائے۔

اور اگر ٹنکی کا پانی دونوں طرف سے جاری نہ ہو بلکہ دونوں طرف یا ایک طرف سے بند ہو تو پھر یہ ٹنکیاں نجاست گرنے سے ناپاک ہوجائیں گی۔

---

(۱) (الدر المختار (۱: ۱۸۷) نماز کی کتاب (ص: ۳۶)

اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر جسم دار نجاست اس میں گری ہے، تو سب سے پہلے ٹنکی سے اسے نکالا جائے، پھر اس ٹنکی کو دونوں طرف سے جاری کر دیا جائے یعنی ایک طرف سے پانی اس میں ڈالا جائے اور دوسری طرف سے نکالا جائے، اور اتنا پانی ضرور نکالا جائے جتنا نجاست گرنے کے وقت اس ٹنکی میں موجود تھا، اس طرح کرنے سے ٹنکی اور اس کے تمام پائپ پاک ہو جائیں گے (۱) ۔

۲)...... ٹنکی کو پاک کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ زمین دوز ٹنکی میں اتنا پانی ڈالا جائے کہ وہ ٹنکی بالکل بھر جائے، جب ٹنکی بھر کر اوپر سے بہنے لگے تو پانی جاری ہونے کی وجہ سے وہ پاک ہو جائے گی، چھت والی ٹنکی اس طرح پاک کی جائے کہ موٹر کے ذریعے اس ٹنکی کو اس حد تک بھرا جائے کہ اوپر کے پائپ سے پانی جاری ہو جائے، تو یہ جاری پانی ہونے کی وجہ سے پاک ہو جائے گی، جبکہ نجاست کا اثر ختم ہو جائے (۲) ۔

۳)...... تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ٹنکی سے نجاست نکال کر اس کا تمام پانی نکال دیا جائے (۳)۔

انسان اور جانور کا جھوٹا

۱)-- انسان کا جھوٹا پاک ہے، چاہے مسلم کا ہو یا غیر مسلم کا، دیندار کا ہو یا بدکار کا، پاک آدمی کا ہو یا ناپاک کا، مرد کا ہو یا عورت کا، ہاں اگر کوئی ناپاک چیز مثلاً شراب یا خنزیر کا گوشت وغیرہ کھانے پینے کے فوراً بعد پانی پی لے تو پھر اس کا جھوٹا ناپاک ہوگا۔

۲)-- حلال جانور گائے، بیل، بھینس اور ہرن وغیرہ، اور حلال پرندے جیسے فاختہ، طوطا، مینا اور چڑیا وغیرہ، ان سب کا جھوٹا پاک ہے، اور گھوڑے کا جھوٹا بھی پاک ہے۔

---

(۱) احسن الفتاویٰ (۲ : ۴۹) الدر المختار (۱ :۱۹۰ و ۱۹۶) آلات جدیدہ (ص:۱۸۳)

(۲) احسن الفتاویٰ (۲ : ۴۹) الدر المختار (۱ : ۱۹۶) (۳) الدر المختار (۱ :۲۱۲)

۳)--حرام جانور کتا، خنزیر، شیر، بھیڑیا، گیدڑ اور ہر وہ جانور جو چیر پھاڑ کرتا ہے، ان سب کا جھوٹا ناپاک ہے۔

۴)--حرام جانور جو بالعموم گھروں میں آتے جاتے رہتے ہیں جیسے بلی اور چوہا، اور حرام پرندے جیسے باز، شکرا وغیرہ، یا وہ حلال پرندے جو آزادی کے ساتھ پھرتے اور کھاتے ہیں، اور جس چیز میں چاہتے ہیں منہ ڈال دیتے ہیں مثلاً بطخ اور آزاد مرغی وغیرہ، ان سب کا جھوٹا پانی مکروہ ہے، لیکن اگر ان کے منہ کے ساتھ نجاست لگی ہوئی ہو تو پھر وہ ناپاک ہو جائے گا، بشرطیکہ وہ پانی تھوڑا ہو۔

۵)--ہر انسان کا پسینہ پاک ہے، اور جن جانوروں کا جھوٹا پاک ہے ان کا پسینہ بھی پاک ہے، اور جن کا جھوٹا ناپاک ہے ان کا پسینہ بھی ناپاک ہے، اور جن کا جھوٹا مکروہ ہے، ان کا پسینہ بھی مکروہ ہے، البتہ گدھے اور خچر کا پسینہ پاک ہے(۱) ۔

کنویں کے احکام

۱)...... کنویں میں جب کوئی نجاست گر جائے خواہ وہ غلیظہ ہو یا خفیفہ، یا کوئی جانور گر کر مر جائے یا انسان گر کر مر جائے، تو وہ کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

۲)...... کنویں میں کبوتر، چڑیا یا چیل وغیرہ کی بیٹ گر جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا، البتہ مرغ، بطخ، مرغابی کی بیٹ سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے۔

۳)...... کبوتر، بلی، مرغی یا اتنا ہی بڑا کوئی جانور کنویں میں گر کر مر جائے، لیکن پھولے پھٹے نہیں تو چالیس ڈول پانی نکالنا ضروری ہے، اور اس سے زیادہ نکالنا بہتر ہے۔

اور اگر چوہا، چڑیا، یا اتنا ہی بڑا کوئی جانور کنویں میں گر کر مر جائے تو بیس ڈول

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار (۱: ۲۲۲-۲۲۸) فتاویٰ قاضیخان (۱: ۱۰)

پانی نکالنا ضروری ہے، اور اس سے زیادہ نکالنا بہتر ہے۔

۴)...... کنویں میں تھوڑا سا گوبر، لید، یا اونٹ اور بکری کی ایک دو مینگنیاں گر جائیں تو اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا، اتنی مقدار معاف ہے، کیوں کہ اس سے بچنا ناممکن ہے، ہاں اگر زیادہ گر جائیں، تو پھر کنواں ناپاک ہو جائے گا(۱)۔

کنواں پاک کرنے کا طریقہ

جب پورا کنواں ناپاک ہو جائے تو سب سے پہلے اس نجاست کو یا اس ناپاک چیز کو نکال دیا جائے، جس کی وجہ سے کنواں ناپاک ہوا ہے، پھر اس کا تمام پانی موٹر، یا ٹیوب ویل یا دستی نلکے یا ڈول سے نکال دیا جائے، تمام پانی نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنا پانی نکالا جائے کہ اب ڈول ڈالا جائے تو بھر نہ سکے۔

لیکن اگر کنواں اتنا بڑا ہو کہ اس کا پورا پانی نہ نکالا جا سکتا ہو، یا اس میں اتنی تیزی سے پانی آتا ہو کہ جتنا نکالا جائے، اتنا ہی پھر بھر جاتا ہو، تو ایسی صورت میں کنویں کے پانی کا اندازہ کر لینا چاہئے کہ اس میں کتنا پانی ہے، اسی اندازے کے مطابق اسکا پانی نکال دینا چاہئے، یہ اندازہ کسی دیندار اور تجربہ کار مسلمان سے کرانا چاہئے، اور اگر صحیح اندازہ نہ لگایا جا سکے تو پھر اس کنویں سے تین سو ڈول پانی نکال دینا چاہئے، یہ ڈول درمیانے قسم کا ہو، جس سے عام طور پر لوگ پانی نکالتے ہوں، جو نہ بہت بڑا ہو، نہ بہت چھوٹا، اس طرح پانی نکالنے سے کنواں، ڈول اور رسی سب پاک ہو جائیں گے (۲)۔

کیا پیشاب فلٹر کرنے سے پاک ہو جاتا ہے

فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی شئ کی حقیقت تبدیل کر دی جائے تو شرعاً اس کے

---

(۱) ہدایہ (۱ : ۴۱) البدائع (۱: ۱۹۷) (۲) قاضیخان (۱ : ۶)

احکام بھی بدل جاتے ہیں، اور اگر محض اس چیز کے بعض اجزاء کسی طرح الگ کر لئے جائیں، تو اس کی وجہ سے اس کے احکام نہیں بدلتے، مثلاً پائخانہ جلا کر راکھ بنا دیا جائے، تو اب وہ راکھ پاک شمار ہوگی، شراب میں نمک ڈال کر سرکہ بنا دیا جائے تو اس کی حرمت اور ناپاکی ختم ہو جاتی ہے، لیکن اگر کسی مخصوص طریقہ سے اس کے بعض اجزاء نکال لئے جائیں جس کی وجہ سے بدبو ختم ہو جائے تو اس کے باوجود وہ ناپاک رہے گا، اور پیشاب فلٹر کرنے سے چونکہ اس کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی بلکہ صرف اس کے بدبودار اجزاء نکال لئے جاتے ہیں، اس لئے پیشاب فلٹر کرنے کے بعد بھی ناپاک ہی رہے گا، اسے پینا یا وضو وغسل وغیرہ کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہوگا، اور اگر کسی کپڑے یا جسم کے کسی حصے کو لگ جائے تو وہ ناپاک ہو جائیں گے (۱)۔

استنجاء کا بیان

استنجاء کی تعریف : پیشاب پاخانے سے فارغ ہونے کے بعد جسم کے ان مخصوص حصوں کے پاک کرنے کو استنجاء کہا جاتا ہے۔

استنجاء کا حکم : ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے استنجاء کرنا سنت مؤکدہ ہے، لیکن اگر ناپاکی ''مخصوص جگہ'' سے کم از کم ایک درہم کی بقدر اِدھر اُدھر تجاوز کر جائے، تو پھر ناپاکی دور کرنا یعنی استنجاء کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

استنجاء کس چیز سے جائز ہے اور کس سے ناجائز

ہر وہ پاک چیز جو نجاست کو صاف کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، اس سے استنجاء

---

(۱) جدید فقہی مسائل (ص : ۳۹)

کرنا جائز ہے، جیسے مٹی کا ڈھیلا، پتھر، ریت، بے قیمت کپڑا، ٹائیلٹ پیپر اور پانی۔

اور ہر وہ چیز جو انسانی جسم کے لئے نقصان دہ ہو، یا وہ کھائی جانے والی چیزوں میں سے ہو، یا وہ خود ہی ناپاک ہو، یا وہ محترم ہو، یا وہ بہت قیمتی ہو، اس طرح کی چیزوں سے استنجاء کرنا درست نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ہڈی، لید، گوبر، کوئلہ، پتے، طعام، دایاں ہاتھ، پکی اینٹ، قیمتی کپڑے اور کاغذ سے استنجاء کرنا صحیح نہیں ہے(۱) ۔

بیت الخلاء جانے اور اس سے نکلنے کی دعاء

جب انسان قضاء حاجت کے لئے جائے تو اگر میدان میں ہو تو بیٹھنے سے پہلے، اور بیت الخلاء ہو تو اس کے اندر داخل ہونے سے پہلے یہ دعاء پڑھے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (۲) ۔

اے اللہ ! بیشک میں خبیث جنوں اور خبیث جنیوں (گندگیوں اور گندے لوگوں) سے آپ کی پناہ لیتا ہوں۔

اور پھر بیت الخلاء داخل ہونے کے لئے پہلے بایاں قدم رکھے اور پھر دایاں قدم، اور جب ضرورت سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو پہلے دایاں قدم اور پھر بایاں قدم رکھے اور یہ دعا پڑھے :

غُفْرَانَکَ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ (۳) ۔

اے اللہ! میں آپ سے بخشش چاہتا ہوں، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، جس نے مجھ سے تکلیف دہ (گندگی) چیز کو دور کیا اور مجھے عافیت عطا فرمائی۔

---

(۱) عالمگیری (۱ : ۵۰) مراقی الفلاح (ص : ۲۸) (۲) ترمذی (۱ :۷)
(۳) معارف السنن (۱ :۸۳)

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا

کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، لیکن اگر شدید مجبوری ہوکہ آدمی بیٹھ کر پیشاب کرنے پر قادر ہی نہ ہو یا وہ ایسی جگہ میں ہے کہ وہاں سارے بیت الخلاء اس طرح بنے ہوئے ہوں کہ جہاں آدمی کھڑے ہوکر پیشاب کرنے پر مجبور ہوتا ہے جیسے عموماً اسٹیشن، ائرپورٹ، ہوائی جہاز اور بعض ہوٹلوں میں ایسا ہی ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں پیشاب کی چھینٹوں اور گندگی سے بچتے ہوئے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی گنجائش ہے، شدید مجبوری کے بغیر کھڑے ہوکر پیشاب کرنا درست نہیں ہے، شرعاً یہ مکروہ ہے، لہذا اگر کسی نے پتلون یا چست اور تنگ شلوار پہنی ہوئی ہو، تو اسے بھی قضاء حاجت کھڑے ہوکر نہیں بلکہ بیٹھ کر ہی کرنی چاہئے (۱)۔

استنجاء سے عاجز کا حکم

طہارت حاصل کرنے کے لئے استنجاء ضروری ہے، یہ معاف نہیں ہوتا، البتہ اگر کسی کے دونوں ہاتھ شل ہوں، یا ایک ہاتھ شل ہو مگر کوئی دوسرا پانی ڈالنے والا نہیں، اور قریب میں کوئی جاری پانی بھی نہیں، جس میں بیٹھ کر صحیح ہاتھ سے استنجاء کیا جا سکے، اور عورت کا شوہر اور مرد کی بیوی بھی نہیں کہ وہ استنجاء کرائے، تو ان حالات میں استنجاء معاف ہوجاتا ہے (۲)۔

وضو کے فرائض

وضو میں چار چیزیں فرض ہیں، جن کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے، اور درحقیقت انہی چار چیزوں کا نام وضو ہے، اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی چھوٹ جائے یا

---

(۱) ابن ماجہ (ص : ۲٦) (۲) احسن الفتاویٰ (۲ : ۱۰۸)

اسے صحیح طریقے سے ادا نہ کیا جائے تو وضو نہ ہوگا، ان کی تفصیل یہ ہے :

۱)...... پورے چہرے کو ایک بار دھونا، پورے چہرے سے مراد ہے پیشانی کے بالوں کی جڑ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک۔

۲)...... دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت ایک بار دھونا۔

۳)...... چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

۴)...... دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا (۱)۔

وضو میں ڈاڑھی، مونچھ اور ابرو کا حکم

اگر ڈاڑھی اتنی ہلکی اور پتلی ہو کہ اس میں سے چہرے کی کھال نظر آتی ہو تو اس صورت میں کھال تک پانی پہنچانا ضروری ہے ورنہ نہیں، اور ڈاڑھی کے وہ بال جو چہرے کی حد کے اندر ہیں، ان کا دھونا فرض ہے، اور جو نیچے لٹک رہے ہیں، ان کا دھونا بہتر ہے، ضروری نہیں، بلکہ ان کا خلال کرنا مسنون ہے، اور خلال کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں چلو بھر پانی لے کر ٹھوڑی اور اس کی دائیں بائیں دونوں جانب کے نیچے تک پہونچایا جائے، پھر دائیں ہاتھ کی پشت گردن کی طرف کر کے انگلیاں بالوں میں ڈال کر نیچے سے اوپر کی طرف ایک بار کی جائیں، یوں پوری ڈاڑھی کا خلال کیا جائے۔

یہی حکم مونچھ اور ابرو کا ہے اگر یہ اتنی پتلی ہیں کہ ان کے نیچے سے کھال نظر آتی ہے تب تو ان کی کھال تک پانی پہونچانا ضروری ہے، اور اگر یہ اتنی گھنی اور گنجان ہیں کہ نیچے سے کھال نظر نہیں آتی تو پھر صرف اوپر سے بالوں کا دھونا ضروری ہے، کھال تک پانی

---

(۱) سورۂ مائدہ آیت نمبر ٦

پہونچانا ایسی صورت میں ضروری نہیں ہے(۱) ۔

ناخن پالش کا وضو اور غسل پر اثر

وضو میں جن اعضاء کا دھونا ضروری ہے، ان میں اگر سوئی کے برابر جگہ بھی خشک رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا، اور ناخن بھی جسم کا ایک عضو ہے جسے وضو اور غسل کرتے وقت دھونا ضروری ہے، اب اگر ناخنوں پر زیب وزینت کی خاطر بغیر کسی ''ضرورت'' کے ناخن پالش یا ایسی کوئی اور ٹھوس چیز لگائی جائے جس کی تہہ جم جاتی ہے اور جو پانی کو جسم تک پہونچنے سے رکاوٹ بنتی ہے، تو اس کی وجہ سے اس عورت کا وضو اور غسل درست نہیں ہوگا، اس پر لازم ہے کہ وہ پہلے اسے صاف کرے اور پھر وضو یا غسل کرے (۲)۔

آب زمزم سے طہارت حاصل کرنے کا حکم

جو شخص باوضو اور پاک ہو وہ اگر محض برکت کے لئے آب زمزم سے وضو یا غسل کرے تو یہ جائز ہے، اسی طرح کسی پاک کپڑے کو برکت کے لئے زمزم سے بھگونا بھی درست ہے، لیکن جو شخص بے وضو ہو، اس کا زمزم سے وضو کرنا یا کسی ناپاک آدمی کا اس سے غسل کرنا مکروہ ہے، البتہ جب دوسرا کوئی پانی موجود نہ ہو تو ضرورت کی وجہ سے آبِ زمزم سے وضو کرنا تو جائز ہے، مگر ناپاک آدمی کا غسلِ فرض کرنا بہر حال مکروہ ہے، اسی طرح اگر بدن یا کپڑے پر ناپاکی لگی ہوئی ہو تو اس کو آبِ زمزم سے دھونا بھی مکروہ ہے، بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک حرام ہے، آب زمزم سے استنجاء کرنے کا بھی یہی حکم ہے (۳)۔

---

(۱) فتاویٰ تاتارخانیہ (۱ : ۱۰۹) حاشیہ طحطاوی (ص : ۳۹)، احسن الفتاویٰ (۲ : ۱۶) فتاویٰ ہندیہ (۱ : ۴) (۲) جدید فقہی مسائل (ص: ۲۳) فتاویٰ ہندیہ (۱ :۴)

(۳) الدر المختار (۱: ۱۸۰) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲: ۲۹)

جس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں وہ وضو کیسے کرے

جس شخص کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں، اسے چاہئے کہ طہارت حاصل کرنے کے لئے وضو کے اعضاء پر پانی بہالے، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو تیمّم کرے، اور اگر ہاتھوں پر زخم ہوں یا پورے بازو کٹے ہوئے ہوں، اور چہرہ پر کسی طرح پانی بہانے کی قدرت بھی نہ ہو تو چہرے کو زمین یا دیوار وغیرہ سے تیمّم کی نیت سے مل لے، اگر چہرے پر زخم وغیرہ کی وجہ سے اس پر بھی قادر نہ ہو تو طہارت کے بغیر ہی نماز پڑھتا رہے (۱)۔

وضو کی سنتیں

وضو میں مندرجہ ذیل چیزیں مسنون ہیں:

۱)......طہارت حاصل کرنے کی نیت اور ارادہ کرنا۔

۲)......بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر وضو شروع کرنا۔

۳)......دونوں ہاتھ کلائی تک دھونا۔

۴)......تین بار کلی کرنا۔

۵)......مسواک کرنا۔

۶)......ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالنا۔

۷)......ڈاڑھی، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔

۸)......پورے سر اور کانوں کا مسح کرنا۔

۹)......ہر عضو کو تین بار دھونا۔

۱۰)......لگاتار وضو کرنا یعنی ایک عضو دھونے کے بعد فوراً دوسرا عضو دھونا۔

---

(۱) فتاویٰ ھندیہ (۱ : ۵) احسن الفتاویٰ (۲: ۱۷)

۱۱)......ترتیب سے وضو کرنا (۱) ۔

وضو کے مستحبات

۱)...... پاک وصاف اور اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔

۲)......وضو کرتے وقت قبلہ رُخ ہو کر بیٹھنا۔

۳)......وضو کرنے میں دوسروں سے مدد نہ لینا۔

۴)......اعضاء کے دھونے میں پہلے دایاں پھر بایاں عضو دھونا (۲) ۔

وضو کی مسنون دعائیں

جب وضو شروع کیا جائے تو اس وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔

وضو کے دوران یہ دعاء مانگی جائے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ ، وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ ، وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ (۳) ۔

اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے، اور میری رہائش گاہ میں میرے لئے کشادگی پیدا فرمادے، اور میری روزی میں برکت عطا فرمادے۔

وضو کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین دعائیں ثابت ہیں :

۱)......وضو سے فراغت کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ دعا پڑھے :

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، لَا شَرِیْکَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

---

(۱) الدر المختار (۱ : ۱۰۲) بدائع الصنائع (۱ : ۱۰۱) الجوہرۃ النیرہ (۱: ۵)

(۲) الدر المختار (۱ : ۱۲۳) (۳) عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (ص :۲۰)

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۲)...... **اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔**

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں، اور ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ پاک وصاف رہنے والے ہیں۔

ان دواذکار کی فضیلت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: تم میں سے جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر یہ دواذکار یعنی اشهد ان لا الـه ...... اور اللهم اجعلنی ...... الخ پڑھے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، یہ ان میں سے جس میں چاہے، داخل ہو جائے۔ (۱)

۳)...... **سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ**. (۱)

اے اللہ! میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور تیری ہی تعریف کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر تو ہی اکیلا معبود ہے، میں تجھ سے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

اس ذکر کی فضیلت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وضو کر کے یہ دعا پڑھتا ہے تو اس کی یہ دعا ایک کاغذ پر لکھ کر ایک صندوق میں رکھ دی جاتی ہے، پھر اس صندوق کو قیامت

---

(۱) الترمذی (۱ : ۱۸) مسلم مع شرح نووی (۱ :۱۲۲ ، ۱۲۳)، عمل الیوم واللیلة للنسائی (ص : ٦۹)

تک نہیں کھولا جائے گا (پھر قیامت کے دن کھولا جائے گا اور ان شاء اللہ اس کی وجہ سے اس کی بخشش کردی جائے گی)(۱)

وضو کے مکروہات

وضو میں مندرجہ ذیل چیزیں مکروہ ہیں، جن سے بچنا چاہیئے :

۱)......ناپاک جگہ پر وضو کرنا۔

۲)......دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

۳)......وضو کے دوران بلاوجہ ادھر ادھر کی باتیں کرنا۔

۴)......سنت کے خلاف وضو کرنا۔

۵)......چہرے پر زور سے پانی پھینکنا، یا دوسرے اعضاء پر زور زور سے پانی مار کر چھینٹیں اڑانا۔

۶)......ضرورت سے زیادہ یا کم پانی صَرف کرنا (۲)۔

نواقض وضو

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے انہیں ''نواقض وضو'' کہتے ہیں، ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

۱)......پیشاب، پاخانہ کرنا۔

۲)......ریح (ہوا) خارج ہونا۔

۳)......پیشاب یا پاخانے کے مقام سے کسی اور چیز کا خارج ہونا، مثلاً خون، کیڑا اور

---

(۱) عمل الیوم واللیلۃ (ص: ٦٨) (۲) طحطاوی علی المراقی (ص: ۴۵) عالمگیری (۱ : ۹) الدرالمختار مع الرد (۱ : ۱۳۱ و ۱۳۲)

سنگریزہ وغیرہ۔

۴)......بدن کے کسی حصے سے خون یا پیپ کا نکل کر بہہ جانا، اور رگ والے انجکشن (وریدی انجکشن) میں چونکہ خون نکلتا ہے، اس لئے اس سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے۔

۵)......بلغم کے علاوہ خون، پیپ، کھانے یا پانی کی منہ بھرتے ہوجانا، اگر تھوڑی تھوڑی قے کئی بار ہو اور وہ بھی اندازے سے منہ بھرتے کے برابر ہوجائے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے، البتہ بلغم کی قے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۶)......تھوک میں خون کا رنگ غالب ہونا، بعض اوقات وضو کرتے وقت مسوڑوں سے خون نکلنے لگتا ہے، اگر خون ذرا سا ہو پھر تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر اتنا زیادہ خون نکلتا ہو کہ اس کا رنگ تھوک پر غالب آجائے تو پھر اس سے وضوٹوٹ جائے گا، لہٰذا جب تک خون بند نہ ہو، وضو نہیں کرنا چاہئے۔

۷)......جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

۸)......لیٹ کر یا سہارا لگا کر سو جانا۔

۹)......بیماری یا کسی اور وجہ سے بے ہوش ہوجانا۔

۱۰)......مجنون ہوجانا یعنی ہوش و حواس کا درست نہ رہنا۔

۱۱)......نماز جنازہ کے علاوہ کسی اور نماز میں بالغ آدمی کا قہقہہ لگا کر ہنسنا، اگر نماز جنازہ میں قہقہہ لگایا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

۱۲)......کسی نشہ آور چیز کے کھانے یا پینے سے اتنا نشہ ہوجائے کہ اس سے چلا ہی نہ جاسکے اور قدم ڈگمگانے لگیں تو اس سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے(۱)۔

---

(۱) الدرالمختار(۱ :۱۳۴) طحطاوی علی المراقی (ص : ۴۸) بدائع (۱ :۱۱۸ تا۱۴۱)

فتاویٰ ھندیہ(۱ : ۱۲)

وضو کا مسنون طریقہ

جب انسان وضو کرنا چاہے تو دل میں یہ نیت کرے کہ میں وضو کرتا ہوں، پھر کسی اونچی جگہ قبلہ کی طرف رُخ کر کے بیٹھے، اور مسنون دعا یعنی بسم اللہ...... پڑھ کر دونوں ہاتھ تین مرتبہ کلائی تک دھوئے، پھر داہنے ہاتھ میں پانی لے کر تین مرتبہ کلی کرے، اور مسواک بھی کرے، مسواک موجود نہ ہو، تو شہادت کی انگلی اچھی طرح دانتوں پر مل کر دانت صاف کر لے، روزہ سے نہ ہو تو تین مرتبہ غرارہ کر کے اچھی طرح حلق تک پانی پہنچائے، پھر تین بار ناک میں پانی ڈال کر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے اسے خوب صاف کرے، اور ہر مرتبہ نیا پانی لے، پھر دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر تین مرتبہ چہرہ دھوئے، چہرہ دھونے کا مطلب یہ ہے کہ پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک جتنا حصہ ہے، وہ سب تین بار دھوئے، اگر ڈاڑھی گھنی ہو تو جو بال چہرے کی حد کے اندر ہیں، انہیں لازمی طور پر دھوئے، اور جو بال چہرے کی حد سے بڑھے ہوئے ہوں، ان کا خلال کرے، اور اگر ہلکی ڈاڑھی ہو، جس میں کھال نظر آتی ہو تو اس کے نیچے تک ضرور پانی پہونچائے۔

پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت تین بار دھوئے، پہلے دایاں ہاتھ پھر بایاں ہاتھ دھوئے، اگر ہاتھ میں انگوٹھی ہو یا عورتوں کے ہاتھ میں چوڑی ہو تو اسے ہلانا چاہئے تاکہ اس کے نیچے تک پانی پہونچ جائے، اس کے ساتھ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال کر خلال کرے، پھر دونوں ہاتھوں کو پانی سے تر کر کے سر اور کانوں کا مسح کرے۔

مسح کا طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھا اور شہادت کی انگلیاں الگ رکھ کر، باقی تین تین انگلیاں ملا کر انگلیوں کا اندرونی حصہ پیشانی کی طرف سے پیچھے گدی تک لے جائے، پھر

گدی سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں واپس پیشانی تک لائے، پھر شہادت کی انگلی سے کان کے اندرونی حصے کا اور انگوٹھے سے بیرونی حصہ کا مسح کرے، اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے، پورے گلے کا مسح نہ کرے، کیوں کہ پورے گلے کا مسح کرنا بدعت ہے۔

مسح کرنے کے بعد دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے، اس میں بھی ہاتھ کی طرح پہلے دایاں پاؤں اور پھر بایاں پاؤں دھوئے، اور پاؤں کی انگلیوں میں خلال بھی کرے تاکہ پانی انگلیوں کی دراز میں بھی پہونچ جائے، خلال داہنے پاؤں میں چھوٹی انگلی کی دراز سے شروع کرکے انگوٹھے کی دراز پر ختم کرے، اور بائیں پاؤں میں انگوٹھے کی دراز سے شروع کرکے چھوٹی انگلی کی دراز پر ختم کرے، اور وضو تسلسل کے ساتھ کرے، درمیان میں وقفہ نہ کرے اور وضو کے دوران دنیا کی باتیں بھی نہ کرے، بلکہ وضو کے درمیان اور اس سے فارغ ہوکر مسنون دعائیں پڑھے، جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

وضو کے بعد آسمان کی طرف دیکھنا

وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھتے وقت آسمان کی طرف دیکھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، لیکن اسے وضو کا حصہ اور ضروری نہ سمجھا جائے (۱)۔

وضو کے بعد دو رکعت نماز کا ثواب

وضو کے بعد دو رکعت نماز کی حدیث میں بہت فضیلت آئی ہے، اس لئے جس قدر ہو سکے، اس کا معمول بنانے کی کوشش کرنی چاہئے، چند احادیث درج ذیل ہیں:

(۱)...... آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص وضو کرے اور وضو بھی اچھی طرح کرے پھر دو

---

(۱) ابوداؤد (۱ : ۲۳)

رکعت (تحیۃ لوضو) ظاہر و باطن یعنی خوب توجہ کے ساتھ ادا کرے تو اس کے لئے جنت لازم کردی جاتی ہے۔(۱)

(۲)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: اے بلال! تم مجھے سب سے زیادہ مقبول عمل بتاؤ، جو تم نے اسلام میں کیا ہو، کیوں کہ میں نے جنت میں اپنے سامنے تمہارے جوتوں کی آواز سنی ہے، حضرت بلالؓ نے عرض کیا: میں نے اپنی سمجھ میں کوئی ایسا عمل نہیں کیا، جس سے میں پرامید ہوں، سوائے اس کے کہ میں رات یا دن کی کسی بھی گھڑی میں جو وضو کرتا ہوں تو اس وضو کے ساتھ کچھ نماز ضرور پڑھ لیتا ہوں، جو میرے مقدر میں لکھی ہو۔(۲)

حضور اقدس ﷺ نے خواب میں حضرت بلالؓ کے جوتوں کی آہٹ اپنے آگے جنت میں سنی، کیوں کہ حضرت بلالؓ بطور خاص بیداری میں آپ کے ساتھ رہتے تھے، اور بعض ضروری امور کی انجام دہی کے لئے آگے آگے چلا کرتے تھے، اس میں حضرت بلالؓ کے جنتی ہونے کی اور اس امر کی بشارت ہے کہ وہ جس طرح دنیا میں آپ کے قریب تر رہنے والے تھے، آخرت میں بھی ان کو قرب نصیب ہوگا، چونکہ نبیوں کا خواب وحی ہوتا ہے اس لئے اس عظیم خوشخبری کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں۔

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص وضو کے بعد خوب خشوع وخضوع سے دل لگا کر دو رکعت نماز پڑھے گا، اسے مذکورہ فضیلت حاصل ہوگی۔

اگر کوئی شخص وضو کے بعد فرض، یا سنتیں پڑھے تو اس سے بھی تحیۃ الوضو کا ثواب مل جاتا ہے، تاہم بہتر یہی ہے کہ یہ دو رکعتیں مستقل ہونی چاہئیں۔

---

(۱) مسلم (۱:۱۲۲)　　(۲) صحیح بخاری (۱:۱۵۴) کتاب التہجد، باب فضل الطہور باللیل والنہار

جب تحیۃ الوضو پڑھنے لگے تو یہ دیکھ لے کہ مکروہ وقت تو نہیں، کیوں کہ مکروہ اور ممنوع اوقات میں کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں، ممنوع اوقات یہ ہیں: زوال آفتاب کے وقت، صبح صادق کے بعد سورج نکل کر بلند ہونے تک، اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک، ان اوقات میں تحیۃ الوضو نہ پڑھی جائے۔

معذور کی تعریف اور اس کے احکام

معذور کی تعریف: معذور وہ شخص ہے جو کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے، جو اس کے ساتھ مسلسل لگی رہے، اسے نماز کے پورے وقت میں اتنا وقت بھی نہ مل سکے، جس میں وہ اس وقت کی فرض اور واجب نماز طہارت کے ساتھ پڑھ سکے مثلاً نکسیر یا بواسیر کا خون جاری ہو جائے، ریح یا پیپ نکلتی رہے یا کسی عورت کو استحاضہ کا خون جاری ہو جائے، اور اگر اتنا وقت مل جائے جس میں وہ طہارت کے ساتھ نماز پڑھ سکے تو پھر وہ معذور نہیں ہوگا۔

معذور کا حکم: اس کا حکم یہ ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے وقت ایک مرتبہ وضو کر لے، اس نماز کا وقت ختم ہونے تک اس کا وضو درست شمار ہوگا، پھر اس وضو سے اس وقت کے اندر فرائض، سنتیں، ادا اور قضا، جو نماز پڑھنا چاہے، پڑھ سکتا ہے، البتہ جب اس نماز کا وقت ختم ہو جائے یا اس دوران کوئی اور ناقض وضو پیش آ جائے تو پھر معذور کا وضو ختم ہو جائے گا۔

اور اگر اس ''مخصوص عذر'' کی وجہ سے کپڑے ناپاک ہو جائیں تو ان کی طہارت کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا یقین ہو کہ کپڑا دھونے کے بعد نماز سے فارغ ہونے سے پہلے دوبارہ ناپاک نہیں ہوگا تو بالاتفاق اسے دھونا ضروری ہے، اور اگر دوران

نماز دوبارہ ناپاک ہونے کا اندیشہ ہوتو پھر اسے دھونا ضروری نہیں ہے۔(۱)

یہ اس وقت تک معذور رہے گا، جب تک اس کا یہ عذر باقی ہے، اور جب کسی ایک نماز کا سارا وقت اس طرح گذر جائے کہ اسے وہ مرض ایک بار بھی پیش نہ آئے، تب اس کا یہ عذر ختم ہوگا اور پھر وہ معذور نہیں رہے گا(۲)۔

موزوں پر مسح کا بیان

موزوں پر مسح کرنا حدیث سے ثابت ہے، مسافر کے لئے بھی اور مقیم کے لئے بھی، اور وہ تین طرح کے موزے ہیں، جن پر مسح کرنا جائز ہے:

۱)...... چمڑے کے موزے، جن سے ٹخنوں سمیت پاؤں چھپ جائیں۔

۲)...... اونی یا سوتی موزے، جن کا تلا چمڑے کا ہو اور وہ خوب موٹے اور سخت ہوں۔

۳)...... وہ اونی یا سوتی موزے، جو اس قدر موٹے، گاڑھے اور مضبوط ہوں کہ جنہیں جوتوں کے بغیر پہن کر تین میل تک چلا جائے تو وہ نہ پھٹیں، جو پنڈلی پر باندھے بغیر کھڑے رہیں، جن میں پانی سرایت نہ کرے، اور جن کے اندر سے پاؤں نظر نہ آئے، اگر یہ شرطیں ان میں نہ پائی جائیں تو پھر ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، لہذا پائتابوں اور مروّجہ جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر پائتابے چمڑے کے موزوں پر پہنے ہوئے ہوں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے(۳)۔

موزوں پر مسح کا طریقہ

موزوں پر مسح کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں پانی سے تر کر کے

---

(۱)احسن الفتاویٰ(۲:۷۵)

(۲)الهدایه(۱:۶۷)عالمگیری(۱:۴۱) الجوہرة(۱:۳۹)طحطاوی(ص:۸۰)(۳) عالمگیری(۱:۳۲) ہدایہ(۱:۵۷) شامی(۱:۲۶۷) مراقی الفلاح(ص:۷۱)

دائیں ہاتھ کی کم از کم تین انگلیاں دائیں پاؤں کی انگلیوں پر اور بائیں ہاتھ کی کم از کم تین انگلیاں بائیں پاؤں کی انگلیوں پر رکھے اور پھر انہیں پنڈلی کی طرف ٹخنوں سے اوپر تک کھینچ دے۔

موزوں پر مسح کی ابتداء اور اس کی مدت

موزوں پر اس وقت مسح کیا جائے گا جب مکمل طہارت حاصل کر کے انہیں پہنا گیا ہو یا کم از کم صرف دونوں پاؤں دھو کر انہیں پہنا گیا ہو اور بعد میں پھر وضو مکمل کر لیا گیا ہو، پھر جب اس شخص کا وضو ٹوٹے گا تو اس وقت سے موزوں پر مسح کی مدت کا حساب کیا جائے گا، مقیم ہے تو ایک دن اور ایک رات، اور مسافر ہے تو تین دن اور تین رات تک ان پر مسح کرنا جائز ہے، لہذا اس مدت کے دوران جب وضو کیا جائے گا تو پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں بلکہ سر کا مسح کرنے کے بعد، پانی سے ہاتھ تر کر کے مذکورہ طریقہ کے مطابق موزوں پر مسح کر لیا جائے، مثلاً ایک آدمی نے ظہر کا وضو کیا اور ایک بجے اس نے موزے پہن لئے، پھر اس کا وضو تقریباً تین بجے ٹوٹ گیا، تو اب مسح کی مدت کی ابتداء تین بجے سے ہوگی، اگر وہ مقیم ہے تو دوسرے دن تین بجے تک اور مسافر ہے تو تیسرے دن تین بجے تک ان پر مسح کر سکتا ہے، اس مدت کے اندر اسے پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں ہے (۱)۔

مسح کو توڑنے والی چیزیں

مندرجہ ذیل چیزوں سے موزوں کا مسح ٹوٹ جاتا ہے:

۱)......جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے، پھر جب نیا وضو کیا جائے گا تو موزوں پر مسح بھی دوبارہ کرنا ضروری ہوگا۔

---

(۱) عالمگیری (۱ : ۳۳) ہدایہ (۱ : ۵۷) مراقی الفلاح (ص : ۶۹ ، ۷۰)

۲)...... دونوں موزوں کو یا ایک موزے کو یا اس کے اکثر حصے کو پاؤں سے نکالنا یا ان کا نکل جانا۔

۳)...... مسح کی وہ مدت ختم ہو جائے، جو شریعت نے مقیم اور مسافر کے لئے مقرر کی ہے۔

۴)...... موزے پہننے کے بعد سارے پاؤں کا یا اکثر کا بھیگ جانا۔

۵)...... پاؤں کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر یا اس سے زیادہ ایک موزے کا پھٹ جانا۔

۶)...... موزوں کی حالت میں اگر کسی وجہ سے انسان پر غسل فرض ہو جائے تو پھر ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہوتا بلکہ غسل کے وقت انہیں اتار کر پاؤں دھونا ضروری ہے(۱) ۔

زخم، پلستر اور پٹی پر مسح کا حکم

جس عضو کو وضو میں دھونا فرض ہے، اس پر اگر پلستر یا پٹی لگی ہوئی ہو، اور اس کا لگا رہنا ضروری ہو، اسے کھولنے میں زخم کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں اس پلستر یا پٹی پر مسح کر لینا کافی ہے۔ اور اگر زخم پر کوئی پلستر یا پٹی وغیرہ نہ ہو، اور پانی لگنے سے نقصان کا اندیشہ ہو تو اس زخم پر ہی مسح کر لینا چاہئے، اس حالت میں اسے دھونا ضروری نہیں ہے، غسل کیصورت میں بھی یہی حکم ہے۔

اس مسح کی کوئی مدت متعین نہیں ہے، جب تک زخم درست نہ ہو، اس وقت تک اس زخم یا پلستر اور پٹی پر مسح کرنا جائز ہے، اگر چہ اس پر کئی مہینے یا سال گذر جائیں (۲) ۔

غسل کے احکام

غسل میں تین چیزیں فرض ہیں :

۱)...... منہ بھر کر اچھے طریقے سے کلی کرنا، غرارہ کرنا فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے، اس سنت

---

(۱) الجوہرة النیرہ (ص :۳۱) اللباب فی شرح الکتاب للشیخ عبدالغنی المیدانی (۱ : ۵۶)

(۲) (عالمگیری (۱ : ۳۶) مراقی الفلاح (ص :۷۳) الجوہرة (ص : ۳۳)

پر عمل کرنا چاہئے، لیکن اگر غسل کرنے والا روزے سے ہو تو اسے غرارہ نہیں کرنا چاہئے۔

۲) ناک کے نرم حصے تک پانی پہنچانا۔

۳) سارے بدن پر اس طریقہ سے پانی پہونچانا کہ بال برابر بھی کوئی جگہ خشک نہ رہے(۱)

ان فرائض کو اہتمام سے ادا کرنا ضروری ہے، اگر ان میں سے ایک فرض بھی رہ گیا تو غسل درست نہ ہوگا۔

وضو اور غسل میں مصنوعی دانتوں کا حکم

مصنوعی دانت دو طرح کے ہوتے ہیں، دونوں کے احکام مختلف ہیں :

۱)...... ایک تو وہ ہیں جو مستقل طور پر لگا دیئے جاتے ہیں، انہیں آسانی سے نکالا بھی نہیں جا سکتا، یہ مصنوعی دانت اصل دانت کی طرح ہیں، اس لئے ان کا حکم اصل دانت ہی کا ہوگا، لہذا وضو میں انہیں دھونا مسنون اور غسل میں فرض ہوگا، وضو و غسل میں ان دانتوں کے نکالنے کی اور ان کی تہ تک پانی پہونچانے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲)...... دوسرے دانت وہ ہوتے ہیں جو بنائے ہی اس طرح جاتے ہیں کہ ضرورت کے وقت انہیں استعمال کر لیا جائے اور پھر نکال لیا جائے، اس قسم کے دانتوں کو غسل میں نکالنا ضروری ہے، البتہ وضو میں انہیں نکالنا ضروری نہیں ہے۔

مصنوعی اعضاء کا حکم

مصنوعی اعضاء کا حکم بھی مصنوعی دانتوں کی طرح ہے، اگر تو ان کی بناوٹ اس قسم کی ہو کہ آپریشن کے بغیر انہیں جسم سے علیٰحدہ کرنا ممکن نہ ہو، تو پھر ان کی حیثیت اصل عضو کی طرح ہوگی، غسل میں اس پر پانی پہونچانا واجب ہے، اسی طرح اگر مصنوعی عضو

---

(۱) عالمگیری (۱ : ۱۳)

وضو کے اعضاء میں سے ہو، تو وضو میں بھی انہیں دھونا واجب ہوگا۔

لیکن اگر یہ مصنوعی اعضاء اس قسم کے ہیں کہ انہیں جسم سے آسانی سے علیحدہ کیا جا سکتا ہو تو غسل کے وقت، اور اگر اعضاءِ وضو میں سے ہو تو وضو کے وقت، ان کو علیحدہ کر کے جسم کے اصل حصے تک پانی پہونچانا اور اسے دھونا ضروری ہوگا۔

مصنوعی بالوں کا حکم

مصنوعی بال چونکہ اصل جسم کا حصہ نہیں ہیں، اور نہ ہی کسی ضرورت کی بناء پر لگائے گئے ہیں اور نہ ان کا نکالنا چنداں دشوار ہے، اس لئے انہیں غسل میں نکال کر جڑوں تک پانی پہونچانا ضروری ہے، وضو میں بھی سر کے مصنوعی بالوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے بلکہ سر کے اصل بالوں پر کم از کم چوتھائی سر کے برابر مسح کرنا ضروری ہے (۱)۔

غسل فرض ہونے کے اسباب

مندرجہ ذیل امور پیش آنے سے غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے:

۱)...... شہوت کے ساتھ بالغ آدمی کی منی یعنی ناپاک پانی کا نکلنا۔

۲)...... حیض کا بند ہو جانا یعنی ہر مہینے میں جو عورتوں کو خون آتا ہے جب یہ خون بند ہو جائے تو عورت پر غسل فرض ہو جاتا ہے۔

۳)...... نفاس کا بند ہو جانا یعنی جو خون عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے، جب وہ بند ہو جائے تو غسل فرض ہو جاتا ہے (۲)۔

کن صورتوں میں غسل مسنون ہے

۱)...... جمعہ کے دن غسل کرنا۔

---

(۱) جدید فقہی مسائل (ص: ۲۳-۲۴) (۲) عالمگیری (۱: ۱۶) ہدایہ (۱: ۳۱)

۲)......عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن فجر کے بعد ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے، جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔

۳)......حج کا احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا۔

۴)......میدان عرفات میں ٹھہرنے کے لئے حاجی کے لئے غسل کرنا (۱)۔

غسل کی سنتیں

مندرجہ ذیل امور غسل میں مسنون ہیں :

۱)......غسل کی نیت کرنا۔

۲)......دونوں ہاتھ گٹوں سمیت دھونا۔

۳)......استنجاء کرنا۔

۴)......وضو کرنا۔

۵)......سارے بدن پر تین بار پانی بہانا۔

۶)......بدن سے نجاست کو دور کرنا اور اسے اچھی طرح ملنا (۲)۔

جسم کے غیر ضروری بالوں کا حکم

جسم کے غیر ضروری (زیر ناف) بالوں کو ہر ہفتے صاف کرنا مستحب ہے، اور چالیس روز تک مؤخر کرنے کی اجازت ہے، اس کے بعد گناہ ہے، البتہ نماز اس حالت میں بھی صحیح ہو جاتی ہے۔

زیر ناف بال صاف کرنے کی حد یہ ہے کہ ناف سے لے کر رانوں کی جڑوں تک،

---

(۱) ہدایہ (۱ : ۳۲) عالمگیری (۱ : ۱۶) (۲) فتاویٰ ہندیہ (۱ : ۱۴)

اور پیشاب پاخانہ کی جگہ کے ارد گرد، جہاں تک ممکن ہو، انہیں صاف کرنا ضروری ہے (۱)۔

غسل کا مسنون طریقہ

جب غسل کرنے لگے تو داہنے ہاتھ سے پانی لیکر دونوں ہاتھ گٹوں سمیت دھوئے، پھر استنجاء کرے، پھر ہاتھوں کو اچھی طرح دھو کر پورا وضو کرے، اور کلی خوب اچھے طریقے سے کرے، اگر روزے سے نہ ہو تو غرارہ بھی کرنا چاہئے، اسی طرح ناک میں بھی اچھے طرح پانی چڑھائے، وضو کے بعد سر پر، پھر دائیں شانے پر اور پھر بائیں شانے پر پانی ڈالے، اسی طریقہ سے دو مرتبہ پھر پورے بدن پر مزید پانی بہائے تا کہ کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے، کیوں کہ اگر ایک بال کے برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ جائے تو غسل ادا نہ ہوگا، اور آدمی بدستور ناپاک رہے گا، خواتین کو اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ ناک اور کان کے سوراخوں میں ضرور پانی پہونچایا کریں، انگوٹھی اور چھلہ اگر تنگ ہو تو اس کو ہلا کر اس کے نیچے تک پانی پہونچانا بھی لازم ہے، بعض خواتین ناخن پالش وغیرہ ایسی چیزیں استعمال کرتی ہیں جو بدن تک پانی پہونچنے نہیں دیتیں، وضو اور غسل میں ان چیزوں کو اتار کر بدن تک پانی پہونچانا ضروری ہے، بعض اوقات بے خیالی میں ناخنوں کے اندر آٹا لگا رہ جاتا ہے، اس کو نکالنا بھی ضروری ہے۔

عورتوں کے سر کے بال اگر گندھے ہوئے ہوں، تو ایسی صورت میں ان بالوں کو کھولکر ان کو تر کرنا ضروری نہیں، بلکہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا کافی ہے، لیکن اگر بال گندھے ہوئے نہ ہوں بلکہ کھلے ہوں، جیسا کہ آج کل اکثر ایسا ہی ہوتا ہے، تو پھر سارے بالوں کو اچھی طرح تر کرنا اور دھونا ضروری ہے، اگر مرد کے سر پر بال ہوں بڑے بڑے،

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲:۵۸)

کھلے ہوں یا گندھے ہوئے، ہر صورت میں انہیں کھول کرتر کرنا اور دھونا ضروری ہے۔

الغرض غسل میں پورے جسم پر پانی بہانا اور جو چیزیں پانی کے بدن تک پہونچنے میں رکاوٹ بنتی ہیں، ان کو ہٹانا ضروری ہے، ورنہ غسل نہیں ہوگا (۱)۔

حیض اور اس کے احکام

ہر مہینے بالغ اور تندرست عورت کے رحم سے چند دن جو خون آگے کے راستے سے نکلتا ہے، اسے حیض کہا جاتا ہے، یہ خون عورت کی صحت کے لئے ضروری ہوتا ہے، اگر کسی بالغ خاتون کو خون نہ آئے تو یہ اس کے بیمار ہونے کی علامت ہے، اس وقت عموماً نو (۹) سال کی عمر میں لڑکی کو ماہواری آنا شروع ہو جاتی ہے، اس وقت سے لے کر تقریباً پچپن سال تک یہ خون آتا رہتا ہے، بسا اوقات اس کے خلاف بھی ہو جاتا ہے، اسلام سے پہلے حائضہ عورت کے ساتھ لوگوں کا طرزِ عمل انتہائی حیران کن اور افراط وتفریط سے دوچار تھا، چنانچہ یہودیوں کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی عورت کو ماہواری (منتھلی کورس) شروع ہو جاتی تو اسے انسانی معاشرے سے بالکل الگ تھلگ کر دیتے تھے، گھر سے باہر تنگ وتاریک کوٹھڑی میں اسے قید کر دیا جاتا تھا، نہ اس کے ساتھ کلام کرنا روا ہوتا، اور نہ ہی اس کے ساتھ کھانا وغیرہ کھایا جاتا۔

دوسری طرف اس کے برعکس بعض لوگ ان ''مخصوص ایام'' میں بھی عام دنوں کی طرح اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کرتے رہتے تھے، اسلام نے ان دونوں طریقوں کو غلط قرار دیا، اسلام نے حکم دیا کہ ان ''مخصوص ایام'' میں عورت کے ساتھ ''تعلقات'' قائم نہیں کئے جا سکتے اور ساتھ ہی اس رسم کو بیہودہ قرار دیا جو اسلام سے پہلے معاشرہ میں

---

(۱) الدر المختار مع الدر (۱ : ۱۵۱ - ۱۷۲)

رائج تھی یعنی عورت کو ''مخصوص ایام'' میں بالکل الگ تھلگ کر دینا اور نہ اس کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی کھانا وغیرہ، اسلام نے حکم دیا کہ اسے اپنے ساتھ ہی رکھا کرو، اور اس کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی بھی جائز قرار دی جبکہ اس کے ہاتھ صاف ہوں............۔

حیض کے بارے میں مزید تفصیل:

۱) حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور تین رات ہے، اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس رات ہے، لہذا اگر کسی عورت کو تین دن اور تین رات سے کم خون آئے اور پھر وہ بند ہو جائے تو وہ حیض نہیں ہوگا بلکہ استحاضہ (بیماری کا خون) ہوگا، اسی طرح اگر دس دن اور دس رات سے خون زیادہ آ جائے تو دس دنوں سے اوپر جتنے دن زائد خون آئیگا، وہ بھی استحاضہ (بیماری کا خون) ہوگا، حیض نہیں ہوگا۔

۲) حیض کی مدت میں جو سرخ، زرد، سبز، مٹیالہ، یا سیاہ رنگ کا خون آئے، وہ سب حیض ہی ہے اور جب خالص سفید رنگ کا مادہ نظر آ جائے، تو یہ اس بات کی علامت ہوگی، کہ اب حیض ختم ہوگیا ہے، لہذا پھر وہ حیض سے پاک شمار ہوگی۔

۳) نو برس سے پہلے اور پچپن برس کے بعد کسی عورت کو حیض نہیں آتا، اس لئے نو برس سے پہلے اگر کسی لڑکی کو خون آ جائے تو وہ بیماری کا خون ہوگا، حیض کا نہیں ہوگا، اور اگر پچپن برس کے بعد کسی عورت کو خون آ جائے تو اگر وہ خون خوب سرخ یا سیاہ ہو تو وہ حیض ہوگا، اور اگر زرد یا سبز یا خاکی رنگ ہو تو وہ حیض نہیں ہوگا بلکہ بیماری کا خون ہوگا، البتہ اگر عورت کو اس عمر سے پہلے بھی زرد یا سبز یا خاکی رنگ کا خون آنے کا معمول ہو، تو پھر پچپن برس کے بعد بھی یہ رنگ حیض ہی شمار ہونگے، اور اگر یہ رنگ عادت کے خلاف ہوں تو پھر یہ حیض نہیں ہوگا بلکہ بیماری کا خون ہوگا۔

۴) ایک عورت کی عادت تین یا چار دن کی ہے، پھر کسی مہینہ میں اسے زیادہ خون آ گیا لیکن دس دن سے زیادہ نہیں آیا تو وہ سب حیض ہوگا اور اگر دس دن سے بھی بڑھ جائے تو جتنے دن اس کی عادت کے ہونگے، تین دن یا چار دن مثلاً وہ تو اس کے حیض کے شمار ہونگے، باقی تمام دنوں میں استحاضہ یعنی بیماری کا خون ہوگا، لہذا ان دنوں کی نمازوں کی قضاء اس پر لازم ہوگی۔

۵) ایک عورت کو بالغ ہونے کے بعد مسلسل خون جاری ہوگیا، وہ کسی طرح بند ہی نہیں ہو رہا، تو اس کا حکم یہ ہے کہ جس دن سے خون آنا شروع ہوا ہے، اس دن سے لے کر دس دن تک یہ خون حیض شمار ہوگا، اور مہینے کے بقیہ بیس دن استحاضہ کے ہونگے۔

۶) دو حیضوں کے درمیان پاکی کا کم از کم زمانہ پندرہ دن ہے، اور پاکی کی زیادہ سے زیادہ مدت کی کوئی حد نہیں ہے، اگر کسی خاتون کا کسی وجہ سے خون آنا بند ہو جائے، تو جتنا عرصہ اس کا خون بند رہے گا، اس عرصہ میں وہ شرعاً پاک شمار ہوگی چنانچہ اس پر ایک پاک عورت کے احکام جاری ہونگے، اور پندرہ دن کے بعد عورت کو جو خون جاری ہو جائے یا خون کا جو داغ نظر آ جائے تو یہ حیض کا خون ہوگا بشرطیکہ یہ کم از کم تین دن سے زیادہ جاری رہے۔

۷) ایک عورت کو تین دن حیض آیا، پھر وہ پندرہ دن پاک رہی، پھر اسے تین دن حیض آیا، تو اول و آخر تین تین دن اس کے حیض کے ہونگے، اور پندرہ دن اس کی پاکی کے ہونگے۔

۸) دورانِ حمل جو خون نکلے، وہ حیض نہیں ہوتا بلکہ وہ استحاضہ کا خون ہوتا ہے، خواہ جتنا عرصہ بھی جاری رہے۔

۹) ولادت کے وقت بچے کی پیدائش سے پہلے جو خون نکلتا ہے، وہ بھی استحاضہ کا ہوتا ہے، بلکہ جب تک بچہ آدھے سے زیادہ نہ نکل آئے اس وقت تک جو خون نکلے گا، وہ استحاضہ کا ہوگا، نہ کہ نفاس کا، اس لئے اس پر نفاس کے احکام جاری نہیں ہونگے۔

مخصوص ایام کے احکام

۱) حیض کے دنوں میں عورت کے لئے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، مسجد میں داخل ہونا، بیت اللہ کا طواف کرنا، تلاوت کرنا، اور قرآن مجید کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے، اس عرصے میں نماز تو سرے سے معاف ہے، البتہ روزے کی بعد میں قضاء کرنا ضروری ہے۔

۲) حائضہ عورت شوہر کے ساتھ ایک برتن میں کھا پی سکتی ہے، اور ایک بستر پر لیٹ سکتی ہے، کھانے وغیرہ بھی پکا سکتی ہے، البتہ ازدواجی تعلقات ان ایام میں جائز نہیں ہیں، بلکہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے حصے کو پردے کے بغیر شوہر کا ہاتھ لگانا یا چھونا بھی جائز نہیں ہے، اس مسئلے میں بہت سے لوگ غلطی کر جاتے ہیں، ایام مخصوصہ میں اپنی بیوی سے ملاقات کر لیتے ہیں، یہ گناہ کبیرہ ہے، اگر کسی سے ایسی کوئی غلطی ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ دل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے، ہو سکے تو کچھ صدقہ بھی کردے تاہم اس ناجائز عمل سے نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑتا، حسب سابق ان کا نکاح برقرار رہتا ہے۔

ماہواری سے پاکی پر فوراً غسل کا حکم

جب کوئی عورت ماہواری سے پاک ہو جائے اور پاکی کی علامت بھی ظاہر ہو جائے اور وہ وقت کسی نماز کا بھی ہو اور امکان یہ ہے کہ اگر جلدی سے غسل کرلیا جائے تو وقت نکلنے سے پہلے کم از کم ''اللہ اکبر'' کہنے کا موقع مل جائے گا، تو اس وقت کی نماز اس پر فرض ہو جائے گی، جس کی بعد میں اس نے قضاء کرنی ہوگی اور اگر غسل کے بعد وقت زیادہ باقی ہو، تو اسی وقت وہ نماز پڑھنی ضروری ہے، مثلاً ظہر کا وقت ایک گھنٹہ باقی ہے، اور پاکی کی علامت بھی موجود ہے، تو فوراً غسل کر کے نماز پڑھی جائے، تاخیر نہ کی جائے۔

لیکن آج کل خواتین میں یہ مرض عام ہے، کہ اس وقت کو وہ لاپرواہی میں گذار دیتی ہیں، چنانچہ اگر رات کو عشاء کے بعد پاک ہو جائیں تو ساری رات غسل کے بغیر ناپاکی میں گذار دیتی ہیں، حالانکہ صبح صادق سے پہلے غسل کرنا اور عشاء کی نماز پڑھنا ان پر فرض ہو چکا ہے، اس لئے ایسی صورت میں ان کو چاہیئے کہ غسل کر کے فوراً پاک صاف ہو جائیں، اور نماز کو اس کے وقت میں ادا کریں۔

حضرات صحابیات کا فکرِ آخرت کی وجہ سے یہ حال تھا کہ وہ رات کو بار بار اٹھ کر اور چراغ جلا کر دیکھا کرتی تھیں کہ ایسا تو نہیں کہ طہارت ہو چکی ہو اور نماز فرض ہو چکی ہو اور ہماری نماز قضاء ہو جائے، آج کل تو روشنی کیلئے صرف بٹن دبانے کی دیر ہے، جس میں کوئی دشواری بھی نہیں، اس کے باوجود اس معاملے میں بہت لاپرواہی کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے کئی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کی کچھ عورتوں کو عذاب میں مبتلا پایا، ان میں سے ایک وہ عورت بھی تھی، جسے آپ نے اس طرح دیکھا کہ اس کے دونوں پاؤں سینے سے اور دونوں ہاتھ پیشانی سے بندھے ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ عورت ہے جو دنیا میں جنابت اور حیض سے پاک صاف رہنے کا اہتمام نہیں کرتی تھی، اور نماز کے ساتھ بڑی لاپرواہی بلکہ استہزاء کا معاملہ کرتی تھی۔

لہذا جنابت اور ماہواری کے معاملہ میں بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، تا کہ اس کی وجہ سے کوئی نماز قضاء نہ ہونے پائے، کیوں کہ نماز تو اسلام کا ایسا حکم ہے کہ عام حالات میں بھی اسے قضاء کرنے سے بچنا ضروری ہے(۱)۔

---

(۱) اصلاحی بیانات ورسائل (۱:۱۱۵)

نفاس کا بیان

بچے کی ولادت کے بعد جو خون نکلتا ہے اسے نفاس کہتے ہیں۔

نفاس کی حد زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے، کم کی کوئی حد نہیں ہے، اگر کسی عورت کو ولادت کے بعد ایک گھنٹہ یا ایک دن بھی خون آئے اور پھر وہ بند ہو جائے تو یہ بھی نفاس ہوگا۔

ولادت کے بعد ہر عورت کو خون آنا کوئی ضروری نہیں ہے، اگر کسی عورت کو بچہ کی پیدائش کے بعد بالکل خون نہ آئے تو شرعاً اس پر ضروری ہے، کہ وہ غسل کرے اور نمازیں پڑھنا شروع کردے۔

ولادت کے وقت اگر آدھا بچہ یا آدھے سے زیادہ بچہ نکل آئے اور پھر خون شروع ہو جائے، تو یہ بھی نفاس کا خون ہوگا۔

اور اگر آدھے سے کم بچہ نکلا ہو اور خون جاری ہو جائے، تو استحاضہ یعنی بیماری کا خون ہوگا، اگر کوئی عورت اسقاطِ حمل کرائے یا خود ہی کسی وجہ سے اس کا حمل گر جائے تو اگر بچہ کا ایک آدھ عضو بن چکا ہو مثلاً ناخن یا انگلی یا بال وغیرہ تو حمل کے اسقاط یا گرنے کے بعد جو خون آئے گا، وہ نفاس کا ہوگا اور اگر بالکل ہی گوشت نکلے، کوئی عضو نہ بنا ہو، تو پھر وہ خون نفاس نہیں ہوگا، اب یہ خون حیض کا ہوگا یا استحاضہ کا؟

اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ خون تین دن سے کم آئے اور گذشتہ ماہواری کے بعد پاکی کا زمانہ ابھی پندرہ دن نہ ہوا ہو تو وہ استحاضہ (بیماری کا خون) ہوگا اور اگر یہ خون تین دن تک یا اس سے زیادہ جاری ہو جائے اور پاکی کا زمانہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ گذر چکا ہو تو پھر یہ خون حیض کا ہوگا۔

ایک عورت کو پہلی دفعہ نفاس ہوا اور خون چالیس دن سے بھی بڑھ جائے تو نفاس کی مدت چونکہ زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے، اس لئے اس صورت میں چالیس دن تو نفاس کے ہونگے، اور جو اس سے اوپر ہوں، وہ استحاضہ کے ہونگے، اور اگر اس عورت کا یہ پہلا بچہ نہ ہو بلکہ اس سے پہلے بھی اس کے بچے پیدا ہو چکے ہوں، اور اس کی نفاس کی عادت مثلاً تیس دن کی تھی، اب اگر یہ خون تیس دن سے بڑھ جائے، تو اگر چالیس دن تک بند ہو جائے، تو یہ سارا نفاس ہوگا، اور اگر چالیس دن سے بھی تجاوز کر جائے، تو پھر تیس دن تو نفاس کے ہونگے، اور باقی ایام میں جو خون آیا ہے، وہ استحاضہ کا ہوگا۔

نفاس کے احکام

۱) جب کسی کو نفاس کا خون شروع ہو جائے، تو اس کے لئے نماز روزہ کرنا جائز نہیں ہے، نماز تو بالکل معاف ہے، البتہ روزوں کی بعد میں قضاء کرنا ضروری ہے۔

۲) جب نفاس ختم ہو جائے، تو فوراً عورت کو غسل فرض کرنا چاہیئے کیونکہ غسل میں اسقدر تاخیر کرنا کہ جس سے اس کی نماز قضاء ہو جائے، جائز نہیں ہے۔

۳) اس کے بقیہ احکام وہی ہیں جو پہلے حیض کے مسائل میں تحریر ہو چکے ہیں۔

استحاضہ کے احکام

جو خون حیض یا نفاس کا نہ ہو، بلکہ کسی بیماری کی وجہ سے خون جاری ہو جائے، اسے استحاضہ کہتے ہیں۔

جس عورت کو استحاضہ کا خون مسلسل جاری ہو جائے، کسی ایک نماز کے وقت میں اتنا وقت بھی اسے نہ ملے کہ اس وقت کی فرض نماز پڑھ سکے، تو شرعاً یہ عورت معذور ہے، اس پر معذور کے احکام جاری ہونگے، جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے، لیکن اگر وقفے

وقفے سے استحاضہ کا خون نکلتا ہو، کہ اس وقفے میں وہ وضو کر کے فرض نماز پڑھ سکتی ہے تو پھر یہ عورت شرعاً معذور نہیں ہوگی، لہٰذا اس پر معذور کے احکام بھی لاگو نہیں ہوں گے۔

استحاضہ کے مسائل چونکہ پیچیدہ ہیں، اس لئے جب کسی خاتون کو استحاضہ کی بیماری لگ جائے، تو اسے چاہیئے کہ کسی ماہر مفتی سے اپنے حالات لکھ کر مسئلہ معلوم کر لے، تا کہ اس دوران بھی اللہ تعالیٰ کے احکام پر صحیح طریقے سے عمل کیا جاسکے۔

مخصوص ایام میں حافظہ اور معلّمہ کے احکام

خواتین کے لئے خاص ایام میں قرآن مجید کی تلاوت اور اس کو براہ راست چھونا جائز نہیں ہے، البتہ انتہائی مجبوری میں جبکہ اور کوئی پڑھانیوالی استانی نہ ہو، تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے معلّمہ کے لئے فقہاء نے یہ طریقہ لکھا ہے کہ وہ تعلیم کے وقت قرآن مجید کی آیت کے کلمات الگ الگ کر کے پڑھے مثلاً **اَلْحَمْدُ** ...... **لِلّٰہِ** ...... **رَبِّ** ...... **الْعٰلَمِیْنَ** ...... نیز معلّمہ کے لئے قرآنی کلمات کے ہجے کرنا بھی جائز ہے۔

جو عورت حافظہ ہو یا جو طالبہ قرآن مجید حفظ کر رہی ہو، اگر انہیں بھول جانے کا اندیشہ ہو، تو ان کے لئے بھی مخصوص ایام میں قرآنی آیات کے کلمات الگ الگ کر کے پڑھنا جائز ہے، تا کہ ان کا حفظ درست رہے۔

خواتین کے لئے خاص ایام میں خود تلاوت کرنا تو ناجائز ہے، البتہ قرآن سننا ان کے لئے جائز ہے، لہٰذا ان خاص ایام میں کسی دوسرے شخص سے یا ریڈیو اور کیسٹ وغیرہ سے تلاوت قرآن سننا ان کے لئے جائز ہے، حافظہ یا جو حفظ کی طالبہ ہو، ان کے لئے اس طرح کرنا بہتر ہے۔

ناپاکی میں ذکر وتسبیح کرنے کا مسئلہ

حیض ونفاس اور جنابت (ناپاکی) کی حالت میں ذکر وتسبیح اور درود شریف پڑھنا جائز ہے، اسی طرح قرآن مجید کی بعض وہ آیات جو دعاء اور اذکار پر مشتمل ہیں، انہیں دعاء یا ذکر کے طور پر پڑھنا جائز ہے، مثلاً "رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً" یا کھانے سے پہلے "بِسْمِ اللّٰهِ" یا شکر کے لئے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہنا وغیرہ، نیز قرآن مجید کے وہ کلمات جو عام بول چال میں استعمال ہوتے ہیں، ان کا کہنا بھی جائز ہے، ان ایام میں خواتین کو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہئے، لہو ولعب، غفلت اور فضول کاموں میں اپنا وقت ضائع کرنا بالکل مناسب نہیں ہے۔(۱)

تیمّم کا بیان

اگر پانی موجود نہ ہو، یا موجود تو ہو، لیکن کسی وجہ سے پانی سے طہارت حاصل کرنا ممکن نہ ہو، یا پانی سے شدید نقصان کا اندیشہ ہو، تو ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ سہولت دی ہے کہ تیمّم کرلیا جائے، تیمّم سے بھی اسی طرح پاکی حاصل ہوتی ہے جیسے وضو اور غسل سے حاصل ہوتی ہے، اور اس میں کوئی مخصوص مدت متعین بھی نہیں ہے، جب بھی کوئی شرعی عذر ہو تو اس کی وجہ سے تیمّم کرنا جائز ہے، خواہ اس میں طویل عرصہ ہی گذر جائے (۲)۔

تیمّم کا معنی

تیمّم کا لغوی معنی ہے "قصد اور ارادہ کرنا"

اور فقہ میں پاک مٹی یا جو چیز پاک مٹی کے حکم میں ہو، سے مخصوص طریقے کے

---

(۱) الدرالمختار(۱:۲۹۳) نماز مسنون (ص:۱۶۰) خیر الفتاویٰ (۲:۱۴۰) (۲) ہدایہ(۱ :۴۹)

مطابق طہارت حاصل کرنے کو تیمّم کہتے ہیں۔

تیمّم کے فرائض

تیمّم میں تین چیزیں فرض ہیں :

۱)...... پاک ہونے کی نیت کرنا۔

۲)...... دونوں ہاتھ پاک مٹی پر مار کر پورے چہرے پر اچھی طرح پھیرنا، تاکہ کوئی جگہ باقی نہ رہ جائے۔

۳)...... دوبارہ دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اچھی طرح مَلنا(۱)۔

ان میں سے کوئی ایک فرض بھی رہ گیا تو تیمّم نہ ہوگا۔

تیمّم کے جواز کی صورتیں

مندرجہ ذیل صورتوں میں تیمّم کرنا جائز ہے :

۱)...... ایک میل یا اس سے زیادہ پانی دور ہو۔

۲)...... پانی موجود ہو لیکن پانی حاصل کرنے کا ذریعہ نہ ہو، مثلاً کنواں ہے لیکن ڈول اور رسی نہیں ہے، یا کنویں سے پانی کھینچنا کسی وجہ سے ممکن نہ ہو، یا نل چلانے کی طاقت نہ ہو، یا گھر میں بور موجود ہے لیکن بجلی نہیں ہے، اور موٹر چلانے کا اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے۔

۳)...... پانی کے قریب جانے میں جان و مال اور عزت و آبرو کا خطرہ ہو، مثلاً پانی کے قریب کوئی موذی جانور یا چور ڈاکو ہوں۔

۴)...... سفر میں تھوڑا پانی ہے، لیکن یہ اندیشہ ہے کہ اگر اسے وضو میں استعمال کرلیا گیا، تو

---

(۱) عالمگیری (۱ : ۲٦)

پھر پانی نہ مل سکے گا، اور پیاس کی تکلیف ہو گی۔

۵)...... ریل، بس یا جہاز کا سفر ہو، اور پانی موجود نہ ہو، یا پانی تو ہو لیکن بھیڑ کی وجہ سے وضو کرنے کا موقع نہ ہو یا گاڑی سے نیچے اتر کر وضو کرنے میں گاڑی کے نکل جانے کا اندیشہ ہو۔

۶)...... پانی کے استعمال سے مرض بڑھنے یا پیدا ہو جانے یا صحت پر برا اثر پڑنے کا غالب گمان ہو یا سردی بہت زیادہ ہو اور پانی کے استعمال سے نمونیہ یا فالج کا خوف ہو اور پانی گرم کرنے کی سہولت بھی نہ ہو۔

۷)...... وضو یا غسل کرنے میں کسی ایسی نماز کے چلے جانے کا خوف ہو، جس کی قضاء نہیں ہے جیسے نماز جنازہ اور نماز عیدین (۱)۔

کن چیزوں سے تیمّم جائز یا ناجائز ہے

۱)- پاک مٹی سے اور ان تمام چیزوں سے جو مٹی کی قسم سے ہوں، تیمم جائز ہے، اور مٹی کی قسم سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز نہ جلانے سے جلے اور نہ پگھلانے سے پگھلے جیسے سرمہ، پتھر، ریت اور چونا وغیرہ۔

۲)- جو چیزیں مٹی کی قسم سے نہ ہوں یعنی جو چیز جل جاتی ہو یا پگھل جاتی ہو، اس سے تیمّم جائز نہیں ہے جیسے لکڑی، لوہا، سونا، چاندی، شیشہ، غلہ، نائیلون اور پلاسٹک وغیرہ۔

۳)- اور جو چیزیں مٹی کی قسم سے ہیں، ان پر اگر ذرا بھی گرد وغبار نہ ہو، تب بھی ان سے تیمم کرنا جائز ہے، مثلاً بالکل صاف پتھر ہو، اس پر بالکل گرد وغبار نہ ہو، پھر بھی اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔

۴)- اور جن چیزوں سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے اگر ان پر اتنا گرد وغبار ہو کہ ہاتھ رکھ کر

---

(۱) ہدایہ (۱ : ۵۴)

کھینچنے سے نشان پڑ جائے تو ایسی صورت میں ان سے بھی تیمّم کرنا جائز ہے(۱) ۔

ٹرین وغیرہ کی دیوار پر تیمّم

ٹرین ، بس اور عموماً گاڑیوں کی دیواریں چونکہ لکڑی ، لوہے یا پلاسٹک کی ہوتی ہیں ، اسلئے ان پر تیمّم کرنا درست نہیں ہے ، لیکن اگر سفر کی وجہ سے ان پر اس قدر گرد وغبار جم جائے کہ ہاتھ لگانے سے انگلیوں کے نشان پڑ جائیں تو پھر ان دیواروں کے گرد وغبار سے تیمّم کرنا جائز ہے ، ورنہ نہیں (۲) ۔

تیمّم کا مسنون طریقہ

بسم اللہ پڑھ کر تیمّم کی نیت کرے ، پھر دونوں ہاتھ ذرا کشادہ کر کے آہستہ سے پاک مٹی پر مارے ، مٹی زیادہ لگ جائے تو اسے جھاڑ دے ، پھر دونوں ہاتھ چہرے پر اس طرح ملے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے ، ڈاڑھی ہو تو اس کا خلال بھی کرے ، پھر دوبارہ دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت خوب اچھی طرح ملے تاکہ کوئی جگہ چھوٹ نہ جائے ، ہاتھ میں گھڑی ہو تو اس کو ہلا کر اس کے نیچے تک ہاتھ ضرور پھیرنا چاہئے ۔

تیمّم کو توڑنے والی چیزیں

مندرجہ ذیل صورتوں میں تیمّم ٹوٹ جاتا ہے :

۱) ...... جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ، ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے ۔

۲) ...... جن چیزوں سے غسل فرض ہوتا ہے ، ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے ۔

۳) ...... جس عذر کی وجہ سے تیمّم کیا جائے ، جب وہ عذر ختم ہو جائے ، تو تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے ۔

---

(۱) ہدایہ (۱ :۵۱) (۲) فتاویٰ ھندیہ (۱ :۲۷)

غسل کا تیمّم

جب آدمی کوضروری غسل کی حاجت ہو، اور پانی میسر نہ ہوتو غسل کے لئے تیمّم کرنا بھی جائز ہے، وضواور غسل کے تیمّم میں کوئی فرق نہیں ہے، جس طریقہ سے وضو کا تیمّم کیا جاتا ہے، اسی طریقہ سے غسل کا تیمّم بھی کیا جاتا ہے البتہ اگر بدن پر کوئی ظاہری نجاست ہوتو غسل کے تیمّم سے پہلے اسے صاف کر لینا چاہئے (۱)۔

---

(۱) الدرالمختار مع الرد(۱ : ۲۳۵-۲۵٦)فتاویٰ عالمگیری(۱ :۲۹)

نماز کا بیان

دن رات میں اللہ تعالیٰ نے ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد وعورت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، ان کو اپنے اپنے اوقات پر اچھے طریقے سے ادا کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے، نماز نہ پڑھنا یا اس کی ادائیگی میں سستی کرنا بہت بڑا گناہ ہے، جس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔

نماز پڑھنے کا ثواب

اللہ تعالیٰ نے شب وروز میں جو ہر بالغ مسلمان پر نمازیں فرض کی ہیں، ان کو جو شخص مکمل توجہ، دھیان اور تمام آداب وشرائط کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام کرتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت فضائل، انعام اور اجر وثواب دیا جاتا ہے، اس کے برعکس جو شخص ان نمازوں کو ادا نہیں کرتا یا انہیں صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتا، اس کے لئے حدیث میں بڑی سخت وعیدیں اور اللہ کی طرف سے ڈانٹ ڈپٹ، ناراضگی اور سخت عذاب کا ذکر ہے، ذیل میں فضائل پر مشتمل احادیث اور پھر نماز نہ پڑھنے پر عذاب والی احادیث لکھی جاتی ہیں، شاید کوئی غافل انسان انہیں پڑھ کر راہِ راست پر آجائے۔ لیجئے احادیث کی تفصیل:

(۱)...... حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز کے بارے میں گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: جو بندہ نماز اہتمام سے ادا کرے گا، تو وہ قیامت کے دن اس کے واسطے نور ہوگی، (جس سے قیامت کی اندھیریوں میں اس کو روشنی ملے گی) اور دلیل ہوگی (بخشش کے لئے) اور اس کے لئے نجات کا ذریعہ بنے گی، اور جس شخص نے نماز کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کیا تو وہ اس کے

واسطے نہ نور بنے گی ، نہ دلیل ، اور نہ ذریعہ نجات ، اور وہ بدبخت قیامت میں قارون ، فرعون، ہامان اور (مشرکین مکہ کے سرغنہ) ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا (۱)۔

بزرگوں نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ ان چار شخصوں کا ذکر اس وجہ سے کیا ہے کہ نماز چھوڑنے والے عموماً چار قسم کے لوگ ہوتے ہیں :

(۱)...... جو حاکم اور سربراہ ہونے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے ، یہ لوگ قیامت میں فرعون کے ساتھ ہونگے ، کیوں کہ وہ حکومت کی وجہ سے اللہ پاک کا باغی بنا تھا۔

(۲)...... جو مسلمان مالداری کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے ، یہ لوگ قیامت میں قارون کے ساتھ ہوں گے ، کیوں کہ وہ مال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا نافرمان بنا تھا۔

(۳)...... جو لوگ ملازمت کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے ، یہ لوگ ہامان کے ساتھ ہوں گے ، کیوں کہ اس نے فرعون کا وزیر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بغاوت اور سرکشی اختیار کی تھی۔

(۴)...... جو لوگ تجارت اور دکانداری کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے ، یہ لوگ ابی بن خلف کے ساتھ ہوں گے ، یہ شخص ایک بڑا مشرک تھا، تجارت اور کاروبار کرتا تھا، اس کو حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے قتل کیا تھا۔

مذکورہ اسباب کے علاوہ اور بھی بہت سے اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے نمازیں ترک کی جاتی ہیں ، حالانکہ ایک مسلمان کے لئے کسی بھی حالت میں نماز ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : عورت جب پانچوں وقت کی نماز پڑھے ، رمضان کے روزے رکھے ، پاک دامن رہے اور

---

(۱) مشکاۃ (۵۸:۱)

اپنے شوہر کی فرمان برداری کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے، داخل ہو جائے (۱)۔

(۳)...... فرمایا: پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں، جس نے ان کے لئے اچھی طرح وضو کیا، اور ٹھیک وقت پر ان کو پڑھا، اور رکوع وسجود بھی جیسے کرنے چاہئیں، ویسے ہی کئے، اور خشوع کی صفت کے ساتھ ان کو ادا کیا، تو ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخشدے گا، اور جس نے ایسا نہیں کیا، (اور نماز کے بارے میں کوتاہی کی) تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے، چاہے تو اس کو بخشدے، اور چاہے تو اس کو سزا دے۔ (۲)۔

(۴)...... فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو، جس میں روزانہ پانچ دفعہ وہ نہاتا ہو، تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے غلطیوں کو مٹا دیتا ہے۔ (۳)

(۵)...... آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، اگر نماز ٹھیک نکلی تو بندہ کامیاب اور بامراد ہوگا، اور اگر نماز خراب نکلی تو ناکام ہوگا، اور نقصان اٹھائے گا۔ (۴)

نمازوں کے اوقات

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جتنی نمازیں فرض، یا واجب یا سنت قرار دی ہیں، ان سب کے اوقات بھی بیان فرمائے ہیں، ان اوقات کا لحاظ کئے بغیر نماز پڑھی جائے تو وہ

---

(۱) مشکاۃ (۲۸۱:۲) (۲) ابوداؤد (۶۱:۱) (۳) مشکاۃ (۵۷:۱) (۴) ترمذی (۹۴:۱)

درست نہیں ہوتی، بعض لوگ نمازوں کے اوقات کا لحاظ نہیں رکھتے، جب دل چاہا اٹھے، وضو کیا، اور نماز پڑھنا شروع کردی، یہ نماز کا وقت ہے یا نہیں، یا وقتِ مکروہ ہے، سورج غروب ہورہا ہے یا طلوع ہورہا ہے، ان چیزوں کی طرف قطعاً توجہ نہیں کی جاتی، حالانکہ ایک نمازی کو ان امور کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے، اس لئے گھروں اور دفتروں میں نماز کا ''نقشہ اوقات'' رکھا جائے، تاکہ اس سے نمازوں کے اوقات دیکھے جائیں اور صحیح اوقات میں انہیں ادا کیا جائے۔

ان اوقات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱)...... **فجر کا وقت:** صبح صادق سے شروع ہوکر طلوع آفتاب تک باقی رہتا ہے۔

صبح صادق: اس سفیدی کو کہتے ہیں، جو مشرق کی جانب، جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے، سورج نکلنے سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے آسمان کے کنارے پر چوڑائی میں یعنی شمالاً جنوباً دکھائی دیتی ہے، اور نہایت تیزی سے دائیں بائیں تمام آسمان پر پھیل جاتی ہے، جس سے زمین پر بھی کچھ روشنی سی ہوجاتی ہے، یہ صبح صادق ہے، اس وقت سے فجر کا وقت شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔

(۲) **ظہر اور جمعہ کا وقت:** سورج ڈھلنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک ہر چیز کا سایہ اس کے اصلی سایہ کے علاوہ اس سے دوگنا ہو جائے، مثلاً ایک لکڑ جو ایک فٹ لمبی ہے، ٹھیک دوپہر میں اس کا سایہ اصلی بھی ایک فٹ تھا، اب جب اس لکڑ کا سایہ تین فٹ ہوگا تو ظہر کا وقت ختم ہوجائے گا۔

(۳) **عصر کا وقت:** جب ہر چیز کا سایہ، اصلی سایہ کے علاوہ دوگنا ہوجائے تو اس

وقت سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، اور غروب آفتاب تک رہتا ہے۔

(۴) مغرب کا وقت: غروب آفتاب کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور جب تک آسمان کے مغربی افق پر سرخی موجود ہو، اس وقت تک مغرب کا وقت رہتا ہے، اور یہ وقت تقریباً سوا گھنٹہ تو ہوتا ہی ہے، موسم کے اختلاف سے اس سے کم وبیش بھی ہوسکتا ہے۔

عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ غروب آفتاب کے بعد تھوڑا سا بھی اندھیرا ہو جائے تو کہتے ہیں کہ مغرب کا وقت ختم ہوگیا، یہ بات انتہائی غلط ہے، مغرب کی نماز میں قصداً بلا وجہ تاخیر کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر کسی مجبوری سے تاخیر ہو جائے تو شفق غروب ہونے سے پہلے نماز مغرب ضرور پڑھ لینی چاہئے، نماز کو قضا نہیں کرنا چاہئے، کیوں کہ جان بوجھ کر نماز قضا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

(۵) عشاء کا وقت: جب مغرب کا وقت ختم ہو جائے، تو اس وقت سے عشاء کا وقت شروع ہو کر صبح صادق تک رہتا ہے اور نمازِ وتر کا بھی یہی وقت ہے لیکن اسے عشاء کے فرض سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے(۱)۔

جہاں دن رات چھ چھ ماہ کا ہو وہاں نماز کا حکم

دنیا میں اس وقت بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں دو دو ماہ یا چھ چھ ماہ کے دن رات ہوتے ہیں اور بہت سی ایسی جگہیں بھی ہیں کہ جہاں طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے درمیان صرف گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کا فاصلہ ہوتا ہے اس قسم کے مقامات پر بھی ہر مسلمان مرد وعورت پر پانچوں نمازیں ادا کرنا فرض ہیں، نمازوں کے اوقات کی تعیین کیلئے

---

(۱) عالمگیری (۱:۵۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲:۱۰۷)

ان مقامات کے آس پاس کے علاقے دیکھے جائیں، جو علاقہ وہاں سے قریب تر ہو کہ جہاں روزانہ معمول کے مطابق طلوع وغروب ہوتا ہو، اس کے دن رات کا حساب کر کے ان مقامات پر نمازوں کے اوقات کی ترتیب بنائی جائے، تاکہ ہر چوبیس گھنٹہ میں پانچوں نمازیں ادا کی جاسکیں (۱) ۔

نمازِ عیدین کا وقت

جب سورج اچھی طرح ظاہر ہو جائے اور اس کی زردی ختم ہو کر روشنی خوب تیز ہو جائے تو نمازِ عیدین کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اور سورج کے ڈھلنے تک باقی رہتا ہے بہتر یہ ہے کہ عید الفطر کچھ دیر سے اور عید الاضحیٰ ذرا جلدی پڑھی جائے (۲) ۔

ممنوع اوقات

تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں فرض، واجب، اداء اور قضاء، غرض ہر قسم کی نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

(۱)...... جب آفتاب طلوع ہو رہا ہو، اس کی زردی ختم ہونے تک نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

(۲)...... ٹھیک دوپہر کا وقت، جب تک آفتاب ڈھل نہ جائے۔

(۳)...... سورج غروب ہوتے وقت، البتہ اسی دن کی نمازِ عصر میں اگر کسی وجہ سے تاخیر ہو گئی ہو، تو آفتاب میں سرخی آجانے کے بعد بھی اسے پڑھ لینا چاہیئے، قضاء نہ کرنا چاہیئے (۳)۔

---

(۱) جواہر الفتاوی (۱:۱۷۶)، امداد الاحکام (۱:۴۰۵) (۲) (عالمگیر (۱:۵۲)

(۳) (عالمگیر ۱:۵۲)

نمازوں کی رکعات

(۱) نمازِ فجر: پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ، پھر دو رکعت نمازِ فرض۔

(۲) نمازِ ظہر: پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ پھر چار رکعت نمازِ فرض، پھر دو رکعت سنت مؤکدہ اور دو رکعت نمازِ نفل۔

(۳) نمازِ عصر: پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ پھر چار رکعت نمازِ فرض۔

(۴) نمازِ مغرب: پہلے تین رکعت نمازِ فرض، پھر دو رکعت سنت مؤکدہ، پھر دو رکعت نمازِ نفل۔

(۵) نمازِ عشاء: پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ، پھر چار رکعت نمازِ فرض، پھر دو رکعت سنت مؤکدہ پھر دو رکعت نفل پھر تین رکعت نمازِ وتر، پھر دو رکعت نمازِ نفل۔

(۶) نمازِ جمعہ: پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ، پھر دو رکعت نمازِ فرض با جماعت، پھر دو رکعت سنت مؤکدہ، پھر چار رکعت سنت مؤکدہ، پھر دو رکعت نمازِ نفل۔

نماز کے فرائض

نماز میں تیرہ چیزیں فرض ہیں، جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اگر ان میں سے کوئی چیز بھولے سے رہ جائے، یا جان بوجھ کر چھوڑ دی جائے، تو نماز نہیں ہوگی، ان میں سے سات چیزوں کی ادائیگی نماز سے پہلے ضروری ہے، انہیں ''شرائط نماز'' کہا جاتا ہے، اور بقیہ چھ چیزیں نماز کے اندر ضروری ہیں، یہ نماز کے ضروری اجزاء ہیں، ان کو ''ارکانِ نماز'' کہتے ہیں۔

شرائطِ نماز

۱)......بدن کا پاک ہونا۔

۲)......لباس کا پاک ہونا۔

۳)......نماز کی جگہ کا پاک ہونا۔

۴)......ستر چھپانا یعنی جسم کے جن حصوں کو چھپانا فرض ہے ان کو چھپانا، مرد کے لئے ناف سے گھٹنے تک کا حصہ چھپانا فرض ہے اور خواتین کے لئے ہاتھ، پاؤں اور چہرے کے علاوہ پورے جسم کا چھپانا فرض ہے۔

۵)......نماز کا وقت ہونا۔

۶)......قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا۔

۷)......نیت کرنا یعنی جس وقت کی نماز ادا کرنا ہو، دل میں اس کا ارادہ کرنا، اگر دل کے ارادے کے ساتھ زبان سے بھی اس کا اظہار کرلیا جائے تو بہتر ہے، لیکن ضروری نہیں، امام کے پیچھے نماز پڑھیں تو اس کی نیت کرنا بھی ضروری ہے (۱)۔

ارکانِ نماز کی تفصیل

ارکانِ نماز چھ چیزیں ہیں :

۱)......تکبیر تحریمہ کہنا یعنی نماز شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر کہنا، یہ تکبیر کہتے ہی آدمی نماز میں داخل ہوجاتا ہے، اور نماز کی حالت میں چونکہ کھانا، پینا، چلنا، پھرنا اور بات چیت کرنا سب حرام ہوجاتا ہے، اس لئے اس تکبیر کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔

---

(۱) عالمگیری (۱ :۶۰-۶۵)

۲)......قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔

۳)......قرأت کرنا یعنی نماز میں کم از کم ایک بڑی آیت یا ایک چھوٹی سورت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا۔

۴)......رکوع کرنا۔

۵)......دونوں سجدے کرنا۔

٦)......قعدہ اخیرہ یعنی نماز کی آخری رکعت میں اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں تشہد پڑھا جا سکے(۱)۔

نمازِ کے واجبات

''واجباتِ نماز'' سے مراد وہ اہم چیزیں ہیں، جن کا ادا کرنا نماز میں ضروری ہے، اگر کبھی بھولے سے ان میں سے کوئی چیز رہ جائے تو سجدۂ سہو کر لینے سے نماز درست ہوجاتی ہے، اور اگر ان میں سے کوئی چیز جان بوجھ کر چھوڑ دی جائے یا بھولے سے چھوٹنے کے بعد سجدۂ سہو نہ کیا جائے تو نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہوتا ہے۔

نماز میں چودہ چیزیں واجب ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے :

۱)......فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا۔

۲)......فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں، وتر، سنت اور نوافل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

۳)......فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں، واجب، سنت اور نفل نماز کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھنا۔

---

(۱) عالمگیری (۱ :۷۰)

۴)......سورۂ فاتحہ پہلے پڑھنا اور دوسری سورت یا آیات اس کے بعد پڑھنا۔

۵)......قرأت، رکوع، سجدوں اور رکعتوں میں ترتیب قائم رکھنا۔

۶)......قومہ کرنا یعنی رکوع سے اٹھ کر بالکل سیدھا کھڑا ہونا۔

۷)......جلسہ کرنا یعنی دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا۔

۸)......تعدیل ارکان یعنی رکوع اور سجود وغیرہ تمام ارکان کو اطمینان اور تسلی سے ادا کرنا۔

۹)......قعدہ اولیٰ یعنی تین اور چار رکعت والی نماز میں دوسری رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں تشہد (التحیّات ....) پڑھا جا سکے۔

(۱۰)......دونوں قعدوں میں ایک ایک بار التحیات پڑھنا۔

(۱۱)......فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین، تراویح اور رمضان میں وتر کی جماعت میں امام کا بلند آواز سے قرأت کرنا اور ظہر وعصر میں آہستہ قرأت کرنا۔

(۱۲)......نماز کو السلام علیکم سے ختم کرنا۔

(۱۳)......نماز وتر میں دعاء قنوت پڑھنا۔

(۱۴)......نماز عیدین میں چھ زائد تکبیریں کہنا(۱)۔

نماز کی سنتیں

نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جن چیزوں کا اہتمام کرنا ثابت ہے لیکن ان کی تاکید فرض اور واجب کے برابر ثابت نہیں ہے، وہ نماز کی سنتیں کہلاتی ہیں، ان میں سے کوئی چیز اگر چھوٹ جائے، تو نہ نماز فاسد ہوتی ہے، اور نہ سجدہ سہو کرنا واجب ہوتا ہے، لیکن جان بوجھ کر انہیں چھوڑنا بہت بری بات ہے، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے،

---

(۱) فتاویٰ ہندیہ (۱ : ۷۲)

نماز میں اکیس سنتیں ہیں:

(۱)......تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھ اٹھانا، مردوں کو کانوں کی لو تک اٹھانا اور خواتین کو دونوں شانوں تک، البتہ عذر کی وجہ سے مردوں کیلئے بھی شانوں تک ہاتھ اٹھانا جائز ہے۔

(۲)......تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اپنے حال پر کھلی رکھنا، اور دونوں ہتھیلیوں اور انگلیوں کا رُخ قبلے کی طرف کرنا۔

(۳)......تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر نہ جھکانا۔

(۴)......تکبیر تحریمہ کہنے کے فوراً بعد مردوں کو ناف پر اور عورتوں کو سینے پر ہاتھ باندھنا، ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھیں اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لیں، اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر بچھا کر رکھیں، یہی طریقہ خواتین کے لئے بھی ہے، البتہ ان کے لئے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑنا مسنون نہیں ہے۔

(۵)......ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت تکبیر کہنا، اور اگر امام ہو تو وہ بلند آواز سے تکبیر کہے۔

(۶)......ثناء یعنی ''سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلاَ اِلٰـهَ غَیْرُکَ'' پڑھنا، پھر تعوذ یعنی ''اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم'' اور تسمیہ یعنی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھنا۔

(۷)......فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنا۔

(۸)......آمین کہنا۔

(۹)......ثناء تعوذ، تسمیہ اور آمین سب آہستہ آواز سے کہنا۔

(۱۰)......مسنون طریقے کے مطابق قرأت کرنا۔

(۱۱)......رکوع اور سجدے میں کم از کم تین مرتبہ تسبیح یعنی ''**سبحان ربی العظیم**'' اور سجدے میں ''**سبحان ربی الاعلیٰ**'' کہنا۔

(۱۲)......رکوع میں سر اور کمر کو ایک سیدھ میں برابر رکھنا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑ لینا۔

(۱۳)......قومہ یعنی رکوع سے اٹھنے کے وقت امام کا تسمیع یعنی ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہنا، مقتدی کا تحمید یعنی ''ربنا لک الحمد'' کہنا اور منفرد کا تسمیع اور تحمید دونوں کہنا۔

(۱۴)......سجدے میں جاتے ہوئے پہلے زمین پر گھٹنے رکھنا، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک، اور پیشانی رکھنا۔

(۱۵)......جلسے (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا) اور قعدے میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا، اور داہنے پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلے کی طرف رہیں اور دونوں ہاتھ زانوؤں پر رہیں۔

(۱۶)......تشہد میں لا الہ کہتے وقت داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا، اور الاّ اللہ کہنے کے وقت اسے جھکا دینا۔

(۱۷)......قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف اور اس کے بعد کوئی مسنون دعاء پڑھنا۔

(۱۸)......پہلے دائیں جانب سلام پھیرنا، اور پھر بائیں جانب (۱)۔

---

(۱) فتاویٰ ہندیہ (۱ : ۷۲-۷۸)

نماز کے مستحبات

نماز میں پانچ چیزیں مستحب ہیں :

(۱)......مرد اگر کمبل یا چادر وغیرہ اوڑھے ہوئے ہو تو تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت چادر یا کمبل سے ہاتھ باہر نکال لینا۔

(۲)......حالتِ قیام میں سجدہ کے مقام پر نظر رکھنا اور رکوع کی حالت میں اپنے دونوں پیروں پر، قعدے اور جلسے میں اپنے زانوؤں پر اور سلام پھیرتے وقت اپنے شانوں پر نگاہ رکھنا۔

(۳)......نمازی منفرد (اکیلا نماز پڑھنے والا) ہوتو رکوع اور سجود میں تین مرتبہ سے زیادہ تسبیح پڑھنا۔

(۴)......جہاں تک ہو سکے کھانسی روکنا۔

(۵)......نماز میں جمائی آئے تو منہ بند رکھنے کی کوشش کرنا، اور اگر منہ کھل ہی جائے تو حالتِ قیام میں داہنے ہاتھ سے اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ کو چھپالینا(۱)۔

نماز کے مکروہات

(۱)......پیشاب، پاخانہ یا ریح روک کر نماز پڑھنا۔

(۲)......نماز میں کمر یا کولہے پر ہاتھ رکھنا۔

(۳)......کہنیاں کھلی رکھنا۔

(۴)......سستی اور بے پرواہی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا۔

(۵)......انگلیاں چٹخانا۔

---

(۱) عالمگیری (۱ :۱۰۷) بدائع الصنائع (۱ : ۵۰۶)

(۶)......جسم یا کپڑے سے کھیلنا۔

(۷)......دائیں بائیں گردن موڑنا۔

(۸)......انگڑائی لینا۔

(۹)......سجدہ میں مرد کا پیٹ کورانوں سے ملانا۔

(۱۰)......نمازی کے سر کے اوپر یا سامنے، یا دائیں یا بائیں یا سجدہ کی جگہ پر تصویر کا ہونا۔

(۱۱)......جاندار کی تصویر والا کپڑا پہننا۔

(۱۲)......منہ میں کوئی چیز چبانا یا ایسی چیز رکھ کر نماز پڑھنا، جس سے قرأت میں خلل واقع ہو جائے اور اگر اس کی وجہ سے قرأت ہو ہی نہ سکے، تو نماز بالکل نہیں ہوگی۔

(۱۳)......مرد کے لئے سجدے کی حالت میں کہنیاں زمین پر بچھانا مکروہ ہے۔

(۱۴)......آنکھوں کا بند کرنا، لیکن اگر آنکھیں بند کرنے سے دل خوب متوجہ ہو جائے، تو پھر انہیں بند کر کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، تاہم اسے معمول بنا لینا بہتر نہیں ہے۔

(۱۵)......آسمان کی طرف آنکھیں اٹھانا۔

(۱۶)......ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔

(۱۷)......نماز میں خلافِ سنت کوئی کام کرنا (۱)۔

مفسداتِ نماز

جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور دوبارہ پڑھنا ہوتی ہے، ان کو مفسدات نماز کہتے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱)......بات کرنا، خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ، قصداً ہو یا بھول کر۔

---

(۱) عالمگیری (۱: ۱۰۷- ۱۰۹)، شامی (۱: ۶۵۳)

(۲)......سلام کرنا یا سلام کا جواب زبان سے دینا۔

(۳)......اچھی خبر سنکر الحمد للہ کہنا، اور بری خبر سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا اور عجیب وغریب خبر سن کر سبحان اللہ کہنا۔

(۴)......چھینکنے والے کا جواب یرحمک اللہ سے دینا۔

(۵)......نماز کے اندر کھانا یا پینا، جان بوجھ کر ہو یا بھولے سے، تھوڑا ہو یا زیادہ۔

(۶)......نماز کے صحیح ہونے کی شرطوں میں سے کوئی شرط نماز کی حالت میں نہ پائی جائے مثلاً وضو ٹوٹ جائے جیسے منہ بھر کرتے آ جائے۔

(۷)......نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب جان بوجھ کر چھوڑ دینا۔

(۸)......عمل کثیر ہو جائے یعنی ایسا کوئی کام کرنا جسے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز ہی نہیں پڑھ رہا مثلاً دونوں ہاتھوں سے کوئی کام کرنا۔

(۹)......قبلہ سے سینہ کا پھر جانا۔

(۱۰)......درد یا تکلیف یا پریشانی کی وجہ سے ہائے، اف، یا آہ آہ کرنا۔

(۱۱)......دیکھ کر قرآن مجید پڑھنا۔

(۱۲)......قرآن مجید پڑھنے میں ایسی بڑی غلطی کرنا کہ جس سے معنی ہی بدل جائے۔

(۱۳)......کسی کتاب یا کسی لکھی ہوئی چیز پر نگاہ پڑی، اس کو زبان سے پڑھ لینا، اگر دل میں صرف اس کا مطلب سمجھ لیا تو پھر نماز نہیں ٹوٹتی، لیکن ایسا بھی نہیں کرنا چاہیئے۔

(۱۴)......نماز جنازہ کے علاوہ کسی اور نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا۔

(۱۵)......اپنے امام کے سوا کسی اور کو لقمہ دینا(۱) ۔

یہ چند مفسدات ہیں، جو عموماً پیش آتے ہیں، ورنہ اس کے علاوہ اور بھی بہت

---

(۱) فتاویٰ ہندیہ (۱ :۹۹- ۱۰۴)

ہیں، اور اگر اس طرح کا کوئی مسئلہ پیش آجائے تو کسی ماہر مفتی سے پوچھ لینا چاہئے۔

نماز سے باہر کسی شخص کی بات پر عمل کرنے والے نمازی کی نماز کا حکم

اگر کوئی شخص نمازی کو دوران نماز قبلہ کی صحیح سمت بتائے، یا کوئی عورت دوسری عورت کو جسم کے کسی حصے کے کھلنے کی نشاندہی کر کے اسے ڈھانپنے کے لئے کہے............تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اگر نمازی اس شخص کی بات پر عمل کرلے تو کیا اس کی نماز فاسد ہوجائے گی یا نہیں؟

اس بارے میں فقہاء کرام سے مختلف صورتیں منقول ہیں، جن میں سے بعض نماز کو فاسد کردیتی ہیں، اور بعض سے نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا، چنانچہ حضرات فقہاء کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دو صورتوں میں نماز فاسد ہوجاتی ہے:

(۱) اگر کوئی شخص دورانِ نماز، نماز سے باہر کسی شخص کی بات پر عمل کرے، تو اس سے اس کی نماز اس وقت فاسد ہوگی، جبکہ نمازی کا مقصد شریعت کے حکم کی اتباع کرنا نہ ہو بلکہ نماز سے باہر والے شخص کی بات ماننا مقصود ہو۔

(۲) یہ فساد اس وقت ہے جب اس میں تعلیم وتعلم یعنی سیکھنا سکھانا پایا جائے، جیسے کوئی غیر نمازی کسی نمازی کو قرأت میں لقمہ دیدے، تو چونکہ تعلیم وتعلم ایک عمل کثیر (زیادہ کام) اور نماز کے منافی کام ہے، اس لئے اس سے نماز فاسد ہوجائے گی، اگرچہ اس سے مقصود شریعت کی اتباع ہی ہو، تب بھی فساد لازم آئے گا۔

اس مسئلے کی مزید وضاحت حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے معارف القرآن (۱:۳۷۷) میں یوں ذکر کی ہے:

''ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی نمازی ایسے شخص کی آواز پر عمل کرے، جو اس کے ساتھ نماز میں شریک نہیں، تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ خود اس شخص کی دلداری اور اتباع مقصود ہو، یہ تو مفسد نماز ہے، لیکن اگر اس نے کوئی حکم شرعی بتلایا اور اس کا اتباع نمازی نے کرلیا تو وہ درحقیقت امر الٰہی کا اتباع ہے، اس لئے مفسدِ نماز نہیں ہوگا''

لہٰذا اگر نماز پڑھنے والی عورت نے شریعت کے حکم کا خیال کئے بغیر نشاندہی کرنے والی عورت کے حکم ہی کا اتباع کرتے ہوئے کپڑا درست کیا تو نماز فاسد ہوگئی، اور اگر اس کے امر کا اتباع مقصود نہیں تھا بلکہ عورت کی نشاندہی کے بعد اس نے شریعت کا حکم سمجھ کر کپڑا درست کیا جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو اس کی نماز درست ہے، فاسد نہیں ہوگی۔

البتہ ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ مذکورہ نشاندہی کرنے والی عورت کی بات کو فوراً نہ مانے بلکہ تھوڑی دیر ٹھہر جائے، اور پھر اپنی رائے سے کپڑا درست کرے، تاکہ اس کی نماز ہر طرح کے فساد سے محفوظ رہے، یہی تفصیل اس صورت میں بھی ہے جب کوئی شخص کسی نمازی کو دورانِ نماز قبلہ کا صحیح رُخ بتائے (۱)۔

نماز پڑھنے کا پورا طریقہ

جب انسان نماز پڑھنے کا ارادہ کرے، تو سب سے پہلے اپنا بدن ہر قسم کی ناپاکی اور گندگی سے پاک کرے، اور پاک کپڑے پہن کر، پاک جگہ پر قبلہ کی طرف رخ کر کے اس طرح کھڑا ہو کہ دونوں قدموں کے درمیان کم از کم چار انگلی یا اس کے قریب قریب فاصلہ رہے پھر جو نماز پڑھنی ہے اس کی دل سے نیت کرے اور زبان سے بھی کہہ لے تو اچھا

---

(۱) امداد الفتاویٰ (۱: ۳۴۰، ۳۵۵) فتوی جامعہ دار العلوم کراچی (۶۱۸/۲۴)

ہے، پھر دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھائے، ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور انگلیاں قبلہ رخ رہیں ورانگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل ہوں اور انگلیاں کھلی کھلی رہیں پھر تکبیر یعنی اللہ اکبر کہے، تکبیر کے وقت سر نہ جھکائے پھر دونوں ہاتھ ناف پر اس طرح باندھے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑ لے اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر بچھا کر رکھے اور قیام کی حالت میں نظر سجدے کی جگہ پر رہے پھر آہستہ سے ثناء، تعوذ، تسمیہ، اور سورۃ فاتحہ پڑھے اور پھر آہستہ سے آمین بھی کہے۔

ثنا یہ ہے: ''سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلاَ اِلٰہَ غَیْرُکَ'' اے اللہ میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور آپکی تعریف کرتا ہوں اور آپ کا نام بابرکت ہے اور آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

تعوذ یہ ہے: ''اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم'' میں اللہ کی شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں۔

تسمیہ یہ ہے: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

سورۃ فاتحہ یہ ہے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ o اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ o اِھْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ o غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ''

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، بے حد

مہربان نہایت رحم والا ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، ہمیں سیدے راستہ پر چلا، ان لوگوں کے راستے پر جن پر آپ نے انعام فرمایا، جن پر نہ آپ کا غصّہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔

سورۃ فاتحہ جب ختم ہو جائے تو آہستہ سے آمین کہے، پھر بسم اللہ پڑھ کر کوئی سورت یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھے، قرأت کر کے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے، رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر، ان سے دونوں گھٹنے پکڑ لے، پیٹھ (کمر) کو بالکل سیدھا رکھے اور ہاتھ پسلیوں سے بالکل علیحدہ رہیں اور کم از کم تین بار رکوع میں یہ تسبیح پڑھے :

"سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم" میرا عظمت والا پروردگار پاک ہے۔

اس کے بعد تسمیع کہتا ہوا قومہ کرے یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہو جائے اور پھر تحمید کہے۔

تسمیع یہ ہے: سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ۔ اللہ نے اس شخص کی بات سن لی، جس نے اس کی تعریف کی۔

اور تحمید یہ ہے: رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔ اے ہمارے رب، سب تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں۔

اگر امام ہو تو صرف تسمیع کہے، اور مقتدی صرف تحمید کہے، اور منفرد یعنی اکیلا نماز پڑھنے والا آدمی تسمیع اور تحمید دونوں کہے، پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں چلا جائے، پہلے دونوں گھٹنے، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک اور پھر پیشانی زمین پر رکھے، چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور انگوٹھے کان کے بالمقابل رہیں، ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر، ان کا رخ اور

پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رہے اور جب تک سجدہ میں رہے تو پاؤں کی انگلیاں زمین سے نہ اٹھائے ، سجدہ میں دونوں کہنیاں نہ تو زمین پر بچھائے ، اور نہ انہیں پسلیوں سے ملائے ، اسی طرح پیٹ بھی رانوں سے علیحدہ رہے، سجدہ میں کم از کم تین بار یہ تسبیح پڑھے:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ . میرا بلند رب پاک ہے۔

پھر پہلے پیشانی، پھر ناک پھر ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہتا ہوا اٹھے اور سیدھا بیٹھ جائے ، اور بیٹھ کر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَارْفَعْنِیْ .

اے اللہ مجھے بخش دے ، میرے اوپر رحم کر، مجھے معاف کر دے ، اور مجھے ہدایت دے ، اور مجھے رزق حلال دے ، اور میری شکستہ حالی کو دور کر، اور مجھے بلندی عطا فرما۔

جب یہ دعا پڑھ لے تو اللہ اکبر کہتا ہوا دوسرا سجدہ اسی طرح کرے ، جس طرح پہلا سجدہ کیا ہے، اور وہ تسبیح پڑھے جو پہلے سجدے میں پڑھی ہے، دونوں سجدے کرنے کے بعد اللہ اکبر کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے ، اور ہاتھ باندھ لے، پھر بسم اللہ ، سورۃ فاتحہ اور قرأت کرے ، لیکن ثنا اور تعوذ نہ پڑھے پھر اسی طریقہ سے رکوع ، قومہ اور دونوں سجدے کرے جس طرح پہلی رکعت میں کیے تھے، البتہ دوسرے سجدے کے بعد بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دایاں پاؤں کھڑا رہے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رہے، اور دونوں ہاتھ رانوں پر قبلہ رخ کر کے رکھے، اور یہ تشہد پڑھے :

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ ،اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا

النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

’’تمام زبانی عبادتیں اور تمام بدنی عبادتیں، اور تمام مالی عبادتیں، اللہ ہی کے واسطے ہیں، اے نبی آپ پر سلام اور خدا کی رحمت اور اسکی برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں، کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں‘‘

جب **اشهد ان لا اله الا الله** پر پہنچے تو داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کو ملا کر حلقہ بنالے، اور پھر شہادت کی انگلی **لا الـه** کہتے وقت اٹھائے اور **الا اللـه** کہتے وقت گرادے، اس کے بعد جب تک بیٹھا رہے، اسی طرح حلقہ بنا کر رکھے، اگر دو رکعت والی نماز ہے تو تشہد کے بعد یہ درود شریف پڑھے :

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اے اللہ! محمد اور محمد کی اولاد پر رحمت نازل فرمایئے، جس طرح آپ نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی ہے، بیشک آپ ہی تعریف کے لائق اور بزرگ ہیں، اے اللہ! محمد اور محمد کی اولاد پر برکتیں نازل فرما جیسا کہ آپ نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی

ہے، بیشک آپ ہی تعریف کے لائق ہیں۔

درود کے بعد وہ دعا جو قرآن مجید یا احادیث میں منقول ہے، وہ کرنی چاہیئے، مثلاً:

۱)...... رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلاۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَاوَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ، رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔(۱)

اے میرے رب! مجھ کو بھی نماز کا اہتمام کرنے والا بنا دیجئے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو، اے ہمارے رب، اور میری یہ دعا قبول کیجئے اے ہمارے رب میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی، اور تمام مومنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن (قیامت کے دن)

۲)......رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔(۲)

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

درود شریف کے بعد، سلام سے پہلے، مندرجہ ذیل دعائیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اسلئے یہ مبارک دعائیں اس موقع پر کرنی چاہئیں۔

(۱) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَاوَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔

یا اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور عذاب قبر سے

---

(۱) سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۴۰،۴۱۔ (۲) (سورۃ بقرہ آیت ۲۰۱)

اور زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے۔

(۲) اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ ۔ (۱)

یا اللہ! میں گناہ اور قرض سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

(۳) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ، وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ، وَمَاأَعْلَنْتُ، وَمَا أَسْرَفْتُ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لاَ اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ ۔ (۲)

یا اللہ! معاف فرما دیجئے میرا ہر وہ گناہ، جو میں نے پہلے کیا ہو، یا بعد میں، جو میں نے خفیہ طریقے پر کیا ہو، یا علانیہ، اور میری ہر زیادتی کو، اور ان تمام گناہوں کو معاف فرما دیجئے، جن کا آپ کو مجھ سے زیادہ علم ہے، آپ ہی آگے کرنے والے ہیں، اور آپ ہی پیچھے کرنے والے ہیں، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(۴) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْماً کَثِیْراً، وَاِنَّهُ لاَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ، وَارْحَمْنِیْ، اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔ (۳)

یا اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے، اور آپ کے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا، لہذا آپ خاص اپنی طرف سے میری مغفرت فرما دیجئے، اور مجھ پر رحم کیجئے، بیشک آپ ہی بہت بخشنے والے، بڑے

---

(۱) صحیح مسلم (۱:۲۱۷) باب استحباب التعوذ بين التشهد والتسليم۔

(۲) الصحیح بخاری (۲:۹۳۵) الصحیح مسلم (۱:۲۶۳)

(۳) (بخاری (۱:۱۱۵)، مسلم (۲:۳۴۷)

مہربان ہیں۔

اس کے بعد داہنی طرف سلام پھیرے اور سلام پھیرتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے، پھر اسی طرح بائیں طرف سلام پھیرے اور سلام پھیرتے وقت فرشتوں پر سلام بھیجنے کی نیت کرے اور اگر امام ہو تو اس کے ساتھ نمازیوں پر سلام کی بھی نیت کرے اور مقتدی ہو تو امام، نمازی، اور فرشتوں کی نیت کرے، یہ دو رکعت والی نماز پڑھنے کا طریقہ تھا (۱)۔

اگر چار رکعت یا تین رکعت والی نماز ہو، تو تشہد پڑھنے کے بعد فوراً اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے، اگر یہ چار یا تین رکعت والی نماز فرض ہو، تو دونوں رکعتوں میں (اگر چار رکعت والی نماز ہو) یا صرف تیسری رکعت میں (اگر نماز مغرب ہو) بسم اللہ اور سورۃ فاتحہ پڑھکر رکوع کر لے، اور اگر چار رکعت والی سنت یا نفل نماز ہے، تو دونوں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد قرأت کرنا یعنی الحمد کے بعد کوئی سورت یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیات پڑھنا فرض ہے، اسی طرح اگر نماز وتر ہو تو اس کی تیسری رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ اور قرأت کرنا فرض ہے، اس کی تیسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو کر تکبیر کہتا ہوا کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ کر، درج ذیل دعاء قنوت پڑھے :

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ، وَنَسْتَغْفِرُکَ ،وَنُؤْمِنُ بِکَ ،وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ، وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ، وَنَشْکُرُکَ ،وَلاَ نَکْفُرُکَ، وَنَخْلَعُ ،وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ، اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ، وَلَکَ نُصَلِّیْ، وَنَسْجُدُ ،وَاِلَیْکَ نَسْعٰی ،وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ، وَنَخْشٰی عَذَابَکَ ،اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ۔ (۲)

---

(۱) الفتاوی التتارخانیہ (۱: ۵۲۹-۵۵۲) (۲) شرح معانی الآثار للطحاوی (۱: ۱۷۱)

اے اللہ! بیشک ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں، اور ہم آپ سے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں، اور آپ پر ایمان لاتے ہیں، اور آپ پر بھروسہ کرتے ہیں، اور ہم آپ کی اچھی تعریف کرتے ہیں، اور آپ کا شکر ادا کرتے ہیں، ناشکری نہیں کرتے، اور ہم علیحدہ کر دیتے ہیں، اور ہم چھوڑ دیتے ہیں اس شخص کو جو آپ کی نافرمانی کرے، اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور آپ کیلئے ہی نماز پڑھتے، اور سجدہ کرتے ہیں، اور آپ کی طرف ہی دوڑتے اور لپکتے ہیں، اور آپ کے عذاب سے ڈرتے ہیں، اور آپ کی رحمت کے امیدوار ہیں، بیشک آپ کا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔

یا وتر کی آخری رکعت میں یہ دعاء پڑھے :

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ، وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ، وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ، وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ، اِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضیٰ عَلَیْکَ، اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ، وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ، تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ، نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ۔(۱)

اے اللہ! جن لوگوں کو آپ نے ہدایت دی، ان کے ضمن میں مجھے بھی ہدایت دے، اور مجھے عافیت میں رکھئے، ان لوگوں کے ساتھ جن کو آپ نے عافیت دی ہے، اور میری کارسازی فرما، ان لوگوں کے ساتھ جن کی

(۱) نسائی (۱:۲۵۲) ترمذی (۱:۱۰٦) ابوداؤد (۱:۲۰۱)

آپ نے کارسازی فرمائی ہے، اور مجھے برکت عطاء فرما، اس چیز میں جو آپ نے مجھے دی، اور مجھے اس چیز کے شر سے بچا، جس کا آپ نے فیصلہ کیا ہے، بے شک آپ فیصلہ فرماتے ہیں، اور آپ پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، بے شک اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا، جس کے آپ والی ہو جائیں اور اسکو کوئی عزت نہیں دے سکتا جس سے آپ کی نظر رحمت پھر جائے، اے ہمارے رب آپ برکت والے ہیں، اور بلند ہیں ہم آپ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں، اور آپ کے سامنے توبہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرمائے۔

دعا کی اہمیت

''دعا'' کا معنی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عجز و بے کسی کا اظہار کرے اور احتیاج کا دامن اس کی بارگاہ میں پھیلائے۔

دعا ایک اہم عبادت ہے، حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے، دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے، آسمان وزمین کا نور ہے، دعا رحمت کی کنجی ہے، وضو نماز کی کنجی ہے اور نماز جنت کی کنجی ہے، اور فرمایا کہ جس کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے، اور اللہ تعالیٰ سے جتنی چیزیں مانگی جاتی ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ آدمی عافیت کی دعا مانگے، (۱)

آج پوری امت مسلمہ طرح طرح کے مسائل سے دوچار ہے، ظلم وبربریت کی

---

(۱) معارف الحدیث (۵:۱۲۷)

چکّی میں پس رہی ہے، اس کا کوئی پرسان حال بھی نہیں، اس کی بے شمار وجوہ ہیں، ایک اہم وجہ یہ ہے کہ پوری امت مسلمہ نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا ہے، اپنی ضروریات اور حاجتیں اس سے مانگنا چھوڑ دی ہیں، جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ مجھ سے مانگو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر انسان کا اپنے خالق و مالک کے ساتھ گہرا تعلق ہو، اسی سے مانگا جائے، خوشی اور غمی میں اسی کو پکارا جائے، کیوں کہ اسی میں دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی ہے۔

دعا کا مسنون طریقہ

دعا مانگنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے، مثلاً الحمد للہ رب العالمین، الرحمن الرحیم، مالک یوم الدین پڑھ لے، پھر درود شریف پڑھے، پھر اپنے لئے، والدین کے لئے، اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا مغفرت کرے، پھر جو حاجت ہو اسے مانگے، دعا کا ہر مضمون بار بار دہرایا جائے، کم از کم تین تین بار تکرار کیا جائے، دعا کے درمیان بار بار درود شریف پڑھا جائے، اور دعا میں اللہ تعالیٰ کو یا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، اور یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ سے پکارا جائے، آخر میں درود شریف کے بعد سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ، وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، پڑھ کر ''آمین'' پر دعا ختم کی جائے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے اور حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی حاضر خدمت تھے، میں جب نماز سے فارغ ہوا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ [illegible] وثنا کی، پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا، پھر میں

نے اپنے لئے دعا کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مانگ تجھ کو دیا جائے گا،

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ دعا آسمان وزمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے، اس ب سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی یہاں تک کہ تم اپنے نبی ﷺ پر درود پڑھو۔ (۱)

دعا کی قبولیت کے خاص احوال واوقات

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے، اور ہر شخص جب چاہے، اس کریم آقا کی بارگاہ میں بغیر کسی روک ٹوک کے التجا کرسکتا ہے، اس لئے دعا ہر وقت موثر ہوتی ہے، یہ کریم ذات ایسی ہے کہ اس سے مانگا جائے تو خوش ہوتی ہے، اور جو اس سے نہ مانگے تو وہ اس سے ناراض ہو جاتی ہے، دعا چونکہ ایک اہم عبادت ہے، اس لئے جب بھی کی جائے تو وہ باعث خیر اور برکت ہے، تاہم کچھ خاص اوقات اور احوال ایسے ہیں کہ، جنکا ذکر مختلف احادیث میں آیا ہے کہ ان میں جو دعا کی جائے تو وہ قبول ہوتی ہے، جبکہ وہ دعا مکمل آداب وشرائط کے ساتھ کی جائے، اور اس شخص کا کھانا پینا رزق حلال کا ہو، حرام کا نہ ہو۔

ان مخصوص اوقات واحوال میں سے کچھ کی تفصیل یہ ہے:

(۱) فرض نمازوں کے بعد:

نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کس وقت کی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ فرمایا: رات کے آخری حصے کی اور فرض نمازوں کے بعد کی۔

(۲) سجدہ کی حالت میں (جبکہ نفل نماز ہو):

حدیث میں ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں

---

۱) مشکاۃ (۱:۸۷)، احسن الفتاویٰ (۳:۵۸)

ہوتا ہے، اس لئے خوب کثرت اور دل جمعی سے دعا کیا کرو۔

(۳) رات کے آخری حصے میں:

حدیث میں ہے کہ جب دو تہائی رات گذر جاتی ہے تو زمین والوں کی طرف حق تعالیٰ کی نظر عنایت متوجہ ہوتی ہے، اور اعلان ہوتا ہے کہ "ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اس کو عطا کروں، ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں، ہے کوئی بخشش کا طلبگار کہ میں اس کی بخشش کروں" یہ سلسلہ صبح صادق تک جاری رہتا ہے۔

(۴) ختم قرآن کے بعد۔

(۵) موذن کی اذان کے وقت۔

(۶) اذان واقامت کے درمیان۔

(۷) بارش کے نزول کے وقت۔

(۸) زوال کے وقت۔

(۹) جس وقت بیت اللہ نظر کے سامنے ہو۔

(۱۰) میدان جہاد میں جنگ کے وقت۔

(۱۱) ایسے جنگل اور بیابان میں نماز کے بعد، جہاں خدا کے سوا کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔

(۱۲) میدان جہاد میں، جب ساتھیوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا ہو۔

(۱۳) شب قدر میں۔

(۱۴) عرفہ کے دن میدان عرفات میں۔

(۱۵) جمعہ کے دن کی خاص گھڑی میں۔

(۱۶) روزہ افطار کرنے کے وقت۔

(۱۷) سفر حج میں۔

(۱۸) بیماری کی حالت میں۔

(۱۹) سفر کی حالت میں۔

(۲۰) دن رات میں ایک غیر معین گھڑی۔

حدیث میں ارشاد ہے کہ اپنی ذات، اپنی اولاد، اپنے متعلقین اور اپنے مال کے حق میں بد دعا نہ کیا کرو، کیوں کہ دن رات میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ جس میں جو دعا کی جائے، قبول ہو جاتی ہے، ایسا نہ ہو کہ تمہاری بد دعا بھی اسی گھڑی میں ہو، اور وہ قبول ہو جائے (تو پھر پچھتاتے پھرو گے) (۱)

دعا قبول ہونے کا مطلب اور اس کی صورتیں

جب کوئی شخص مکمل آداب کے ساتھ، عاجزی اور لجاجت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کو ضرور قبول فرماتے ہیں، بشرطیکہ اس یقین کے ساتھ مانگی جائے کہ میری دعا اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتے ہیں، لیکن عملی طور پر ان امور کا بالکل خیال نہیں رکھا جاتا، نہ تو دعا میں اس کے آداب کا لحاظ کیا جاتا ہے، اور نہ ہی اس یقین کے ساتھ مانگی جاتی ہے کہ میری دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا قبول نہیں فرماتے'' اور قرآن مجید میں ہے'' کون ہے جو قبول کرتا ہے بے قرار کی دعا، جبکہ اس کو پکارے'' اس سے معلوم ہوا کہ دعا کی قبولیت کے لئے اصل چیز پکارنے والے کی بے قراری کی کیفیت ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم (۲:۳۵۲) معارف الحدیث (۵:۱۲۷) ابوداود (۱:۲۱۴)

دعا کی قبولیت کے لئے ایک اہم شرط لقمہ حلال ہے، حرام خور کی دعا بلکہ کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی، حدیث میں ارشاد ہے کہ ''ایک شخص گرد و غبار سے اٹا ہوا، پراگندہ بال، دور دراز سے سفر کر کے (حج کے لئے) آتا ہے، اور وہ بڑی عاجزی سے یارب، یارب پکارتا ہے، لیکن اس کا کھانا حرام کا، پینا حرام کا، لباس حرام کا، تو پھر اس کی دعا کیسے قبول ہو۔

قبولیت دعا کے لئے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ آدمی جلد بازی سے کام نہ لے، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنی کسی حاجت کے لئے دعائیں مانگتا ہے، مگر بظاہر جب وہ مراد پوری نہیں ہوتی تو مایوس ہو کر نہ صرف دعا کو چھوڑ دیتا ہے بلکہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ سے بدظن ہو جاتا ہے، حدیث میں ہے کہ ''بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ جلد بازی سے کام نہ لے'' عرض کیا گیا، جلد بازی کا کیا مطلب؟ فرمایا: یوں کہنے لگے کہ میں نے بہت دعائیں کیں، مگر قبول نہیں ہوتیں''۔

یوں تو آدمی کی ہر دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں، مگر قبولیت کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں، کبھی تو بعینہٖ وہی چیز عطا کر دی جاتی ہے، جو اس نے مانگی تھی، کبھی اس سے بہتر چیز عطا کر دیتے ہیں، کبھی اس کی برکت سے کسی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں اور کبھی بندے کے لئے اس کی دعا کو آخرت کا ذخیرہ بنا دیتے ہیں، اس لئے اگر کسی وقت آدمی کی منہ مانگی مراد پوری نہ ہو تو دل توڑ کر نہ بیٹھ جائے بلکہ یہ یقین رکھے کہ اس کی دعا تو ضرور قبول ہوئی ہے، مگر جو چیز وہ مانگ رہا ہے، وہ شاید علم الٰہی میں اس کے لئے موزون نہیں ہے، یا اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر چیز عطا کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن بندہ جب کوئی دعا کرتا ہے، جس میں نہ تو گناہ کی بات ہو اور نہ قطع رحمی ہو تو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ضرور عطا ہوتی ہے: یا تو اس نے جو مانگا ہے وہی اس کو عطا کر دیا جاتا ہے، یا اس کی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ کر دیا جاتا ہے، یا اس دعا کی برکت سے کسی مصیبت اور آفت کو ٹال دیا جاتا ہے، صحابہ نے عرض کیا: جب یہ بات ہے تو ہم بہت زیادہ دعائیں کریں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے بھی زیادہ ہے (۱)۔

مستدرک حاکم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ جب اس بندے کو جس نے دنیا میں بہت سی ایسی دعائیں کی ہوں گی جو بظاہر دنیا میں قبول نہیں ہوئی ہوں گی، ان کے بدلے جب آخرت میں اسے انعامات سے نوازا جائے گا تو وہ تمنا کرے گا کہ: اے کاش! دنیا میں میری کوئی دعا بھی قبول نہ ہوئی ہوتی، اور ہر دعا کا پھل آج مجھے یہیں ملتا۔ (۲)

دعا چونکہ ایک اہم عبادت ہے، اس لئے کثرت سے اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز اور دعاؤں کا معمول بنانا چاہئے۔

نماز کے بعد کے چند اذکار اور بعض مسنون دعائیں

فرض نمازوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے اذکار اور دعائیں ثابت ہیں، ان میں سے چند اذکار اور بعض مسنون دعائیں درج ذیل ہیں :

(۱) تین بار استغفر اللہ کہے : (میں اپنے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں) ، اور پھر یہ ذکر کرے:

---

(۱) (رواہ احمد)

(۲) معارف الحدیث (۵:۱۴۲) آپ کے مسائل اوران کا حل (۲:۲۶۵)

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۔(۱)

اے اللہ! آپ (ہمیشہ) سلامت رہنے والے ہیں اور آپ ہی سے (ہر ایک کو) سلامتی ملتی ہے اور اے بزرگ اور اکرام والے: آپ بہت برکت والے ہیں۔

(۲) لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَحْدَہٗ ،لَاشَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ، وَلَہُ الْحَمْدُ ،وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰھُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ، وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدّ.

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی ہے، تعریف اسی کی ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! جو چیز آپ عطا فرمانا چاہیں، اسے کوئی روک نہیں سکتا، اور جو چیز آپ روک لیں، اسے کوئی دے نہیں سکتا، اور کسی مرتبہ والے شخص کو اس کا مرتبہ آپ (کی گرفت) کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

(۳) اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ ۔(۲)

اے اللہ! میری اس بات میں مدد فرما، کہ میں آپ کا ذکر، شکر اور اچھی عبادت کرسکوں۔

---

(۱) (صحیح مسلم ۱:۲۱۸) باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، نسائی (۱:۱۹۶ و ۱۹۷)

(۲) ابوداؤد (۱:۲۱۳) باب فی الاستغفار، نسائی (۱:۱۹۲)

(۴) لَا اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ ،لَاشَرِيْکَ لَهُ، لَهُ الْمُلْکُ، وَلَهُ الْـحَمْدُ ،وَهُوَ عَلٰى كِلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، لَا اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ ،لَهُ النِّعْمَةُ، وَلَهُ الْفَضْلُ ،وَلَهُ الثَّـنَـاءُ الْحَسَنُ، لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ، مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ،وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ـ(۱)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ،وہ تنہا ہے،اس کا کوئی شریک نہیں ،بادشاہت اسی کی ہے،تعریف اسی کی ہے ،اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، برائی سے بچانے اور نیکی کی طاقت (توفیق) صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے،اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ،اور ہم اسی کی ہی عبادت کرتے ہیں ،نعمتیں سب اسی کی ہیں ،فضل وکرم سب اسی کا ہے،اور اسی کی اچھی تعریف ہے،اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ، ہم خالص اطاعت اسی کی کرتے ہیں ، اگرچہ کافروں کو یہ ناگوار ہو۔

(۵) اَللّٰهُــمَّ اِنِّــیْ اَعُـوْذُبِکَ مِـنَ الْـجُبْـنِ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ ـ(۲)

اے اللہ ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے ،اور میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں بخل سے ،اور میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں بدترین (بڑھاپے کی) عمر سے ،اور میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنے ،اور قبر کے عذاب سے۔

---

(۱) مسلم (۱:۲۱۸)،نسائی (۱:۱۹۶ و ۱۹۷)   (۲) صحیح بخاری (۱:۳۹۶)

(۶) سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار، اللہ اکبر ۳۳ بار، اور چونتیسویں مرتبہ اللہ اکبر کے بجائے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهٗ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، پڑھے۔(۱)

(۷) آیت الکرسی پڑھے(۲)،

حدیث میں ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے، اس کے اور جنت کے درمیان صرف موت حائل ہے(۳)۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس عمل کا درجہ اس شخص کے عمل کے برابر ہے، جو انبیاء کرام کے دفاع میں جہاد کرتا ہوا شہید ہو جائے (۴)۔

(۸) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ، تینوں سورتیں ایک ایک مرتبہ پڑھ لی جائیں (۵)۔

(۹) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْماً نَّافِعاً، وَّرِزْقاً طَيِّباً، وَّعَمَلاً مُّتَقَبَّلاً۔(۶)

اے اللہ! میں آپ سے علم نافع، پاکیزہ رزق، اور مقبول عمل کا سوال کرتا ہوں۔

فجر کے بعد یہ دعاء خاص طور پر کرنی چاہیئے۔

(۱۰) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورہ فاتحہ، آیت الکرسی (سورہ بقرہ آیت ۲۵۵) آیت شَهِدَ اللّٰهُ (سورہ آل عمران آیت ۱۸) اور قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ سے بِغَيْرِ حِسَابٍ

---

(۱) مسلم (۱:۲۱۹)، اعلاء السنن (۳:۲۰۶) (۲) سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۵۵

(۳) (عمل الیوم واللیلۃ ص ۷۰ للنسائی، اعلاء السنن (۳:۲۰۰) (۴) عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (ص:۵۲) (۵) نسائی (۱:۱۹۶)، ابوداؤد (۱:۲۲۰) (۶) سنن ابن ماجہ (ص:۶۶)

(سورہ آل عمران آیت ۲۶، ۲۷) تک، اللہ تعالیٰ نے ان کو جب نازل کرنے کا ارادہ فرمایا، تو یہ سب آیات عرش رحمٰن سے چمٹ کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنے لگیں کہ کیا آپ ہمیں ایسے لوگوں پر اتار رہے ہیں جو آپ کی نافرمانی کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے میری عزت وجلال اور رفعت مکانی کی قسم: جو کوئی بھی مذکورہ آیات کو ہر فرض نماز کے بعد پڑھے گا، تو میں اس کے سب گناہ معاف کردوں گا، اور میں اس کو جنت الفردوس میں جگہ دوں گا، اور میں ہر دن اس کی طرف ستر مرتبہ رحمت کی نظر سے دیکھوں گا، اور اس کی ستر حاجتیں پوری کروں گا، جن میں سے کم سے کم حاجت اس کی ''مغفرت'' ہے۔ (۱)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جو شخص سوتے وقت ''شہد اللہ...... والی آیت پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک ہزار فرشتے پیدا کر دیتے ہیں، جو اس کے لئے قیامت تک استغفار کرتے رہیں گے۔ (۲)

نماز مغرب اور فجر کے بعد کے اذکار

(۱)...... حضرت مسلم تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز مغرب سے فارغ ہو کر کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ یہ دعا کرو:

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ '' (اے اللہ مجھے دوزخ سے محفوظ رکھیو)

جب تم اس کو کہہ لو گے پھر اگر رات کو تمہاری موت آجائے تو دوزخ سے محفوظ رہو گے۔

اور اگر اس دعا کو نماز فجر کے بعد کسی سے بات کئے بغیر کہہ لو گے اور اسی دن مر

---

(۱) روح المعانی (۲: ۱۰۵، ۱۰۶) (۲) تفسیر قرطبی (۴: ۴۲)

جاؤ تو دوزخ سے بچ جاؤ گے۔ (۱)

(۲)...... رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز فجر اور نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد اسی طرح بحالت تشہد بیٹھے ہوئے جو شخص دس مرتبہ یہ کلمات پڑھ لے:

" لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَحْـدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَـهٗ ، لَـهُ الْمُلْكُ وَلَـهُ الْـحَـمْـدُ ، بِيَـدِهِ الْخَيْرُ ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ "

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شرک نہیں، اسی کی ملک ہے، اور اسی کے لئے سب تعریف ہے، اسی کے ہاتھ میں خیر ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو اس کے ہر بار پڑھنے سے دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اس کے نامۂ اعمال میں سے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں، اور اس کے دس درجے بلند کردیئے جاتے ہیں، اور ہر بری چیز اور شیطان مردود سے محفوظ رہے گا، اور شرک کے علاوہ کوئی گناہ اس کو ہلاک نہ کر سکے گا، اور عمل کے اعتبار سے سب سے افضل رہے گا، ہاں اگر کوئی شخص اس سے زیادہ پڑھ کر آگے بڑھ جائے تو اور بات ہے۔ (۲)

نماز کے بعد مصافحہ کرنے کی حیثیت

بعض لوگ ہر نماز کے بعد بڑے اہتمام سے پہلے امام سے اور پھر اپنے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں سے مصافحہ کرتے ہیں، یہ طریقہ بدعت ہے، نبی کریم ﷺ سے اور

---

(۱) سنن ابوداود (۲:۶۹۳) (۲) مشکاۃ (۱:۹۰)

آپ کے بعد خلفاء راشدین، اور فقہاء کرام سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اس لئے اس رسم کو ترک کرنا ضروری ہے۔ (١)

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا

امام جب سلام پھیر دے تو ہر شخص ذکر وفکر اور دعا میں خود مختار ہوتا ہے، وہ مسنون اذکار اور دعاؤں میں سے جو چاہے مانگ سکتا ہے، شرعاً اس پر کسی مخصوص ذکر، تسبیح یا اجتماعی دعا کی کوئی پابندی نہیں ہے۔

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا ذکر اگر چہ کسی صحیح اور صریح حدیث سے ثابت نہیں ہے، لیکن چونکہ نبی کریم ﷺ نے متعدد احادیث میں فرض نماز کے بعد دعا کی ترغیب دی ہے، اور اسے دعا کی قبولیت کے مواقع میں سے شمار فرمایا ہے، اور صحیح احادیث میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے اور دعا کے بعد انہیں چہرے پر پھیرنے کو دعا کے آداب میں ذکر فرمایا ہے، اور متعدد احادیث میں فرض نماز کے بعد نبی کریم ﷺ کا دعا کرنا ثابت ہے، اس لئے فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کو خلاف سنت نہیں کہا جا سکتا، بشرطیکہ اسے نماز کا حصہ اور ضروری نہ سمجھا جائے، کیوں کہ خلاف سنت وہ عمل کہلاتا ہے جسے نبی کریم ﷺ نے نہ خود کیا ہو اور نہ اس کی ترغیب دی ہو، جبکہ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے خود دعا کی ہے، اور اس کی ترغیب بھی دی ہے، اس لئے فقہاء نے فرض نمازوں کے بعد دعا کو مستحب قرار دیا ہے۔

عصر حاضر میں بعض لوگ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کو مطلقاً ناجائز اور بدعت کہہ دیتے ہیں، لیکن ان کی یہ بات درست نہیں ہے، کیوں کہ فرض نمازوں کے بعد

---

(١) امداد المفتین (ص: ٢٠٣)

نفس دعا کا ثبوت بہت سی احادیث سے ثابت ہے، ہاں یہ درست ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اجتماعی دعا کا التزام کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، مگر کسی چیز کا اس مخصوص صفت سے ثابت نہ ہونا، یہ اس عمل کے ناجائز اور بدعت ہونے کی دلیل نہیں، اس لئے علی الاطلاق اس دعا کو بدعت اور ناجائز قرار دینا درست نہیں، بلکہ اگر درج ذیل شرائط کا لحاظ کیا جائے تو فرائض کے بعد اجتماعی دعا کرانا جائز ہے:

(۱)......اجتماعی دعا کو فرض یا واجب نہ سمجھا جائے، اور نہ ہی واجب کی طرح اس کا اہتمام کیا جائے۔

(۲)......دعا آہستہ آواز سے کی جائے، کیوں کہ یہی افضل ہے، البتہ اگر کبھی کبھار لوگوں کو سکھانے کے لئے امام بلند آواز سے دعا کردے اور مقتدی اس پر آمین کہیں تو یہ بھی جائز ہے، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ آواز اس قدر بلند نہ ہو جس سے مسبوقین کی نماز میں خلل واقع ہو۔

(۳)......اگر کوئی مقتدی امام کی دعا سے پہلے اپنی مختصر دعا کر کے چلا جائے تو اسے طعن نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کے اس عمل کو برا سمجھا جائے، اور اگر کسی کو کوئی ضروری کام ہو تو وہ دعا کے بغیر بھی جا سکتا ہے، اس پر ملامت کرنا جائز نہیں، البتہ بغیر کسی وجہ کے جانا یا دعا نہ کرنے کو اپنی عادت بنالینا درست نہیں، کیوں کہ دعا اسی لائق ہے کہ اسے کیا جائے، ہاں اگر یہ گمان ہو کہ لوگ اس کو ضروری سمجھتے ہیں تو کبھی اس کو چھوڑ دیا ئے، نہ یہ کہ کبھی کیا جائے ، اور اکثر ترک کیا جائے۔

''اجتماعی دعا'' کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امام بلند آواز سے دعا بولے اور حاضرین آمین کہتے رہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف صورۃً اجتماعی دعا ہو، ورنہ ہر شخص اپنی الگ الگ دعا کرے، امام کا بلند آواز سے دعا کا معمول بنالینا اور مقتدیوں کا

آمین کہتے رہنا، درست نہیں ہے، جیسا کہ بعض مساجد میں دیکھا جاتا ہے کہ دعا کے شروع میں امام یا مؤذن بلند آواز سے ”الحمد للہ رب العالمین“ اور دعا کے آخر میں ”برحمتک یا ارحم الراحمین“ پکارتا ہے، اس طریقہ کار کو ترک کرنا ضروری ہے، کیوں کہ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کوئی مقتدی امام سے پہلے دعا نہ شروع کرسکتا ہے اور نہ ہی ختم کرسکتا ہے، اور اگر کوئی مقتدی ایسا کرلے یا پہلے چلا جائے تو اس کے اس عمل کو برا سمجھا جاتا ہے اور اسے ملامت کی جاتی ہے، حالانکہ شرعاً مقتدی کو اختیار ہے کہ وہ اپنی مختصر دعا مانگ کر چلا جائے، اور چاہے تو امام کے ساتھ دعا ختم کرے، اور چاہے تو امام کی دعا کے بعد دیر تک دعا مانگتا رہے، ہر طرح جائز ہے، اس سے دعا کی سنت ادا ہو جاتی ہے، لہٰذا اگر مندرجہ بالا شرائط کا لحاظ رکھا جائے تو فرائض کے بعد اجتماعی دعا کرنا جائز ہے۔ (۱)

نوافل کے بعد اجتماعی دعا

ہمارے معاشرے کی بعض مساجد میں فرض نماز کی جماعت کے بعد جب سنت اور نفل نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں تو امام سب کو اجتماعی دعا کراتا ہے، اور عملاً اسے بہت ضروری سمجھا جاتا ہے، یہ طریقہ غلط ہے، اس کا قرآن وسنت اور اسلامی فقہ سے کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ یہ ایک بدعت ہے، جسے چھوڑنا ضروری ہے۔ (۲)

---

(۱) معارف السنن (۳: ۱۲۳، ۱۲۴) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲: ۲۷۲)، نماز مسنون (ص: ۴۰۸) فتویٰ دار العلوم کراچی (۷۸/ ۶۴۳) (۲) احسن الفتاویٰ (۱: ۳۴۴)

اذان کا بیان

اذان کے لفظی معنی اطلاع دینے اور اعلان کرنے کے ہیں اور شریعت میں روزانہ فرض نمازوں سے پہلے، مخصوص طریقہ سے، چند خاص الفاظ سے اطلاع دینے کو اذان کہتے ہیں۔

اذان کا ثواب

بہت سی احادیث میں اذان دینے کے اجر وثواب کا ذکر ہے، ذیل میں چند احادیث لکھی جاتی ہیں:

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موذن کی آواز جہاں تک پہونچتی ہے، وہاں تک جو جن، جو انسان اور جو چیز بھی اس کی آواز سنتی ہے، وہ قیامت کے دن ضرور اس کے حق میں گواہی دے گی (۱)۔

(۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے: قیامت کے دن مؤذن حضرات سب لوگوں میں (اپنے نیک اعمال اور بلند مرتبہ ومقام کی وجہ سے) لمبی گردنوں والے ہوں گے۔ (۲)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مؤذن حضرات اور تلبیہ کہنے والے (حاجی حضرات) قبروں سے نکلیں گے، تو مؤذن اذان دے رہے ہوں گے، اور تلبیہ کہنے والے تلبیہ کہہ رہے ہوں گے۔ (۳)

---

(۱) صحیح بخاری (۱:۸۶) (۲) مسلم (۱:۱۶۷) (۳) رواہ الطبرانی فی الاوسط، معارف الحدیث (۳:۱۶۳)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین (قسم کے) آدمی قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر بیٹھے ہوں گے، ایک وہ غلام ہوگا جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اپنے آقا دونوں کا حق ادا کیا، دوسرا وہ آدمی جو کسی جماعت کا امام بنا، اور لوگ اس سے راضی اور خوش رہے، اور تیسرا وہ بندہ جو دن رات کی پانچوں نمازوں کے لئے روزانہ اذان دیا کرتا تھا۔(۱)

(۵) آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا کے لئے سات سال اذان دیتا ہے، تو اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھدی جاتی ہے۔ (۲)

مذکورہ چند احادیث سے اذان دینے والے آدمی کی کس قدر فضیلت معلوم ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنا زیادہ اجر وثواب دیا جاتا ہے، اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ ایک مسلمان انتہائی ذوق وشوق اور ایمانی جذبے سے سرشار ہوکر اس سنت پر عمل کرتا، اور نہیں تو کم از کم اذان دینے والوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا، کہ یہ شخص اللہ کی نظر میں انتہائی محبوب ہے، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی صدائیں بلند کرتا ہے، لیکن افسوس ہے آج کے مسلمان پر کہ اس نے نفس وشیطان کی اتباع اور برے ماحول سے متاثر ہوکر یہ ذہن بنالیا ہے کہ "اذان دینا" انتہائی گھٹیا اور ذلت ورسوائی والا کام ہے، اور جو خوش نصیب مسلمان اس عبادت کو سرانجام دے رہے ہیں، انہیں معاشرے کا "فضول انسان" سمجھا جاتا ہے، دیکھئے آج کا مسلمان کتنی خطرناک ذہنیت کا حامل بن چکا ہے، یہ سب کچھ اسلامی تعلیمات سے دوری اور انہیں اہمیت نہ دینے کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

---

(۱) معارف الحدیث (۱۶۲:۳) (۲) ترمذی (۵۱:۱)

اذان کے الفاظ

اللہ اکبر (چار بار) اللہ بہت بڑا ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (دوبار کہے) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (دوبار) میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ (دوبار) نماز کی طرف آؤ

حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ (دوبار) کامیابی کی طرف آؤ

اللہ اکبر (دوبار) اللہ بہت بڑا ہے

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (ایک بار) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے (نماز نیند سے بہتر ہے)(۱)

اذان کے بعد کی مسنون دعاء

اذان کے بعد درود شریف اور مندرجہ ذیل دعاء پڑھنا سنت ہے:

(۱) اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ، وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِىْ وَعَدْتَّهٗ، اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (۲)۔

اے اللہ! اس دعوت تامہ (یعنی توحید کی پکار) اور قائم ہونے والی نماز

---

(۱) مشکوٰۃ (۱: ۶۳) (۲) بخاری (۱: ۸۶) وبیہقی (۱: ۴۱۰)

کے مالک، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام وسیلہ اور فضیلت کا مقام عطا فرما،
اور ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما، جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے،
بے شک آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت لازم ہو جاتی ہے۔

(۲) حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مؤذن کی اذان سن کر یہ کلمات پڑھے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، وہ کلمات یہ ہیں:

"وَاَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبّاً، وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ رَسُوْلاً"

ترجمہ: اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، میں اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو رسول مان کر راضی ہو چکا ہوں۔

اذان کے جواب کا مسنون طریقہ

اذان کا جواب دینا مستحب ہے، جو کلمات مؤذن کہتا ہے، سننے والے کو بھی وہی الفاظ کہنے چاہئیں مگر حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کے وقت لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے اور فجر کی اذان میں الصلاۃ خیر من النوم کے جواب میں

صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ (تو نے سچ کہا اور نیکی کی) کہنا چاہیئے (۱)۔

اقامت / تکبیر

فرض نماز کی جماعت سے پہلے اذان کی طرح جو الفاظ کہے جاتے ہیں، ان کو ''اقامت یا تکبیر'' کہا جاتا ہے، اقامت میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد دو مرتبہ ''قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ'' (جماعت کھڑی ہوگئی) کہنا مسنون ہے، اقامت کا جواب بھی اذان کے جواب کی طرح ہے، البتہ قد قامت الصلاۃ کے جواب میں اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا (اللہ تعالیٰ اس نماز کو قائم و دائم رکھے) کہنا چاہیئے (۲)۔

اذان کے چند ضروری مسائل

(۱) فرض نمازوں سے پہلے اذان دینا سنت مؤکدہ ہے۔

(۲) باوضو اذان دینا مستحب ہے اور بغیر وضو کے اذان دینا بھی جائز ہے، لیکن اس کو معمول بنالینا انتہائی بری بات ہے۔

(۳) اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں دینا افضل ہے۔

(۴) مؤذن کو نماز کے ضروری مسائل اور اس کے اوقات سے واقف ہونا چاہیئے۔

(۵) مؤذن کا عاقل، بالغ اور مرد ہونا ضروری ہے، البتہ دس بارہ سال کا سمجھدار لڑکا بھی اذان دے سکتا ہے۔

(۶) اذان سے پہلے یا بعد، بلند آواز سے درود و سلام پڑھنا، قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے، یہ ایک بدعت ہے، جو برصغیر میں رائج ہے، اس لئے اس کا ترک ضروری ہے (۳)۔

---

(۱) صحیح مسلم (۱: ۱۶۷) و کتاب الاذکار للنووی (ص: ۳۷) (۲) سنن ابو داؤد (۱: ۷۸و۸۵) (۳) ہدایہ (۱: ۸۷) نماز مسنون (ص: ۲۶۰)

اذان واقامت کہنے کا مسنون طریقہ

اذان واقامت کہنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہر کلمہ کو ساکن پڑھا جائے ،اذان میں ہر کلمہ پر اور اقامت میں دو کلمات کے بعد وقف کیا جائے ،مگر اقامت میں پہلے کلمہ کو بھی وقف کی نیت سے ساکن ہی پڑھا جائے ،اور قدقامت الصلاۃ کہتے وقت دونوں مرتبہ "الصلاۃ" پر وقف کیا جائے ،اذان اور اقامت میں دو تکبیروں میں سے پہلی تکبیر اور اقامت میں پہلی تین تکبیروں کی راء پر پیش پڑھنا خلاف سنت ہے، لہذا اسے ساکن پڑھنا چاہیئے یا اس پر زبر پڑھ کر دوسرے کلمہ سے ملا دیا جائے۔

اور اذان میں جو کلمات دو سانس میں کہے جاتے ہیں ،وہ اقامت میں ایک سانس میں کہے جائیں ،مثلاً اللہ اکبر چار مرتبہ اذان میں دو سانس میں کہا جاتا ہے، لیکن اقامت میں چاروں کلمات ایک سانس میں کہے جائیں گے (۱)۔

مرد وعورت کی نماز میں فرق

نماز کا جو طریقہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، اسی طرح مردوں اور عورتوں کو نماز پڑھنی چاہیئے ،لیکن مرد وعورت کی نماز میں چند چیزوں میں فرق ہے، اسلئے عورتوں کو ان چیزوں کا لحاظ کر کے نماز پڑھنی چاہیئے ،ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو کان تک اور عورتوں کو کندھوں تک ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔

(۲) اگر مرد چادر وغیرہ اوڑھے ہو، تو چادر سے باہر نکال کر ہاتھ اٹھانے چاہئیں، مگر عورت کو ہر حال میں دوپٹہ یا چادر کے اندر ہی اندر سے ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔

---

(۱) عالمگیری (۱: ۵۶) احسن الفتاوی (۲: ۲۹٦)

(۳) عورتوں کو سینے پر ہاتھ باندھنا ضروری ہے۔

(۴) مردوں کو داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لینا چاہیئے، اور عورتوں کو صرف دائیں ہتھیلی، بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ دینا کافی ہے۔

(۵) مردوں کو رکوع میں اپنی پیٹھ اور سر برابر رکھنا چاہیئے، اور عورتیں اتنا ہی جھکیں کہ ان کا ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائے، اور گھٹنے پر ہاتھ کی انگلیاں ملا کر رکھیں۔

(۶) رکوع میں مردوں کو کہنیاں پہلو سے الگ رکھنی چاہیئے اور عورتوں کو ملا کر۔

(۷) مردوں کو چاہیئے کہ وہ سجدہ میں اپنے بازوؤں کو بغل، پیٹ اور ران سے الگ رکھیں، اور عورتوں کو ملا کر رکھنے چاہئیں اور انگلیوں کو خوب ملا کر رکھیں اور کہنیوں کو زمین پر بچھا کر رکھیں۔

(۸) مردوں کو سجدے میں دونوں پاؤں انگلیوں کے بل ملا کر کھڑے رکھنے چاہئیں اور عورتوں کو دونوں پاؤں بچھا کر رکھنے چاہئیں۔

(۹) مردوں کو قعدہ کی حالت میں بیٹھنے میں اپنے داہنے پاؤں کو کھڑا رکھنا چاہیئے اور بائیں پاؤں پر بیٹھ جائیں، اور عورتوں کو اپنے دونوں پاؤں داہنی جانب نکال کر اپنی داہنی ران کو بائیں ران سے ملا کر بیٹھنا چاہیئے۔

(۱۰) عورتوں کو نماز میں قرأت آہستہ کرنا ضروری ہے (۱)۔

نماز باجماعت کا بیان

مردوں کے لئے ضروری ہے کہ پانچوں وقت کی فرض نماز مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ پڑھیں، قرآن وحدیث میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بیشمار

---

(۱) عالمگیری (۱:۳۷) اسلامی فقہ (۱:۲۲۰)

فضائل اور بے حد تاکید آئی ہے اور بغیر کسی شرعی عذر کے جماعت چھوڑنے پر احادیث میں بڑی سخت وعیدیں منقول ہیں، چند حدیثیں درج ذیل ہیں:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز باجماعت تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس گنا افضل ہے۔

(۲) ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ جماعت میں بغیر کسی عذر کے شریک نہیں ہوتے، میرا دل یہ چاہتا ہے کہ کسی کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر اذان دلوا کر کسی ایک شخص کو امام بنادوں اور میں خود انکے گھروں پہ جاؤں، جو نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے، ان کے گھروں میں آگ لگادوں، مگر ان کے بیوی بچوں کا خیال آتا ہے، اسلئے ایسا نہیں کر رہا (۱)۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ آدمی کی نماز جماعت کے ساتھ اس کے گھر میں نماز پڑھنے سے اور بازار میں (دوکان پر) نماز پڑھنے سے پچیس گنا افضل ہے، چنانچہ جب کوئی شخص وضو کرتا ہے اور وضو بھی اچھے طریقے سے کرتا ہے، پھر نماز کے لئے ہی کسی مسجد کی طرف نکلتا ہے، تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے، اس کا ایک درجہ (جنت میں) بلند کردیا جاتا ہے، اور اس قدم اٹھانے کی وجہ سے اس کا ایک گناہ معاف کردیا جاتا ہے، پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر ہی رہے تو فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں، کہ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما (اس کے لئے یہ دعائیں جاری رہتی ہیں) جب تک وہ کسی کو تکلیف نہ دے یا وضو نہ توڑے۔ (۲)

(۴) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک دن نبی کریم

---

(۱) صحیح مسلم (۱:۲۳۲)، صحیح بخاری (۱:۸۹) (۲) ابوداود (۱:۸۳)

ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی، تو آپ نے پوچھا، کیا فلاں موجود ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا! نہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کیا فلاں موجود ہے؟ صحابہ نے عرض کیا! نہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ دو نمازیں (فجر اور عشاء) منافقوں پر سب نمازوں سے زیادہ بھاری ہیں، اگر تمہیں معلوم ہو کہ ان دونوں کا کتنا بڑا اجر ہے، تو تم گھٹنوں کے بل سمٹ کر بھی آجاؤ، بلاشبہ جماعت میں پہلی صف فرشتوں کی صف کی طرح ہے۔ (۱)

باجماعت تکبیر اولیٰ سے نماز پڑھنے کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص چالیس دن تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ ہر نماز باجماعت ادا کرے، اس کے لئے دو آزادیاں لکھدی جاتی ہیں، ایک دوزخ سے آزادی اور دوسری نفاق سے آزادی (کیوں کہ چالیس دن کے بعد اس کو نماز کی عادت ہو جائے گی، اور پھر نماز کی برکت سے باقی گناہ چھوٹنے لگ جائیں گے، اور دین پر عمل کی پابندی شروع ہو جائے گی)۔ (۲)

تکبیر اولیٰ میں شرکت کی حد

اس میں مختلف اقوال ہیں، راجح قول یہ ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ پہلی رکعت پالے تو اسے بھی تکبیر اولیٰ میں شرکت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ (۳)

عشاء اور فجر کی نماز باجماعت کا ثواب

جو شخص عشاء اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے تو اسے ساری رات کی نفل نماز کا ثواب دیا جاتا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم

---

(۱) ابوداود (۱:۸۲) (۲) ترمذی (۱:۵۶) (۳) درس ترمذی (۱:۴۹۷)

ﷺ سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا:

"جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی گویا کہ اس نے آدھی رات تک نماز ادا کی، اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت سے پڑھی گویا کہ اس نے تمام رات نماز میں گذاری۔(۱)

نیت کی وجہ سے جماعت کا ثواب

اگر کوئی شخص مسجد میں جماعت کی نیت سے جائے مگر اس وقت پہونچے جب جماعت ہو چکی ہو، تو اس کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا پورا پورا ثواب ملتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص وضو کرتا ہے، اور وضو بھی اچھی طرح سے کرتا ہے، پھر مسجد کی طرف جاتا ہے، لیکن لوگوں کو دیکھتا ہے کہ وہ جماعت سے نماز پڑھ چکے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کو ان جیسا اجر دیں گے، جن لوگوں نے اس نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کیا، اور ان کے اجر وثواب میں کچھ کمی نہیں کی جائیگی" (۲)

اہل حدیث (غیر مقلد) کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ

اگر اہل حدیث امام کا عقیدہ صحیح ہو اور اس بات کا یقین ہو کہ وہ نماز کے ارکان وشرائط میں دوسرے مذاہب کی رعایت کرتا ہے، تو پھر اس کے پیچھے نماز بغیر کسی کراہت کے جائز ہے، اور اگر رعایت نہیں کرتا، مثلاً جرابوں پر مسح کرتا ہے، خون نکلنے سے وضو کے ٹوٹ جانے کا قائل نہیں .... تو پھر اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر کبھی

---

(۱) ترمذی (۱:۵۳) (۲) سنن ابوداود (۱:۸۳)

پڑھ لی تو اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا، لیکن اگر امام کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ وہ مسائل میں دوسرے مذاہب کی رعایت رکھتا ہے یا نہیں، تو بھی احتیاط یہی ہے کہ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے احتراز کیا جائے، تاہم بوقت ضرورت اس کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہئے، تاکہ جماعت فوت نہ ہو۔

اور اگر غیر مقلد امام کا عقیدہ ہی صحیح نہیں، مثلاً وہ تقلید کو شرک سمجھتا ہے، اور اسلاف یعنی بزرگوں کو برا بھلا کہتا ہے، تو پھر اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہر حال مکروہ تحریمی ہے، ہرگز ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ (۱)

امامت کا اہل

امامت کیلئے سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن وسنت کا صحیح علم رکھتا ہو اور خاص طور پر نماز سے متعلقہ مسائل سے اچھی طرح واقف ہو، نیک اور پرہیزگار ہو، قرأت درست ہو، بامروت اور خوش اخلاق ہو (۲)۔

صفوں کی درستگی اور ان کی ترتیب

امام کو چاہیئے کہ جماعت شروع کرنے سے پہلے اہتمام کے ساتھ صفوں کو سیدھا کرائے، اور حکمت عملی کے ساتھ لوگوں کی ذہن سازی کرے، تاکہ ہر مقتدی صف بندی کا خود ہی خیال رکھے، اور شانہ سے شانہ ملا کر کھڑا ہو، صفوں کی درستگی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے، اسلئے اس پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے اور مقتدیوں کو اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ جب تک اگلی صف میں کھڑے ہونے کی گنجائش ہو، تو نئی

(۱) احسن الفتاویٰ (۳: ۲۸۲) فتاویٰ دار العلوم دیوبند (۳: ۲۴۸) علماء ہند کے مجموعہ رسائل کا آخری رسالہ (ص: ۸) (۲) (در مختار ۱: ۵۵۷)

صف نہ شروع کریں بلکہ اسی کو پُر کریں اور جب نئی صف بنائیں، تو اس کی ابتداء امام کے پیچھے سے کریں، امام کے دائیں یا بائیں طرف سے شروع نہ کریں اور جب بھی صف میں شریک ہوں تو دائیں اور بائیں دونوں جانب دیکھیں کہ کس طرف نمازی کم ہیں، جس جانب کم ہوں، اس طرف کھڑے ہو جائیں لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ نمازی صف بندی میں بھی اپنی راحت کا خیال رکھتے ہیں، گرمی کا موسم ہو تو پنکھے کے نیچے، سردی ہو تو ہیٹر کے قریب، یا صف کا جو حصہ دروازے کے قریب ہو، وہاں کھڑے ہو جاتے ہیں، صفوں کی درستگی کا خیال نہیں کرتے، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ صفوں کو اہتمام سے درست، متوازن اور سیدھا رکھنا چاہیئے۔

جماعت میں اگر مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی شریک ہوں، تو اس وقت اس طرح صف بندی کی جائے کہ سب سے پہلے مردوں کی صفیں بنائی جائیں، اس کے بعد نابالغ لڑکوں اور پھر خواتین کی صفیں بنائی جائیں، لیکن اگر بچے تھوڑے ہوں، خطرہ ہے کہ اگر انہیں علیحدہ کھڑا کیا گیا، تو مسجد کا ماحول خراب ہو جائے گا تو پھر انہیں مردوں کے ساتھ صف کی کسی جانب کھڑا کیا جا سکتا ہے۔

اور اگر ایک ہی مقتدی ہو اور وہ بھی مرد ہو تو وہ امام کے دائیں طرف تھوڑا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو اور اگر مقتدی خاتون ہو، خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد، تو وہ امام کے قریب نہیں کھڑی ہوگی بلکہ پیچھے صف بنا کر کھڑی ہو۔

اگر نماز شروع کرتے وقت مقتدی ایک ہی مرد تھا اور وہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہو، اس کے بعد اور مقتدی آ گئے، تو پہلے مقتدی کو چاہیئے کہ پیچھے ہٹ جائے، تا کہ سب مقتدی مل کر امام کے پیچھے باقاعدہ صف کی شکل میں کھڑے ہو سکیں، لیکن اگر نئے مقتدی اس ایک مقتدی کو پیچھے کرنا بھول جائیں اور امام کی دائیں یا بائیں جانب کھڑے

ہو جائیں، یا پیچھے کرنے کی اس جگہ میں کوئی گنجائش نہ ہو یا اسے پیچھے کرنے میں لڑائی جھگڑے کا اندیشہ ہو، تو اگر جگہ کھلی ہو تو امام کو آگے بڑھ جانا چاہیئے (۱) ۔

صف اوّل میں نماز پڑھنے کا ثواب

جماعت کی پہلی صف میں کھڑے ہونے کا بہت اجر وثواب ہے، چنانچہ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب کرکے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف کے لئے دعاءِ رحمت کرتے ہیں، بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اور دوسری صف کے لئے بھی؟ آپ ﷺ نے پھر پہلی صف کا ہی ذکر فرمایا، حتی کہ صحابہ نے تین بار پوچھا اور آپ ﷺ نے ہر دفعہ پہلی صف کا ہی ذکر فرمایا، اور چوتھی بار پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اور دوسری صف والوں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دعا رحمت کرتے ہیں۔ (۲)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

”اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور جماعت کی پہلی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں کتنا اجر وثواب ہے، پھر ان کو ان کا موقع نہ ملے، سوائے اس کے کہ وہ اس کیلئے قرعہ اندازی کریں تو قرعہ اندازی کرنے لگیں“ (۳)

لہٰذا جب انسان باجماعت نماز کے لئے مسجد جائے تو صف اوّل میں کھڑے ہونے کی ہر ممکن کوشش کرے، تاکہ یہ فضائل وبرکات اسے حاصل ہو سکیں۔

مقتدی کے احکام اور امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا طریقہ

امام کے پیچھے جو لوگ نماز پڑھیں، ان کو مقتدی کہا جاتا ہے، مقتدیوں کی نماز

---

(۱) بحرالرائق (۱:۳۵۲) (۲) معارف الحدیث (۳:۲۰۹) (۳) مسلم (۱:۱۸۲) وترمذی (۱:۵۳)

امام کی نماز کے تابع ہوتی ہے، لہذا نماز کے فرائض اور واجبات میں ہر مقتدی کو امام کی پیروی کرنا واجب ہے، رکن کی ادائیگی میں وہ نہ تو امام سے پہل کرے، اور نہ ہی بہت تاخیر، بلکہ ہر رکن امام کے ساتھ ادا کرے۔

لیکن اگر قعدہ اولیٰ میں مقتدی نے ابھی تشہد مکمل نہیں کیا تھا کہ امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو مقتدی کو چاہیئے کہ پہلے وہ التحیات کو ''عبدہ ورسولہ'' تک مکمل کرے، کیوں کہ اس کا پڑھنا ہر نمازی پر واجب ہوتا ہے، جب یہ مکمل کر لے، تو پھر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے (۱)۔

جب کوئی شخص جماعت میں شریک ہو، تو اسے چاہیئے کہ وہ اقتداء کی نیت کرے، یوں کہے کہ میں فلاں وقت کی نماز اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں یا اس امام کی اقتداء میں ادا کرتا ہوں، پھر جب امام تکبیر تحریمہ کہکر نماز شروع کر دے، تو مقتدی بھی اسی طرح تکبیر کہکر نماز شروع کر دے، پھر آہستہ سے ثناء یعنی **سبحانک اللھم** ...... پڑھے، ثناء پڑھ کر خاموش کھڑا رہے، کچھ نہ پڑھے، امام بلند آواز سے قرأت کرے، تو اسے توجہ کے ساتھ سنے، اس کے معانی اور مطالب میں غور وفکر کرے، اور جب امام سورہ فاتحہ کی قرأت کر لے، تو ہر مقتدی آہستہ سے ''آمین'' کہے، اور اگر وہ ظہر یا عصر کی نماز ہو، تو بھی ہر مقتدی ثناء پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونیکا تصور کر کے خاموش رہے، پھر جب امام تکبیر کہکر رکوع میں جائے تو مقتدی بھی تکبیر کہکر رکوع میں چلا جائے، تین یا پانچ بار تسبیح یعنی **سبحان ربی العظیم** ...... پڑھے، رکوع سے اُٹھتے وقت امام **سمع اللہ لمن حمدہ** ...... کہے، مقتدی یہ کلمہ نہ کہے اور مقتدی قومہ میں ربنا لک الحمد ...... کہے، امام یہ

---

(۱) عالمگیری (۱:۹۰)

کلمہ نہ کہے، پھر جب امام تکبیر کہ کر سجدہ کیلئے جائے تو مقتدی بھی تکبیر کہتا ہوا سجدہ میں جائے، اور سجدہ میں تسبیح یعنی سبحان ربی الاعلیٰ تین یا پانچ بار پڑھے، دوسرا سجدہ بھی اسی طرح ادا کرے، دونوں سجدوں کے درمیان جب جلسہ میں بیٹھے، تو مسنون دعاء پڑھے، جو پہلے ''نماز پڑھنے کا پورا طریقہ'' کے تحت لکھی جا چکی ہے، دوسرے سجدے کے بعد تکبیر کہتا ہوا دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور اس کو بھی پہلی رکعت کی طرح ادا کرے، دوسری رکعت کے بعد بیٹھ جائے، اور تشہد پڑھے پھر جب امام التحیات سے فارغ ہو کر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو تو مقتدی بھی کھڑا ہو جائے اور بقیہ نماز امام کے ساتھ ادا کرے، اور چار رکعت کے بعد قعدہ اخیرہ میں تشہد، درود اور مسنون دعاء کے بعد امام کے ساتھ سلام پھیر دے، امام دونوں طرف سلام پھیرتے وقت فرشتوں اور تمام مقتدیوں کی نیت کرے، اور ہر مقتدی، امام، فرشتوں اور نمازیوں کی نیت کرے۔

مقتدی کی نماز چونکہ امام کے تابع ہے، لہٰذا اقتداء کی صورت میں اگر مقتدی سے کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو اسکی نماز درست ہو جاتی ہے، سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا البتہ اگر کسی واجب کو جان بوجھکر چھوڑ دے یا نماز کے فرائض میں سے کوئی فرض ترک ہو جائے تو پھر اس مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی، پھر اس نماز کو دوبارہ پڑھنا اس پر لازم ہوگا(۱)۔

مقتدی کی اقسام

مقتدی تین طرح کے ہوتے ہیں :

(۱) **مُدرِک**: وہ نمازی ہے، جو شروع سے آخر تک امام کے ساتھ نماز میں شریک رہا ہو۔

(۲) **مَسْبُوْق**: وہ نمازی ہے، جو شروع کی ایک، یا دو، یا اس سے زیادہ رکعتیں ادا ہو

---

(۱) فتاویٰ ہندیہ (۱:۲ ۷-۸۰)

جانے کے بعد جماعت میں شریک ہوا ہو۔

(۳) لاَحِقُ :وہ نمازی ہے، جو شروع سے تو جماعت میں شریک رہا ہو، لیکن دوران نماز وضو ٹوٹ جانے یا سو جانے کی وجہ سے، اس کی ایک یا چند رکعتیں چھوٹ گئی ہوں۔

گذشتہ صفحات میں مدرک کے احکام بیان ہو چکے ہیں، اسلئے اب مسبوق اور لاحق کے چند ضروری مسائل بیان کئے جائیں گے۔

مسبوق بقیہ نماز کیسے پوری کرے

مسبوق کو چاہیئے کہ اس کو جتنی رکعتیں امام کے ساتھ مل گئی ہیں، پہلے ان کو امام کے ساتھ ادا کرے، پھر جب امام سلام پھیر دے، تو مسبوق سلام پھیرے بغیر کھڑا ہو جائے اور اپنی بقیہ رکعتیں ادا کرے، ان فوت شدہ رکعتوں کو ادا کرنے میں مسبوق کو درج ذیل دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے :

(۱) پہلے وہ رکعتیں ادا کرے، جن میں قرأت کی جاتی ہے اور بعد میں بغیر قرأت والی رکعتیں پڑھے۔

(۲) اور جو رکعتیں مسبوق امام کے ساتھ ادا کر چکا ہے، ان کے حساب سے قعدہ کرے مثلاً اگر امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھی ہے، تو امام کے سلام کے بعد وہ ایک رکعت پڑھ کر قعدہ کرے۔

اس کی مزید تفصیل:

(۱) دو رکعت والی نماز مثلاً نماز فجر ہو، اور اس کی ایک رکعت چھوٹ گئی ہو، تو امام کے سلام کے بعد مسبوق کھڑا ہو جائے، ثناء تعوذ، تسمیہ، سورہ فاتحہ اور سورہ پڑھے، اور رکوع سجدہ وغیرہ کر کے ایک رکعت پوری کرے اور قعدہ کر کے سلام پھیر دے، اور اگر

دونوں رکعتیں ہی چھوٹ گئی ہوں، تو امام کے سلام کے بعد بالکل منفرد کی طرح ادا کرے، یعنی پہلی رکعت میں ثناء، تعوذ، تسمیہ، سورہ فاتحہ اور سورہ پڑھے گا اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ پڑھ کر رکوع و سجود کر کے قعدہ کرے اور تشہد، درود، اور دعاء پڑھ کر سلام پھیر دے(۱)۔

(۲) اگر یہ چار رکعت والی نماز ہو مثلاً عشاء، ظہر یا عصر ہو تو اگر ایک یا دو رکعتیں تک چھوٹی ہوں، تو اسی ترتیب سے ادا کرے، جو اوپر بیان کی گئی ہے، لیکن اگر تین رکعتیں چھوٹ گئی ہوں، تو کھڑے ہونے کے بعد ثناء، تعوذ، تسمیہ، سورہ فاتحہ اور سورۃ پڑھ کر رکوع اور سجدہ کرے، اور سجدہ کرنے کے بعد بیٹھ جائے، کیونکہ ایک رکعت تو وہ امام کے ساتھ پڑھ چکا تھا، اور یہ اس کی دوسری رکعت ہے، اور دوسری رکعت کے بعد بیٹھنا یعنی قعدہ اولی کرنا چونکہ واجب ہے، اس لئے اس میں بیٹھ کر تشہد پڑھے، پھر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے، اس میں سورہ فاتحہ اور سورہ پڑھے، کیونکہ قرآن پڑھنے کے اعتبار سے یہ اس کی دوسری رکعت ہے، اور امام کے ساتھ ملی ہوئی رکعتوں کے اعتبار سے یہ تیسری ہے، اسلئے اس میں سجدہ کے بعد نہ بیٹھے، بلکہ چوتھی رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے، اور چوتھی رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھ کر نماز پوری کر لے۔

(۳) اگر یہ تین رکعت والی نماز ہو مثلاً مغرب کی نماز، اس میں اگر دو رکعتیں چھوٹ گئی ہوں، تو امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو جائے اور ثناء، تعوذ، تسمیہ، سورہ فاتحہ اور سورۃ پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے بیٹھ جائے، قعدہ اولی کرے، اور تشہد پڑھے، کیونکہ قرأت کے اعتبار سے یہ اس کی پہلی رکعت ہے، اور رکعتوں کے اعتبار سے یہ اس کی دوسری رکعت ہے، پھر تشہد پڑھنے کے بعد کھڑا ہو جائے اور کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ اور قرأت کرے، اور پھر

---

(۱) عالمگیری (۱: ۹۱)

رکوع سجدہ کر کے بیٹھ جائے ،قعدہ اخیرہ کرے اور تشہد، درود اور مسنون دعائیں پڑھ کر سلام پھیر دے، کیونکہ قرأت کے اعتبار سے یہ دوسری رکعت ہے، اور رکعتوں کی تعداد کے اعتبار سے تیسری رکعت ہے۔

اور اگر ایک رکعت چھوٹی ہو، تو اسے امام کے سلام کے بعد کھڑے ہو کر اسی طرح ادا کرے، جس طرح فرض کی پہلی رکعت ادا کی جاتی ہے یعنی اس میں ثناء، تعوذ، تسمیہ، سورہ فاتحہ اور قرأت کرے اور پھر بیٹھ کر آخری قعدہ کرے، اس میں تشہد، درود اور دعاء پڑھ کر سلام پھیر دے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ظہر اور عشاء کی تین یا چار رکعتیں چھوٹ جائیں تو اس کو تین دفعہ بیٹھنا ہوگا، ایک دفعہ امام کے ساتھ اور دو بار اپنی بقیہ نماز پوری کرنے کے درمیان ،اور اگر مغرب میں ایک، یا دو رکعتیں چھوٹ گئی ہوں، تو بھی تینوں رکعتوں میں بیٹھنا ہوگا، ایک رکعت چھوٹنے کی صورت میں دو دفعہ امام کے ساتھ، اور ایک دفعہ خود بیٹھنا ہوگا، اور دو رکعت چھوٹنے کی صورت میں، ایک دفعہ امام کے ساتھ اور دو دفعہ خود بیٹھنا ہوگا (۱)۔

(۴) مسبوق کو چاہیئے کہ وہ امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے، بلکہ امام کے سلام کے بعد کھڑے ہو کر اپنی بقیہ نماز مکمل کرے، لیکن اگر مسبوق نے بھولے سے امام سے پہلے یا بالکل امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، تو نماز فاسد نہ ہوگی، درست ہو جائیگی، اور سجدہ سہو بھی لازم نہیں ہوگا، اور اگر امام کے سلام کے بعد اس نے بھولے سے سلام پھیر دیا، تو اخیر میں سجدہ سہو کرنا اس پر لازم ہے، نماز درست ہو جائے گی (۲) ۔

اور اگر اس نے بھولے سے امام کے سلام کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دیا، یا سلام پھیرنے کے بعد کچھ دیر اسی جگہ پر بیٹھا رہا، اس کے بعد اسے یاد آیا، تو فوراً اٹھ کر

---

(۱) عالمگیری (۱ : ۹۱)　　(۲) امداد الفتاویٰ (۱:۳۴۰)

بقیہ نماز مکمل کرے، اور آخر میں سجدہ سہو بھی کرے، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس نے سلام کے بعد دنیا کی کوئی بات چیت یا نماز کو فاسد کر دینے والا کوئی کام نہ کیا ہو، اگر کوئی ایسا کام کرلیا تو پھر اس نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا۔

اور اگر مسبوق نے قصداً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، یہ سمجھ کر کہ مجھے بھی امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہیئے، تو اس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا۔

(۵) اگر امام قعدہ اخیرہ کے بعد بھولے سے پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے، تو مسبوق کو اس کی اتباع نہیں کرنی چاہیئے، اگر امام کی پیروی کر لی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، ایسی صورت میں یہ امام کے واپس آنے کا انتظار کرے، اگر وہ پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے واپس آ جائے، تو اس کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہو جائے، اور جب امام سلام پھیر دے، تو مسبوق اپنی بقیہ نماز مکمل کر لے، لیکن اگر اس صورت میں امام واپس نہ آئے، بلکہ پانچویں رکعت کا سجدہ کر لے، تو پھر مسبوق اپنی نماز خود ہی پڑھ لے، امام کی اقتداء نہ کرے۔

اور اگر امام قعدہ اخیرہ کئے بغیر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے، تو جب تک امام پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کرے، اس وقت تک مسبوق کی نماز فاسد نہیں ہوگی، اور جب امام پانچویں رکعت کا سجدہ کر لے، تو پھر سب کی فرض نماز، نفل میں تبدیل ہو جائے گی، اگر امام چھٹی رکعت ملا لے، تو مسبوق کو اس صورت میں امام کے ساتھ شریک ہو جانا چاہیئے، کیوں کہ سب کی یہ نماز نفل بن چکی ہے، اب سب حضرات پر فرض نماز دوبارہ پڑھنا لازم ہوگا (۱)۔

---

(۱) شامی (۱ : ۵۹۹)

لاحق اپنی نماز کیسے پوری کرے

اگر کوئی شخص امام کے ساتھ ابتداء سے نماز میں شریک تھا، لیکن درمیان میں وہ سو گیا، یا اس کا وضو ٹوٹ گیا، اور وہ وضو کرنے چلا گیا، جس کی وجہ سے اس کی چند رکعتیں یا بقیہ ساری نماز امام سے فوت ہو جائے، تو لاحق کی ان فوت شدہ رکعتوں کو ادا کرنے کے دو طریقے ہیں :

(۱) اس کی جتنی رکعتیں امام سے چھوٹ گئی ہیں، پہلے انہیں ادا کرے، ان کو ادا کرنے سے پہلے امام کے ساتھ شریک نہ ہو، اور انہیں ادا بھی اس طرح کرے، جس طرح وہ امام کے ساتھ ادا کرتا، یعنی اس میں اس طرح قرآن وغیرہ نہ پڑھے، جس طرح مسبوق پڑھتا ہے بلکہ جتنی دیر سورہ فاتحہ اور سورہ پڑھنے میں لگتی ہے، اتنی دیر قیام میں خاموش کھڑا رہے، پھر رکوع وسجدہ کر لے، البتہ رکوع وسجدہ وغیرہ کی دعائیں پڑھے گا، کیونکہ یہ حکماً اب بھی مقتدی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس حالت میں اگر اسے کوئی بھول چوک ہو جائے، تو اس پر سجدہ سہو نہیں ہے، اس لئے کہ مقتدی کی بھول چوک پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

ان فوت شدہ رکعتوں کو ادا کرنے کے بعد امام کے ساتھ شریک ہو کر اپنی نماز مکمل کرے اور امام کی نماز اگر ختم بھی ہو جائے، تب بھی یہ ایک مقتدی کی طرح اپنی نماز پوری کرے گا مثلاً عشاء کی جماعت میں ایک شخص ابتداء سے امام کے ساتھ شریک ہوا، قعدہ اولیٰ میں وہ سو گیا، جب امام چوتھی رکعت میں تھا، تو اس کی آنکھ کھلی، تو جیسے اس کی آنکھ کھلے، فوراً امام کے ساتھ شریک نہ ہو، بلکہ اپنی فوت شدہ تیسری رکعت پہلے اس طرح ادا کرے، گویا کہ یہ امام کی اقتداء میں ہے یعنی قرأت وغیرہ نہ کرے، جب یہ رکعت پڑھ لے، تو پھر امام کے ساتھ شریک ہو جائے، بشرطیکہ امام نے نماز ختم نہ کی ہو، اور اگر ختم کر لی ہو، تو پھر بھی

یہ ایک مقتدی کی طرح اپنی نماز مکمل کرے، اس کو اسلامی فقہ میں "مسئلۃ البناء" کہتے ہیں۔

(۲) جب کسی آدمی کو یہ صورت پیش آجائے کہ دوران نماز اس کا وضوٹوٹ جائے، تو وہ اسی وقت سلام پھیر کر اپنی نماز توڑ دے، یا کوئی نماز میں سوجائے، تو جیسے وہ بیدار ہو، سلام پھیر کر اپنی نماز توڑ دے، پھر وضو کر کے یا بیدار ہونے کے بعد مسبوق کی حیثیت سے جماعت میں شریک ہو جائے، جتنی رکعتیں اسے امام کے ساتھ مل جائیں، انہیں امام کے ساتھ ادا کر لے، اور بقیہ نماز امام کے سلام کے بعد مکمل کر لے، اور اگر جماعت ختم ہو چکی ہو تو تنہا نماز پڑھ لے(۱)۔

قضاء نمازوں کا بیان

نماز کو اس کے وقت میں ادا نہ کیا جائے، تو اسے "قضاء" کہتے ہیں، نماز چونکہ دین اسلام کا ایک اہم رکن ہے، اس لئے اسے وقت میں ادا کرنے کی بہت تاکید ہے، اور کسی شرعی عذر کے بغیر نماز قضاء کر دینا بہت بڑا گناہ ہے، اور قرآن وحدیث میں اس پر بڑی سخت سزائیں منقول ہیں، اس لئے ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ وہ نماز کو اسکے وقت میں ادا کرنے کا اہتمام کیا کرے۔

اگر کسی مجبوری کی وجہ سے نماز قضا ہو جائے، یا وہ بھول جائے، یا وہ سو جائے، تو جب وہ عذر ختم ہو جائے، یا نماز یاد آجائے، یا سو کر اٹھے، تو فوراً وہ قضا نماز پڑھ لے، قضا نماز کے پڑھنے میں قصداً دیر کرنا سخت گناہ ہے، البتہ اگر وقت مکروہ ہو، تو پھر مکروہ وقت کے بعد اسے پڑھنا چاہیئے۔

---

(۱) عالمگیری (۱:۹۳)

کن نمازوں کی قضالازم ہے

تمام فرض نمازوں کی قضا فرض ہے، اور واجب نمازوں کی قضا واجب ہے، سنتوں کی قضاواجب نہیں ہے، لیکن فجر کی سنتوں کی چونکہ حدیث میں بڑی تاکید آئی ہے، اس لئے اگر اسی دن کی فجر کی سنتیں چھوٹ گئی ہوں، تو ان کی قضا اسی دن دوپہر سے پہلے پڑھ لینی چاہیئے۔

البتہ جو شخص پاگل یا جو بے ہوش ہو جائے، اور اس کی پاگل پنی یا بے ہوشی چوبیس گھنٹے سے بڑھ جائے، تو ایسے آدمی پر فوت شدہ نمازوں کی قضاواجب نہیں ہے۔

اسی طرح عورت کو جو ماہواری آتی ہے، یا جو ولادت کے بعد تقریباً چالیس دن خون آتا ہے، اس عرصہ کی نمازیں اس پر معاف ہیں، ان کی قضا کی ضرورت نہیں ہے۔

شرعی سفر میں اگر نماز قصر قضا ہو جائے، تو اس کی قضا بھی قصر میں یعنی دو رکعت ہوگی، خواہ اسے سفر کی حالت میں قضا کیا جائے، یا اقامت کی حالت میں۔

کئی مہینوں یا سالوں کی قضا نمازوں کا حکم

جب کسی کی کئی وقتوں، مہینوں یا سالوں کی نمازیں غفلت وغیرہ کی وجہ سے رہ گئی ہوں، تو اس پر شرعاً لازم ہے کہ وہ ان فوت شدہ نمازوں کا اندازہ لگائے کہ کل کتنی نمازیں اس کے ذمے باقی ہیں، پھر اپنی سہولت کے مطابق، مکروہ اوقات کے علاوہ، کسی بھی وقت ان کی قضا پڑھ سکتا ہے، وہ قضا نمازیں بھی پڑھے اور تاخیر سے ادا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار بھی کرے، یہ دونوں کام کرنے ضروری ہیں، صرف توبہ واستغفار سے فوت شدہ نمازیں معاف نہیں ہوتیں، بلکہ عملی طور پر ان کی قضا پڑھنا بھی ضروری ہے۔

لہٰذا جب کسی کی کئی وقتوں کی نمازیں قضا ہوں، تو سب سے پہلے ان کا حساب

کرے کہ میرے ذمہ مثلاً ظہر کی اتنی نمازیں ہیں، عصر کی اتنی، مغرب ...... اور وتر کی اتنی، اور نیت یہ کرے کہ میرے ذمے ظہر کی جتنی نمازیں ہیں، ان میں سے پہلی ظہر کی قضا نماز پڑھتا ہوں ...... مکروہ اوقات کے علاوہ جتنا جلد ہو سکے، ان کی قضا پڑھ لے، یہ سمجھنا غلط ہے، کہ ظہر کی قضا نمازیں، صرف ظہر کے وقت میں ہی قضا ہوتی ہیں اور عصر کی قضا نمازیں صرف عصر کے وقت میں ہی قضا ہوتی ہیں ...... بلکہ موقع ملتے ہی نہایت جلد مکروہ اوقات کے علاوہ ان کی قضا پڑھ لینی چاہیئے، اس میں تاخیر کرنا گناہ ہے(۱)۔

قضاء عمری

ہمارے معاشرہ میں یہ رسم رائج ہے کہ اگر کسی کی بہت سی نمازیں قضا ہو جائیں، تو وہ ۲۷ رمضان، یا اور کسی دن، بارہ رکعت، یا چار رکعت نفل، قضا عمری کی نیت سے پڑھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس سے عمر بھر کی قضا نمازوں کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ نفل پڑھنے سے قضا نماز کا فرض ذمے سے اتر جاتا ہے، یا یہ کہ رمضان میں قضا پڑھنے سے ستر قضا نمازیں ادا ہو جاتی ہیں، یہ بالکل بے بنیاد باتیں ہیں، قرآن وسنت سے مروجہ قضاء عمری کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اس طرح کرنے سے قضا نمازوں کا کوئی کفارہ ادا نہیں ہوتا، بلکہ تمام فوت شدہ نمازوں کا اندازہ کر کے ان کی قضا پڑھنا ضروری ہے۔

قضا نمازوں کا فدیہ کب اور کتنا ادا کیا جائے

ایک شخص زندگی میں اپنی قضا نمازیں کسی وجہ سے نہ پڑھ سکا، یا پوری نہ کر سکا اور موت کا وقت قریب آ جائے، تو اس پر لازم ہے، کہ وہ اپنے وارثوں کو قضا نمازوں کے فدیہ کی وصیت کر جائے، اگر اس نے وصیت کی، تو پھر ایک تہائی مال سے ان نمازوں کا

---

(۱) عالمگیری (۱:۱۲۱)

فدیہ ادا کرنا وارثوں پر لازم ہوگا، اور اگر وصیت نہ کی ہو، تو پھر ان پر فدیہ دینا لازم نہیں، ہاں تمام وارث اگر عاقل بالغ ہوں اور وہ اپنی خوشی سے فدیہ ادا کر دیں، اس امید سے کہ شاید اللہ تعالیٰ اس سے میت کے بوجھ میں کمی کر دیں، تو یہ جائز ہے۔

ایک نماز کا فدیہ صدقہ فطر کے برابر ہے، جس کی مقدار تقریباً دو سیر غلہ ہے، فدیہ دینے میں اختیار ہے، چاہے تو وہ غلہ ہی دیدے، یا فدیہ ادا کرنے کے دن اس گندم کی جو قیمت ہو، اس کے حساب سے فدیہ ادا کیا جائے، اور چونکہ وتر ایک مستقل نماز ہے، اس کا مستقل فدیہ دینا ہوگا، گویا دن رات میں چھ نمازیں ہوئیں، لہذا ایک دن اور رات کی نمازوں کے چھ صدقے فدیہ میں دینے لازم ہوں گے (۱)۔

سجدہ سہو

''سہو'' کے معنی بھول جانے کے ہیں، بسا اوقات نماز میں خواہ ادا ہو یا قضاء، فرض ہو، یا وتر، سنت ہو، یا نفل، بھولے سے کسی واجب...... وغیرہ میں کمی بیشی ہو جاتی ہے، جس کے ازالے کے لئے آخری قعدہ میں ''التحیات'' پڑھ کر، ایک طرف سلام پھیر کر، دو سجدے کئے جاتے ہیں ان کو ''سجدہ سہو'' کہتے ہیں۔

سجدہ سہو واجب ہونے کے اسباب

مندرجہ ذیل صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، جبکہ ان میں سے کوئی چیز بھولے سے پیش آجائے، لیکن اگر جان بوجھ کر ان میں سے کوئی کام کیا گیا، تو پھر سجدہ سہو سے نماز ادا نہیں ہوگی، بلکہ اس صورت میں نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا، ان اسباب کی تفصیل یہ ہے:

---

(۱) عالمگیری (۱:۱۲۵)

(۱) نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے مثلاً سورہ فاتحہ یا سورہ پڑھنا بھول گیا، تشہد یعنی التحیات یا دعائے قنوت پڑھنا بھول جائے......۔

(۲) جب کسی واجب کے ادا کرنے میں بھولے سے تاخیر ہو جائے مثلاً ثناء کے بعد الحمد پڑھنے میں، یا سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ ملانے میں تاخیر ہوگئی تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا، لیکن معمولی سی تاخیر سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا بلکہ اگر اتنی تاخیر ہو جائے جتنی دیر میں تین مرتبہ **سبحان ربی الاعلی** یا **سبحان ربی العظیم** پڑھا جاتا ہے، تو پھر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

(۳) جب کسی فرض میں بھولے سے تاخیر ہو جائے مثلاً ثناء پڑھنے کے بعد کچھ دیر سوچتا رہے اور قرآن کی کوئی آیت نہ پڑھے، یا سورہ فاتحہ اور قرأت کے بعد رکوع کرنے میں تاخیر ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

(۴) جو چیزیں نماز میں فرض ہیں، ان کو بھولے سے اپنے مقام سے آگے یا پیچھے کر دے مثلاً رکوع سے پہلے سجدہ میں چلا جائے یا قرأت سے پہلے رکوع کر لے تو سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

(۵) جب کسی فرض کو بھولے سے دوبارا ادا کر دے مثلاً تین سجدے کر دیئے یا دو رکوع کر لیے۔

(۶) بھولے سے کسی واجب کی کیفیت بدل جائے مثلاً جن نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کرنا ضروری ہے، ان میں امام نے آہستہ پڑھ لیا، یا جن میں آہستہ آواز سے پڑھنا ہے، ان میں بلند آواز سے پڑھا جائے یا فرض کی پہلی دو رکعتوں میں یا ایک رکعت میں اور سنن و نوافل کی کسی رکعت میں سورہ پہلے پڑھ لے اور سورہ فاتحہ بعد میں پڑھے تو ترتیب بدل جانے کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوگا، یا التحیات کی جگہ سورہ فاتحہ پڑھ لے یا

قیام میں ثناء کے بعد سورہ فاتحہ کی جگہ یا سورہ کی جگہ التحیات پڑھ لے(۱) ۔

سجدہ سہو کے چند ضروری مسائل

(۱) نماز کے فرائض میں سے اگر کوئی فرض چھوٹ جائے تو نماز کا لوٹانا ضروری ہوتا ہے، سجدہ سہو سے یہ کمی پوری نہیں ہوتی ،اور اگر کوئی سنت یا مستحب چھوٹ جائے تو یہ معاف ہے،اس لئے ہر نمازی کو نماز کے فرائض ،واجبات ،سنن اور مستحبات معلوم ہونے چاہئیں ۔

(۲) نماز باجماعت میں اگر مقتدی سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے ،جس سے سجدہ سہو لازم آتا ہے،تو اس سے نہ امام کے ذمہ سجدہ سہو واجب ہوتا ہے،اور نہ مقتدی کے ذمہ،اس لئے امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کو تنہا سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں ہے،لیکن اگر مقتدی سے کوئی فرض رہ جائے یا وہ چھوڑ دے تو پھر اس کی نماز نہیں ہوگی ،نماز کا لوٹانا ضروری ہوگا ،اور اگر امام سے کوئی سہو ہو جائے اور وہ سجدہ سہو کرے،تو مقتدی پر لازم ہے کہ امام کی اتباع میں اس کے ساتھ سجدہ سہو کرے۔

(۳) اگر ایک نماز میں کئی ایسی چیزیں پیش آجائیں ،جن میں سے ہر ایک پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے،تو ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف ایک ہی مرتبہ سجدہ سہو کرنا ضروری ہے،یہ سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔

(۴) فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے بعد کوئی سورہ نہیں ملائی جاتی ،لیکن اگر کوئی پڑھ لے تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا (۲) ۔

(۵) امام یا منفرد نے دوران قرأت ایک پوری آیت یا کچھ قرآنی الفاظ چھوڑ دیئے،اگر اس چھوڑنے سے معنی میں کوئی فساد واقع نہ ہو،تو نماز درست ہے،اسے نہ تو لوٹانے کی

---

(۱) فتاویٰ ھندیہ (۱:۱۲۶) احسن الفتاویٰ (۴:۳۵) (۲) (عالمگیری ص ۱۲۶ ج-۱)

ضرورت ہے، اور نہ ہی سجدہ سہو واجب ہے، لیکن اگر معنی میں فساد واقع ہو رہا ہو، تو پھر اس پر لازم ہے کہ پہلی آیت پر وہ وقف کرے اور پھر اس کے بعد دوسری آیت اس کے ساتھ ملائے، وقف کے بغیر اگر اس نے دوسری آیت پہلی آیت کے ساتھ ملا دی، تو نماز فاسد ہو جائے گی، اسے دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا، مثلاً ایک شخص نے یہ آیت پڑھی **ان الذین امنوا وعملوا الصلحت**، پھر چند آیات چھوڑ کر پڑھتا ہے **اولئک هم شر البرية**، تو اگر اس نے دوسری آیت وقف کے بعد پڑھی ہے تو پھر اس کی نماز درست ہے، اور اگر بغیر وقف کے پڑھ دی تو چونکہ اس سے فساد معنی لازم آ رہا ہے، اس لئے اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی، نماز کو لوٹانا ضروری ہوگا (۱)۔

(۶) نماز کا آخری قعدہ فرض ہے، اگر کوئی شخص آخری قعدہ کئے بغیر بھولے سے پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو جب تک اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا، اسے لوٹ آنا چاہیئے، فرض میں تاخیر کی وجہ سے اس پر سجدہ سہو واجب ہے، اور نماز درست ہو جائے گی لیکن اگر اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو فرض نماز باطل ہو جائے گی، اب اسے چاہیئے کہ ایک رکعت اور ملا دے، تا کہ یہ چھ رکعت نفل ہو جائیں، اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے، اس پر لازم ہے کہ فرض نماز از سر نو پڑھے (۲)۔

اور اگر آخری قعدہ میں تشہد پڑھ کر، بھولے سے پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے اسے یاد آ جائے، تو اس کو بیٹھ جانا چاہیئے اور سجدہ سہو کر کے نماز پوری کر لے، لیکن اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا ہے تو پھر بیٹھنا نہیں چاہیئے، بلکہ ایک رکعت مزید پڑھ کر چھ رکعت پوری کر لے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے، یہ آخری دو رکعتیں نفل، اور چار رکعتیں فرض ہو جائیں گی، اس صورت میں

---

(۱) احسن الفتاوی (۳:۶:۴۴۳) (۲) خلاصۃ الفتاوی (۱:۸:۱۷۱)

دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۷) مسبوق کو چاہیئے کہ جب امام سجدہ سہو کرے تو یہ سلام پھیرے بغیر، امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے، جب امام کی نماز ختم ہو جائے تو پھر اپنی بقیہ نماز مکمل کرے، اس بقیہ نماز کے مکمل کرنے میں مسبوق منفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والے کے حکم میں ہوتا ہے، اس لئے اس دوران اس سے اگر ایسی کوئی غلطی ہو جائے جس سے سجدہ سہو لازم آتا ہے، تو اسے لازماً سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

(۸) چار یا تین رکعت والی نماز میں اگر دو رکعت پر بھول کر سلام پھیر دے، تو جب تک کوئی بات چیت نہیں کی، اور نماز کے منافی کوئی کام نہیں کیا، اس وقت تک کھڑے ہو کر بقیہ نماز مکمل کر سکتے ہیں، البتہ آخر میں سجدہ سہو کرنا ضروری ہے اور اگر ایسا کوئی کام کرلیا، جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، تو پھر دوبارہ نماز پڑھنا ضروری ہوگا (۱)۔

سجدہ سہو کرنے کا مسنون طریقہ

نماز کے آخری قعدے میں التحیات پڑھنے کے بعد صرف دائیں طرف سلام پھیرے، پھر تکبیر کہتا ہوا سجدہ میں چلا جائے، سجدہ میں تین بار تسبیح پڑھے، پھر تکبیر کہتا ہوا سر اٹھائے اور سیدھا بیٹھ جائے، پھر اسی طرح دوسرا سجدہ کرے، دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ جائے، اس میں دوبارہ التحیات پڑھے اور پھر درود اور دعاء پڑھ کر سلام پھیر دے۔

اور اگر کسی پر سجدہ سہو واجب تھا مگر اس نے بھولے سے دونوں طرف سلام پھیر دیا، تو وہ بھی سجدہ سہو کر سکتا ہے، بشرطیکہ سلام پھیرنے کے بعد وہ ابھی تک اپنی جگہ قبلہ رخ بیٹھا ہو، اور کوئی ایسا کام بھی نہ کیا ہو، جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے (۲)۔

---

(۱) اسلامی فقہ (۱:۲۷۰) (۲) اسلامی فقہ (۱:۲٦۸)

سجدہ تلاوت

''تلاوت'' کے معنی پڑھنے کے ہیں، قرآن مجید میں چودہ آیات ایسی ہیں، جن میں سے کسی ایک کو بھی پڑھا، یا سنا جائے، تو ایک سجدہ واجب ہو جاتا ہے، جسے سجدہ تلاوت کہتے ہیں، اور ان آیات کو ''آیات سجدہ'' کہا جاتا ہے، قرآن مجید کے حاشیہ پر آسانی کے لئے آیات سجدہ پر لفظ ''السجدۃ'' لکھا ہوا ہے، لیکن سورۃ حج کے بالکل آخری رکوع میں جہاں ''السجدۃ'' لکھا ہوا ہے، اسے پڑھنے یا سننے سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سجدہ واجب نہیں ہے، اور یہ ان چودہ جگہوں کے علاوہ ہے، ان چودہ مقامات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) نویں پارے میں سورۂ اعراف کے ختم پر۔

(۲) تیرھویں پارے میں سورۂ رعد کے دوسرے رکوع میں۔

(۳) چودھویں پارے میں سورۂ نحل کے چھٹے رکوع کے آخر میں۔

(۴) پندرھویں پارے میں سورۂ بنی اسرائیل کے آخری رکوع میں۔

(۵) سولہویں پارے میں سورۂ مریم کے چوتھے رکوع میں۔

(۶) سترھویں پارے میں سورۂ حج کے دوسرے رکوع میں، اور سورۂ حج کے آخری رکوع میں جو سجدہ ہے، اسے پڑھنے یا سننے سے احناف کے نزدیک سجدہ واجب نہیں ہوتا۔

(۷) انیسویں پارے میں سورۂ فرقان کے پانچویں رکوع کے آخر میں۔

(۸) انیسویں پارے میں سورۂ نحل کے دوسرے رکوع میں۔

(۹) اکیسویں پارے میں سورۂ سجدہ کے دوسرے رکوع میں۔

(۱۰) تیئسویں پارے میں سورۂ ص کے دوسرے رکوع میں لفظ ''ماب'' پر۔

(۱۱) چوبیسویں پارے میں سورۂ حم السجدۃ کے پانچویں رکوع میں۔

(۱۲)ستائیسویں پارے میں سورۂ النجم کے آخر میں۔

(۱۳)آخری پارے میں سورۂ انشقاق میں۔

(۱۴)آخری پارے میں سورۂ علق کے آخر میں(۱)۔

سجدہ تلاوت کے چند اہم مسائل

(۱) جو چیزیں نماز کے لئے شرط ہیں، وہ سجدہ تلاوت کے لئے بھی شرط ہیں، یعنی باوضو ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، اور قبلہ رخ ہو کر سجدہ وغیرہ کرنا۔

(۲) جس طرح نماز کا سجدہ زمین پر کیا جاتا ہے، اسی طرح سجدہ تلاوت بھی کرنا چاہیئے، بعض لوگ قرآن مجید پر ہی سجدہ تلاوت کر لیتے ہیں، یہ غلط ہے، اس سے سجدہ تلاوت ادا نہیں ہوتا، بلکہ ان کے ذمے واجب رہتا ہے۔

(۳) اگر کسی کے ذمے بہت سے سجدہ تلاوت باقی ہوں اور ابتک انہیں ادا نہ کیا ہو، تو اسے چاہیئے کہ اندازہ کر کے انہیں مکروہ اوقات کے علاوہ ادا کر لے، اگر ادا نہیں کرے گا تو گنہگار ہو گا، حفاظ حضرات کو اس میں بہت توجہ دینی کی ضرورت ہے، عموماً ان کے ذمہ سجدہ تلاوت کی کافی تعداد ہر وقت ذمہ میں باقی رہتی ہے، انہیں نہایت جلد ادا کر لینا چاہیئے۔

(۴) اگر عورت نے حیض یعنی ماہواری میں یا نفاس یعنی بچہ کی ولادت کے بعد ناپاکی کے زمانے میں کسی سے سجدہ تلاوت کی کوئی آیت سن لی تو اس سے اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

---

(۱) عالمگیری (۱:۱۳۲)

(۵) سجدہ کی ایک ہی آیت مجلس میں کئی بار پڑھی یا سنی جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوتا ہے، لیکن اگر مجلس مختلف ہو جائے، یا سجدہ تلاوت کی مختلف آیات سنی جائیں، یا مختلف آیتیں پڑھی جائیں، تو پھر سجدے بھی اسی حساب سے واجب ہونگے، چنانچہ دو مختلف آیتیں ہوں، تو دو سجدے واجب ہونگے، اسی طرح اگر ایک ہی آیت چار مختلف مجلسوں میں پڑھی جائے، تو چار سجدے واجب ہونگے۔

درجہ حفظ کی درسگاہ اور مسجد میں سجدہ تلاوت کا حکم

حفظ کی درسگاہ، کمرہ اور مسجد ایک ہی مجلس کے حکم میں ہیں، لہذا جب کوئی آدمی یا بالغ طالب علم ایک ہی آیت کو بار بار درسگاہ یا کمرہ یا مسجد میں گھوم کر پڑھے، تو اس سے صرف ایک ہی سجدہ واجب ہوگا البتہ اگر درمیان میں کسی دوسرے کام میں لگ جائے مثلاً کھانے میں مشغول ہوگیا، یا وہ بیت الخلاء چلا گیا، یا بات چیت شروع کردی، یا اور کوئی ایسا کام شروع کردیا، جس کا تلاوت سے کوئی تعلق نہ ہو، تو اس سے چونکہ حکماً مجلس تبدیل ہو جاتی ہے، اس لئے اب اگر دوبارہ اس آیت کو پڑھے گا، تو اس پر دوسرا سجدہ واجب ہو جائے گا، لیکن اگر سجدہ تلاوت کی مختلف آیات پڑھی یا سنی جائیں، تو پھر اسی حساب سے سجدے بھی واجب ہونگے (۱)۔

ٹیپ ریکارڈ، ٹی وی اور ریڈیو سے آیت سجدہ سننے کا حکم

ٹیپ ریکارڈ سے آیت سجدہ سنی جائے تو چونکہ یہ کسی تلاوت کرنے والے آدمی کی براہ راست آواز نہیں ہوتی، بلکہ اس کی آواز کو محفوظ کیا ہوا ہوتا ہے، اور پھر اسے سنا جاتا ہے، اس لئے اس سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا، ٹی وی اور ریڈیو سے جو آیت سجدہ سنی

---

(۱) عالمگیری (۱:۱۳۴)

جائے، اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ قرأت کی ریکارڈنگ ہو، جسے نشر کیا جارہا ہے، براہ راست قاری کی آواز نہ ہو تو پھر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے، لیکن اگر ٹی وی اور ریڈیو سے قاری کی آواز براہ راست نشر کی جارہی ہو، تو پھر سجدہ تلاوت واجب ہوگا (۱)۔

سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ

نماز سے باہر آیت سجدہ پڑھی یا سنی جائے تو اس وقت سجدہ کرنے کا طریقہ یہ ہے، کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہتا ہوا سجدے میں چلا جائے، تین بار تسبیح پڑھے، پھر تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے، لیکن اگر بیٹھے بیٹھے ہی سجدہ میں چلا جائے، اور سجدہ کر کے بیٹھ جائے، تو اس سے بھی سجدہ تلاوت ادا ہو جاتا ہے، سجدہ تلاوت کی ادائیگی کے لئے تکبیر کہکر نہ تو کانوں تک ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں اور نہ ہی تشہد پڑھا جاتا ہے اور نہ ہی سلام پھیرا جاتا ہے۔

اگر آیت سجدہ نماز کے اندر تلاوت کی ہو، تو آیت سجدہ پڑھتے ہی تکبیر کہتا ہوا سجدے میں چلا جائے، تین بار تسبیح پڑھے اور پھر تکبیر کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے، اور آیت سجدہ کے بعد سے تلاوت شروع کردے۔

لیکن اگر سجدے کی آیت پڑھ کر فوراً یا اس کے بعد ایک یا دو آیتیں پڑھ کر رکوع کیا جائے اور رکوع میں جاتے وقت سجدہ تلاوت کی بھی نیت کر لی جائے، تو اس سے بھی سجدہ تلاوت ادا ہو جاتا ہے، نیت نہ کی تو ادا نہ ہوگا، اور آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد نماز کا سجدہ کیا جائے، تب بھی سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا اور اس میں نیت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر امام آیت سجدہ پڑھ کر فوراً یا ایک دو آیتوں کے بعد رکوع کر لے، تو اسے

---

(۱) احسن الفتاوی (۴:۶۵) جدید فقہی مسائل (۱:۶۵)

چاہیئے کہ وہ رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت نہ کرے، تاکہ نماز کے سجدے میں امام اور مقتدی سب کا سجدہ تلاوت، بغیر کسی تردد کے ادا ہو جائے، کیونکہ نماز کے سجدے میں سجدہ تلاوت کی ادائیگی کیلئے نیت شرط نہیں ہے (۱)۔

سفر اور اس کے احکام

لغت میں ہر سفر کرنے والے کو "مسافر" کہتے ہیں۔

اور شریعت میں "مسافر" اس شخص کو کہتے ہیں، جو اپنے گھر سے ایسی جگہ جانے کا ارادہ کر کے نکلے، جو اس کے گھر سے (۴۸) میل (تقریباً ستتر (۷۷) کلومیٹر) یا اس سے زیادہ دور ہو، ایسا شخص جوں ہی اپنی بستی یا شہر کی حدود سے باہر ہوگا، تو اس وقت سے وہ مسافر شمار ہوگا، اور اس کے لئے شرعی سفر کے احکام ثابت ہو جائیں گے، اگر اس کا سفر ستتر (۷۷) کلومیٹر سے کم ہو تو پھر وہ مسافر نہیں ہے، بلکہ مقیم ہی ہے (۲)۔

سفر کے چند مخصوص احکام یہ ہیں :

(۱) سفر میں رمضان کا روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

(۲) موزوں پر تین دن اور تین رات تک مسح جائز ہوتا ہے۔

(۳) نماز جمعہ، عیدین اور قربانی کرنا ضروری نہیں رہتا۔

(۴) عورت کے لئے شوہر یا کسی محرم کے بغیر سفر کرنا حرام ہو جاتا ہے۔

(۵) مسافر مرد و عورت کیلئے نماز میں قصر کرنا ضروری ہوتا ہے۔

نماز قصر

جب کوئی آدمی شرعی سفر پر ہو، تو اس پر لازم ہے کہ چار رکعتوں والی فرض نماز

---

(۱) شامی (۲:۱۱۲) عمدۃ الفقہ (۲:۳۹۲) (۲) درمختار (۲:۱۲۱-۱۲۲)

یعنی ظہر، عصر اور عشاء میں صرف دو دو رکعتیں پڑھے، پوری چار رکعت پڑھنا درست نہیں ہے، بہت بڑا گناہ ہے، البتہ فجر، مغرب اور نماز وتر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، وہ اپنے حال پر برقرار رہتی ہیں (۱)۔

اگر کوئی مسافر بھولے سے چار رکعتیں پڑھ لے، تو اگر دوسری رکعت کے بعد اس نے قعدہ کرلیا ہے تو پھر دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اخیر میں سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی، پہلی دو رکعتیں فرض اور آخری دو نفل ہو جائیں گی، اور اگر دوسری رکعت کے بعد قعدہ نہیں کیا، تو پھر اس کی فرض نماز نہیں ہوئی، کیونکہ دو رکعت کے بعد قعدہ یہاں فرض تھا، جو اس نے نہیں کیا، یہ چاروں رکعتیں نفل ہو گئیں، لہٰذا اس پر لازم ہے کہ فرض نماز دوبارہ پڑھے۔

سفر میں جان بوجھ کر چار رکعت پڑھنا جائز نہیں ہے، انتہائی بڑا گناہ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے، اس لئے مسافر کو ہرگز چار رکعت فرض نہیں پڑھنے چاہیئے، لہٰذا اگر کسی نے قصداً سفر میں پوری نماز پڑھ لی، اور قصر نہ کیا، تو اس پر لازم ہے کہ اپنے اس فعل پر توبہ کرے اور نماز کو بھی دوبارہ پڑھے، اس صورت میں سجدہ سہو کرنا بھی کافی نہیں، کیوں کہ قصداً ایسا کرنے سے سجدہ سہو سے اس کا ازالہ نہیں ہوسکتا، لہٰذا نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا۔

شرعی مسافر کیلئے قصر کی سہولت صرف چار رکعت والی فرض نماز میں ہے، سنتوں اور نفل نماز میں قصر جائز نہیں ہے، ہاں سفر میں سنتیں پڑھنے کی اس پر کوئی پابندی نہیں ہے، موقع ملے تو پڑھ لے، بڑی سعادت کی بات ہے، اور چھوڑنا چاہے تو چھوڑ بھی سکتا ہے، البتہ

---

(۱) بخاری (۱:۱۴۷)

فجر کی سنتوں کی چونکہ حدیث میں بہت تاکید آئی ہے، اس لئے ان کو پڑھ لینا بہتر ہے۔

اگر سفر میں کسی کی نماز قضاء ہو جائے تو گھر پر جب اس کی قضاء کرے تو قصر ہی پڑھے، پوری پڑھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح گھر پر جو نماز قضاء ہوگئی ہو، اور سفر میں اس کی قضاء کرنا چاہے، تو پوری پڑھنا ضروری ہے، قصر جائز نہیں ہے۔

وہ لوگ جو مسلسل سفر میں رہتے ہیں، کسی جگہ وہ پندرہ دن اقامت کی نیت سے نہیں ٹھرتے، جیسے ڈرائیور وغیرہ، تو ایسے حضرات جب تک سفر میں رہیں گے، تو ہمیشہ قصر پڑھیں گے، پوری نماز ان کے لئے جائز نہیں ہے (۱)۔

وطن اقامت (ملازمت کی جگہ وغیرہ) کا حکم

جب کوئی شخص کسی شہر میں ملازمت وغیرہ کی خاطر رہائش اختیار کر لیتا ہے، تو یہ اس کا ایک قسم کا وطن اقامت بن جاتا ہے، بشرطیکہ ایک دفعہ وہ کم از کم پندرہ دن اقامت کی نیت سے وہاں سکونت اختیار کر لے، اب شرعاً اس کا یہ وطن اقامت ہے، جب تک اس کے اہل وعیال یا سامان یہاں ہوگا اور اس وطن کو باقاعدہ ختم نہیں کریگا، اس وقت تک یہ اس کا وطن اقامت ہے، اس پر ایک مقیم آدمی کے احکام جاری ہونگے، اب یہ مسافر نہیں رہا، چنانچہ اس پر پوری نماز پڑھنا ضروری ہے، قصر جائز نہیں، رمضان کے روزے لازماً رکھنے ہونگے، ......اس دوران وہ جہاں کہیں عارضی سفر کرے گا، تو اس سے اس کا یہ وطن اقامت باطل نہیں ہوگا، سفر کے بعد وہ جیسے ہی اس میں داخل ہوگا تو شرعاً مقیم شمار ہوگا، خواہ ایک گھنٹہ کیلئے ہو، یا ایک دن کیلئے......نماز پوری پڑھنا اس پر ضروری ہوگا۔

ہاں جب وہ خود ہی اس رہائش کو ختم کردے، اور کسی دوسری جگہ اپنی اقامت اختیار

---

(۱) شامی (۲:۱۳۱)

کر لے، اور اپنا سامان اور اہل وعیال بھی لے جائے، تو پھر اس کا یہ وطن باطل ہو جائے گا، اب جب وہ دوبارہ یہاں آئے گا، تو اگر یہ جگہ اس سے شرعی مسافت کے فاصلے پر واقع ہو تو یہاں وہ قصر کرے گا الا یہ کہ پندرہ دن اقامت کی نیت کر لے، تو پھر پوری نماز پڑھے گا، مثلاً ایک شخص اصلاً پشاور کا ہے، اسلام آباد میں اس کی ملازمت ہے وہ اسلام آباد میں رہائش اختیار کرنا چاہتا ہے لیکن گھریلو حالات کی وجہ سے ہر ہفتہ اسے پشاور بھی ضروری جانا ہوتا ہے، تو اسے چاہیئے کہ اسلام آباد میں کم از کم ایک دفعہ پندرہ دن اقامت کی نیت سے یہاں رہائش اختیار کر لے، اور اپنا ساز وسامان یا اہل وعیال یہاں منتقل کر دے، جب یہ ایسا کر لے گا تو شریعت کی نظر میں اسلام آباد اس کا وطن اقامت ہو جائے گا، اب جب تک اس کی اسلام آباد میں ملازمت ہے، اور یہ خود اس رہائش کو ختم نہیں کرتا، اس وقت تک یہ اس کا وطن اقامت ہے، اس پر مقیم کے احکام جاری ہونگے، پھر ہر روز گھر جائے یا ہفتہ بعد، یہاں یہ پوری نماز پڑھے گا، اور جب تک پندرہ دن اقامت کی نیت سے اسلام آباد میں رہائش اختیار نہیں کرے گا اس وقت تک وہ مسافر ہوگا، مقیم نہیں ہوگا، نماز میں قصر کرے گا (۱)۔

مغرب کی نماز پڑھ کر ہوائی جہاز میں سوار ہوا اور سورج دوبارہ نظر آنے لگا تو کیا کرے

ایک شخص نے مغرب کی نماز ادا کی اور ہوائی جہاز کے ذریعے مغرب کی طرف اتنا تیز سفر کیا کہ آفتاب دوبارہ نظر آنے لگا، اور وہاں اس کے سامنے سورج غروب ہوا تو اب اس پر مغرب کی نماز دوبارہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ (۲)

---

(۱) بدائع الصنائع (۲:۲۸۵) احسن الفتاوی (۴:۱۰۷) (۲) فتاوی رحیمیہ (۱۳:۱۲۹) احسن الفتاوی (۴:۶۹)

عورت کا سفر

(۱) اگر عورت شرعی سفر یعنی ستتر کلومیٹر یا اس سے زیادہ کا سفر کرنا چاہے، تو اس کے ساتھ مرد کا ہونا ضروری ہے، جو یا تو اس کا شوہر ہو، یا نیک محرم ہو، یعنی باپ، بھائی، بیٹا یا ماموں وغیرہ، جس کے ساتھ کہ اس کا نکاح ہمیشہ کے لئے شریعت نے حرام قرار دیا ہے، محرم کے بغیر عورت کیلئے سفر کرنا درست نہیں ہے، بہت بڑا گناہ ہے لیکن اگر عورت کا سفر اس قدر مسافت (۷۷ ستتر کلومیٹر) سے کم کم ہو تو بھی اس پرفتن دور میں، کسی محرم کے بغیر عورت کا ادھر ادھر جانا بالکل مناسب نہیں ہے، بے فکری کے اس دور میں اس چیز کو قابل توجہ ہی نہیں سمجھا جاتا، نتیجہ یہ ہے کہ عورت گھر کی چار دیواری سے باہر مکمل آزاد ہوتی ہے، طالبات ہیں کہ سکول اور کالجوں میں محرموں کے بغیر آتی جاتی ہیں، اس سے نہ جانے کتنے اغواء کے واقعات، اخلاقی خرابیاں اور آئے دن طرح طرح کے واقعات پیش آتے ہیں، اس لئے اہل اسلام کو اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہئے۔

(۲) عورت کی شادی کے بعد اگر رخصتی ہو چکی ہے، اور وہ مستقل طور پر اپنے سسرال کے ہاں رہتی ہے، تو اب اس کا یہی اصلی گھر ہے پھر جب وہ اپنے میکے (والدین کے گھر) ملاقات کے لئے جائے گی اور اس کے میکے شرعی مسافت سفر پر واقع ہوں، تو وہاں وہ مسافر ہوگی، جبکہ اس کی نیت وہاں پندرہ دن ٹھرنے کی نہ ہو، یہی حکم مرد کے سسرال کا ہے کہ اگر مرد کے سسرال مسافت سفر پر ہوں، تو جب وہ وہاں جائے گا تو اگر پندرہ دن اقامت کی نیت نہ ہو، تو وہاں وہ مسافر ہوگا اور اس پر سفر کے احکام جاری ہوں گے (۱)۔

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲: ۳۸۳)

باپ بیٹے کے گھر یا بیٹا باپ کے گھر مقیم ہوگا یا نہیں

اگر باپ اور بیٹے دونوں سفر کے فاصلے پر رہتے ہوں اور دونوں کا وطن الگ الگ ہو، اور لڑکے نے اپنے آبائی وطن کو بالکل چھوڑ دیا ہو، تو دونوں ہر ایک کے یہاں قصر کریں گے، یہی حکم دونوں کے علیحدہ علیحدہ وطن اقامت کا ہے، اور اگر صرف لڑکے نے اپنا وطن بنایا مگر والد کے وطن کو بھی باقی رکھا تو اس صورت میں باپ مسافر ہوگا لیکن لڑکا جب والد کے گھر آئے گا تو مقیم ہوگا۔ (۱)

سواری پر نماز پڑھنے کے مسائل

(۱) اگر ریل یا ہوائی جہاز کا سفر ہو اور اتر کر نماز فرض پڑھنے کا موقع نہ ہو یا اترنے میں سامان چوری ہو جانے یا سواری کے چلے جانے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں سواری کے اندر ہی نماز پڑھ سکتے ہیں، کھڑے ہو کر نماز پڑھی جائے، کسی مجبوری کی وجہ سے کھڑے ہو کر پڑھنا ممکن نہ ہو تو پھر بیٹھ کر رکوع سجدے کے ساتھ نماز ادا کی جائے۔

(۲) بس کی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے فرض نماز پڑھنے سے ادا نہیں ہوتی، اس لئے سفر کرنے سے پہلے بس والوں سے یہ طے کر لیا جائے کہ نماز کے وقت کسی مناسب جگہ پر روک دیں اور اگر وہ نہ روکیں تو پھر نماز کو قضاء پڑھنا ضروری ہے، بہتر یہ ہے کہ بس میں جیسے ممکن ہو، نمازیوں کے ساتھ مشابہت کی خاطر فرض نماز ادا کر لے، مگر بعد میں اسے دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا۔

(۳) شہر سے باہر گاڑی، ریل، ہوائی جہاز، کار اور جانور پر ''نفل نماز'' پڑھنا جائز ہے، خواہ کوئی عذر ہو، یا نہ ہو، اس میں قبلہ رخ ہونا بھی شرط نہیں ہے، جس طرف سواری کا رخ

---

(۱) احکام مسافر (ص:۱۰۵)

ہو، اس طرف ہی اشارے سے ''نفل نماز'' پڑھی جا سکتی ہے۔

اور شہر کے اندر بھی ''نفل نماز'' سواری پر اشارے سے پڑھ سکتے ہیں، جبکہ پوری توجہ اور خشوع کے ساتھ اسے پڑھنا ممکن ہو، اور شہر کا ماحول اس کے مانع نہ ہو (۱)۔

مسافر کب مقیم ہوتا ہے

سفر میں جب تک کسی ایک جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کی جائے، اس وقت تک سفر ختم نہیں ہوتا، وہ شخص مسافر رہتا ہے، اس پر سفر کے سارے احکام جاری ہوتے ہیں، اور جب کسی ایک مقام پر کم از کم پندرہ دن کے قیام کی نیت کر لی جائے، یا وہ مسافر اپنے گھر واپس آ جائے، تو اب وہ مسافر نہیں رہا، سفر کے احکام اس پر جاری نہیں ہونگے، اب اسے پوری نماز پڑھنا ضروری ہے (۲)۔

سفر کے دوران وطن سے گذرے تو مقیم ہو گا یا نہیں

ایک شخص سفر میں ہے، اب اس نے کسی اور مقام پر جانا ہے، لیکن اس کا راستہ اس کے وطن سے گذر کر جاتا ہے، اب جب یہ بس یا ٹرین کے ذریعے اپنے وطن سے گذرے گا، یا جہاز اس کے وطن اترا اور پھر اس نے دوسری جانب سفر شروع کر دیا تو ایسا شخص اپنے وطن میں مقیم ہو گا، چنانچہ وہ پوری نماز پڑھے گا، مثلاً ایک شخص کا وطن راولپنڈی شہر ہے، وہ لاہور سفر پر گیا، اب اسے کسی کام سے پشاور جانا ہے، تو اب جب اس کا گذر راولپنڈی سے ہو گا تو اگر یہاں اسے نماز کا وقت ہو جائے اور وہ نماز پڑھے تو پوری نماز پڑھے گا، اور اگر یہیں رہتے ہوئے اس کی نماز قضاء ہو جائے تو بعد میں اس نے پوری نماز قضاء کرنی ہو گی، اس میں قصر جائز نہیں ہو گا۔

---

(۱) شامی (۲: ۳۸، ۳۹) عمدة الفقہ (۲: ۴۲۸) (۲) عالمگیری (۱: ۱۳۹)

اور جس مقام سے سفر کا آغاز ہوا، مثلاً لاہور، وہاں سے اس کے وطن یعنی راولپنڈی تک چونکہ شرعی مسافت سفر ہے، اس لئے سفر کے دوران راولپنڈی تک وہ قصر کرے گا، لیکن اگر اس مقام سے اس کے وطن تک فاصلہ شرعی مسافت سفر سے کم ہے تو پھر وہ اس مقام سے وطن تک بھی نماز پوری پڑھے گا، مثلاً یہی شخص اگر گوجر خان سے پشاور جانا چاہتا ہے، تو گوجر خان سے راولپنڈی تک وہ پوری نماز پڑھے گا، کیوں کہ اس کا فاصلہ شرعی مسافت سفر سے کم ہے۔

پھر وطن سے گذرنے کے بعد جہاں جانا ہے تو اگر وطن سے وہاں تک شرعی مسافت سفر ہے تو وطن کی حدود سے نکلنے کے بعد وہ مسافر ہو جائے گا، اس پر احکامِ سفر لاگو ہو جائیں گے، اور اگر مسافت شرعی نہیں تو مقیم ہی رہے گا، پھر قصر کرنا درست نہیں ہوگا، اور پشاور چونکہ راولپنڈی سے مسافت سفر پر واقع ہے، اس لئے یہ شخص راولپنڈی کی حدود سے نکلتے ہی مسافر ہو جائے گا۔ (۱)

سفر کے چند مختلف مسائل

(۱) دورانِ سفر اگر مسافر کسی مقیم امام کی اقتداء میں جماعت سے نماز پڑھے تو پھر اس پر چار رکعتیں پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے۔

(۲) امام مسافر ہو، اور مقتدی سب مقیم ہوں، یا بعض مقیم اور بعض مسافر ہوں، تو امام کو سلام پھیرنے کے بعد یہ بتادینا چاہیئے کہ "میں مسافر ہوں، آپ لوگ اپنی نماز پوری کرلیں"، اور مقیم مقتدی امام کے سلام کے بعد اسی طرح نماز مکمل کریں، جس طرح کہ ایک مقتدی امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، یعنی قرأت نہیں کریں گے (۲)۔

---

(۱) عالمگیری (۱:۱۴۲) احکام سفر (ص:۸۳) (۲) درمختار (۲:۱۳۰،۱۲۰)

(۳) اگر کسی نے اپنا وطن بالکل چھوڑ دیا ہے اور دوسری جگہ مستقل بال بچوں کے ساتھ رہائش اختیار کر لی ہے، تو اب اس کا یہی وطن اصلی ہے، پھر اگر یہ پرانے وطن جائے گا تو مسافر ہوگا، اگر چہ اس کی زمین، جائیداد یا مکان باقی ہو، تب بھی یہ اس کا وطن نہیں ہے، پرانے وطن میں اس پر سفر کے احکام جاری ہونگے۔ (۱)

(۴) ایک مسبوق مسافر جماعت میں شریک ہوا، اس نے امام کو مقیم سمجھ کر چار رکعت کی نیت کر لی، حالانکہ وہ امام تو مسافر تھا، چار رکعت پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ وہ امام تو مسافر تھا، تو اس صورت میں اس مسبوق مسافر کی نماز نہیں ہوگی، اس پر لازم ہے کہ وہ دو رکعت نماز قصر دوبارہ پڑھے۔ (۲)

سفر کے مسنون اذکار اور دعائیں

جب انسان سفر پر جانے لگے، تو مستحب ہے کہ وہ دو رکعت نماز پڑھ کر چلے، اور مسافر، مقیم حضرات کیلئے یہ دعاء کرے:

اَسْتَوْدِعُكُمُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا تَضِیْعُ وَدَائِعُهُ

میں تمہیں اس اللہ کے سپرد کرتا ہوں جسے سپرد کی ہوئی چیزیں ضائع نہیں ہوتیں (۳)۔

اور مقیم، مسافر کو ان کلمات سے رخصت کریں:

(۱)...... اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ

میں تیرے دین، تیری امانت، اور تیرے اعمال کے خاتمے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

(۲)...... زَوَّدَکَ اللّٰهُ التَّقْوٰی، وَغَفَرَ ذَنْبَکَ، وَیَسَّرَ لَکَ الْخَیْرَ، حَیْثُ مَا کُنْتَ۔

---

(۱) احسن الفتاویٰ (۴: ۷۵) (۲) بحر (۲: ۱۳۵) (۳) مسند احمد (۲: ۴۰۳)

اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کا زادراہ عطاء فرمائے ، اور تیرے گناہ بخشے اور تو جہاں بھی ہو، تیرے لئے نیکی میسر کرے۔

پھر سفر کی مندرجہ ذیل مسنون دعائیں پڑھے:

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ وَاعْتَصَمْتُ بِاللّٰهِ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ.

(۲) اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى.

(۳) اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا هٰذَا السَّفَرَ وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ.

(۴) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ.

(۵) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ

(۱) اللہ تعالیٰ کے نام سے (میں شروع کرتا ہوں) میں اللہ کا سہارا لیتا ہوں، میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ ہی بہت بڑا ہے۔

(۲) اے اللہ! میں تجھ سے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کی توفیق مانگتا ہوں، اور ایسے عمل کی جس سے تو راضی ہو۔

(۳) یا اللہ! ہمارے لئے اس سفر کو آسان بنادیجئے اور اس کی مسافت کو ہمارے لئے لپیٹ دیجئے۔

(۴) یا اللہ! تو ہی میرے سفر کا ساتھی ہے، اور تو ہی میری غیر موجودگی میں میرے گھر والوں کا محافظ ہے۔

(۵) اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، سفر کی مشقت سے، ایسے منظر سے جو غم انگیز ہو، اور اس بات سے کہ جب میں اپنے گھر والوں اور مال واولاد کے پاس واپس آؤں، تو بری حالت میں آؤں۔

جب سواری پر سوار ہوں تو یہ دعاء پڑھیں :

بِسْمِ اللهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ،سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۔

تین بار الحمد لله

تین بار اللہ اکبر

سُبْحَانَکَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ۔(۱)

ترجمہ: اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے اس سواری کو مسخر کر دیا، جبکہ ہم میں اس کی طاقت نہ تھی، اور بلاشبہ ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

الحمد للہ، (تین بار) تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں "اللہ اکبر" (تین بار) اللہ بہت بڑا ہے۔

اے میرے پروردگار، تو پاک ہے، یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، لہٰذا مجھے بخش دیجئے، کیونکہ تیرے علاوہ گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا۔

---

(۱) ترمذی (۱۸۲:۲)

اور جب کسی نئی بستی یا نئے شہر میں قیام کی غرض سے داخل ہوں، تو یہ دعاء کی جائے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ وَخَیْرِ اَهْلِهَا وَخَیْرِ مَافِیْهَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَافِیْهَا (۱)۔

اے اللہ! میں آپ سے اس بستی کی، اس کے رہنے والوں کی اور اس میں جو کچھ ہے اس کی بھلائی کا طلب گار ہوں اور اس بستی، اس کے باشندوں اور اس میں جو کچھ ہے، اس کے شر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

جب سفر سے لوٹیں تو یہ دعا پڑھیں:

اٰئِبُوْنَ ، تَائِبُوْنَ ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ .

ہم واپس لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب ہی کی حمد کرنے والے ہیں (۲)۔

نماز جمعہ اور اس کے ضروری احکام

یوم جمعہ کی فضیلت

اسلام کی نظر میں ہفتے کے سات دنوں میں سب سے افضل اور ممتاز دن جمعہ کا دن ہے، اس لئے اس کو سید الایام (دنوں کا سردار) بھی کہا جاتا ہے، اس دن میں بڑے بڑے اہم واقعات رونما ہوئے، اور آئندہ بھی پیش آئیں گے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱) جمعہ کا دن سارے دنوں میں افضل اور ممتاز ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس

---

(۱) حصن حصین (ص:۲۴۳) (۲) ترمذی (۲ : ۱۸۳)

کا مرتبہ تمام دنوں سے زیادہ ہے، یہاں تک کہ اس کا مرتبہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر سے بھی زیادہ ہے، اس دن میں پانچ خصوصیات ہیں (جو اور دنوں میں نہیں)

(۱) اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا (۲) اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو زمین پر (خلیفہ بنا کر) اتارا (۳) اسی دن ان کی وفات ہوئی (۴) اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ بندہ اس میں اپنے اللہ سے جو بھی حلال اور طیب چیز مانگے، وہ ضرور اسے عطاء کر دی جاتی ہے (۵) اور اسی دن قیامت آئے گی، اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے، آسمان و زمین، ہوا، پہاڑ اور سمندر، سب کے سب یوم جمعہ سے لرزتے اور ڈرتے ہیں (۱)۔

یوم جمعہ کے چند مخصوص اعمال

جمعہ کے دن کچھ ایسے اعمال ہیں جن کی فضیلت احادیث میں بہت زیادہ آئی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) سورۃ کہف کی تلاوت: جمعہ کے دن سورۃ کہف کی تلاوت کی حدیث شریف میں بڑی فضیلت آئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص جمعہ کے دن سورۃ کہف کی تلاوت کرے گا، اس کے لئے دوسرے جمعہ تک ایک نور روشن رہے گا'' (۲) ۔

ایک دوسری حدیث میں یہ ارشاد فرمایا:

جو شخص جمعہ کے دن سورۃ کہف کی تلاوت کر لے، تو اس کے قدم سے لے کر آسمان کی بلندی تک نور ہو جائے گا، جو قیامت کے دن روشنی دے گا، اور پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک کے اس کے سب صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے (۳) ۔

---

(۱) ابن ابی شیبۃ (۲:۱۵) ابن ماجہ (۲:۷۶) (۲) تفسیر ابن کثیر (۳:۷۲) (۳) نسائی (۱:۱۹۱)

(۲) جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کی فضیلت: اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں اور جو درود وسلام نہ بھیجے، اسے بخیل قرار دیا ہے، اس لئے روزانہ کچھ وقت اس کام کے لئے مخصوص کرنا چاہیئے، اس کے بڑے فضائل اور بے شمار برکات احادیث میں منقول ہیں، لیکن جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے، ذیل میں درود شریف پڑھنے کے فضائل اور خاصکر جمعہ کے دن درود پڑھنے کی فضیلت سے متعلق چند احادیث لکھی جاتی ہیں:

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت نازل فرمائے گا، اور اس کے دس گناہ مٹائے جائیں گے، اور اس کے دس درجے بلند کئے جائیں گے (۱) ۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میرے نزدیک سب سے قریب وہ لوگ ہونگے، جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتے ہونگے (۲) ۔

(۳) حضرت ابو الدردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور جو بھی تم میں سے مجھ پر درود پڑھتا ہے، وہ مجھ پر (فرشتوں کے واسطہ سے) پیش کیا جاتا ہے (۳)۔

(۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر سو مرتبہ دور د شریف بھیجے گا، وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا،

---

(۱) مستدرک حاکم (۲:۳٦۸) (۲) ترمذی (۱:۱۱۰) (۳) ابوداؤد (۱:۱۵۰)

کہ اس کے ساتھ ایک ایسا نور ہوگا کہ اگر اسے تمام مخلوق کے درمیان تقسیم کیا جائے، تو سب کے لئے کفایت کر جائے (۱)۔

(۵) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسّی (۸۰) مرتبہ یہ درود شریف پڑھے:

" اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الاُمِّیِّ وَعَلیٰ اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْماً "

اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں اور اسی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جاتا ہے (۲)۔

(۳) جمعہ کے دن دعاء قبول ہونے کی گھڑی: جمعہ کے دن رحمت وقبولیت کی ایک خاص گھڑی ہے، جس میں جو دعاء کی جائے، قبول ہوتی ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ اگر کسی مسلمان بندے کو حسن اتفاق سے خاص اس گھڑی میں، خیر اور بھلائی کی کوئی چیز، اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی توفیق مل جائے، تو اللہ تعالیٰ اس کو عطاء فرما دیتا ہے" (۳)۔

قبولیت کی اس گھڑی کا مخصوص اور متعین وقت کیا ہے؟ اس میں شارحین حدیث نے بہت سے اقوال نقل کئے ہیں، ان میں سے چند اقوال، جن کا ذکر بعض احادیث میں صراحۃً ہے، کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) جس وقت امام منبر پر بیٹھ جائے، اس وقت سے لے کر نماز کے اختتام تک۔ (۴)۔

---

(۱) حلیۃ الاولیاء (۸: ۴۷) (۲) فضائل درود شریف (ص: ۷۰)

(۳) ابوداؤد (۱: ۱۵۰) (۴) مسلم (۱: ۲۸۱)

(۲) عصر سے غروب آفتاب تک۔ (۱)۔

(۳) یومِ جمعہ کے آخری لمحات دعا کی قبولیت کے ہیں (۲)۔

جمعہ کے مذکورہ چند اعمال کا خوب اہتمام کرنا چاہیئے، زندگی کے جو لمحات ان مبارک اعمال میں گذریں گے، وہ نامہ اعمال کے درخشاں باب ہونگے، خاص کر اہل علم حضرات کو ان پر پابندی سے عمل کرنا چاہیئے یہی ان کی شان علم کے لائق ہے اور ہمارے تمام بزرگوں کا بھی یہی معمول رہا ہے۔

نماز جمعہ کا حکم

نماز جمعہ فرض عین ہے، قرآن وسنت سے اس کی فرضیت قطعی طور پر ثابت ہے، اس کی فرضیت کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور جو شخص بغیر کسی عذر کے محض سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے اس کو چھوڑ دے تو وہ فاسق ہے، اس لئے جمعہ کی اذان ہوتے ہی فوراً جامع مسجد کی طرف جانا چاہیئے، تاخیر کرنا جائز نہیں ہے (۳)۔

نماز جمعہ کی شرطیں

نماز جمعہ کی شرطیں دو طرح کی ہیں، ایک وہ جو ''شرائط وجوب'' کہلاتی ہیں یعنی ایسی شرائط جن کی وجہ سے جمعہ واجب ہو جاتا ہے، دوسری وہ جو ''شرائط صحت'' کہلاتی ہیں یعنی ایسی شرائط جو نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہیں۔

شرائطِ وجوب

نماز جمعہ واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں:

(۱) مرد ہونا، عورتوں پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

---

(۱) ترمذی (۱:۱۱۱) (۲) ابوداؤد (۱:۱۵۰) (۳) درمختار (۲:۱۳۶)

(۲) آزاد ہونا، غلاموں پر نماز جمعہ لازم نہیں۔

(۳) عاقل و بالغ ہونا، مجنوں اور بچے پر نماز جمعہ ضروری نہیں۔

(۴) مقیم ہونا، مسافر پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

(۵) صحیح اور تندرست ہونا، اپاہج، نابینا، مریض اور اسی طرح کے معذور پر نماز جمعہ واجب نہیں، اور اسی طرح اس شخص پر بھی نماز جمعہ واجب نہیں، جس کو خارجی کوئی عذر درپیش ہو مثلاً سخت طوفانی بارش ہو یا راستہ میں کسی دشمن یا موذی جانور کا خوف ہو۔

لیکن اگر مذکورہ لوگ جن پر جمعہ فرض نہیں ہے، اگر یہ نماز جمعہ پڑھ لیں، تو ان کی جمعہ کی نماز درست ہو جائے گی، پھر انہیں نماز ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے (۱)۔

شرائط صحت

نماز جمعہ صحیح ہونے کے لئے پانچ شرطیں ہیں، ان شرائط کے بغیر اگر نماز جمعہ پڑھی گئی، تو صحیح نہ ہوگی اور ایسے لوگوں کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ نماز ظہر ادا کریں، ان شرائط کی تفصیل یہ ہے:

(۱) نماز جمعہ شہر، مضافات شہر، اور بڑے قصبہ میں صحیح ہے، چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ صحیح نہیں۔

(۲) ظہر کا وقت ہو، لہٰذا ظہر کے وقت سے پہلے نماز جمعہ نہیں پڑھی جا سکتی، اور نہ وقت نکل جانے کے بعد۔

(۳) نماز جمعہ سے پہلے خطبہ پڑھنا۔

(۴) جماعت کا ہونا، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے (۲)۔

---

(۱) شامی (۲:۱۵۳) (۲) درمختار (۲:۱۵۱)

(۵) ''اذن عام'' ہو یعنی ایسے مقام پر علی الاعلان نماز جمعہ پڑھی جائے، جہاں ہر شخص کو شریک ہونے کی عام اجازت ہو، اور کسی کی آمد پر کوئی روک ٹوک نہ ہو، البتہ اگر کسی جیل یا فیکٹری یا کسی حساس ادارے میں موجود تمام افراد کو جمعہ پڑھنے کی عام اجازت ہو، لیکن انتظامی مصلحت کی بناء پر باہر سے آنے والوں پر حفاظتی نقطہ نظر سے داخلہ کی پابندی لگادی جائے تو یہ پابندی اذن عام کے منافی نہیں سمجھی جائے گی، بلکہ وہاں پر موجود افراد کے ساتھ نماز جمعہ صحیح ہو جائے گی (۱)۔

اور اگر اسلامی نظام قائم ہو، تو یہ شرط بھی ہے کہ خلیفۂ وقت خود یا اس کا نائب نماز جمعہ پڑھائے۔

جمعہ کی سنتیں

جمعہ کے دو فرضوں سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت ہیں، بہتر یہ ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھے، پھر چار رکعت پڑھے (۲)۔

نماز جمعہ کے چند مختلف مسائل

(۱) شہر اور بڑے قصبے میں کئی کئی مقامات پر نماز جمعہ پڑھنا درست ہے۔

(۲) سنت یہ ہے کہ نماز جمعہ، وقت شروع ہونے کے بعد جلد ادا کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول رہا ہے۔

(۳) مسجد میں جہاں جگہ ملے، وہیں بیٹھ جانا چاہیئے، لوگوں کے کندھوں کو پھاند پھاند کر، اگلی صفوں میں جانا مکروہ ہے۔

---

(۱) الدر المختار (۲:۱۵۱)، فتوی جامعہ دار العلوم کراچی۔ نمبر (۵۲ ج ۲۶۲)

(۲) طحاوی (۱:۲۵۱)

(۴) خطیب جب خطبہ دینے کے لئے منبر پر تشریف لے جائے تو پھر نہ کوئی نماز پڑھی جائے اور نہ ہی کوئی بات چیت کی جائے، کیوں کہ دوران خطبہ نماز پڑھنا، گفتگو کرنا، ذکر وتسبیح میں مشغول ہونا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، یا کوئی بھی ایسا کام کرنا جس سے خطبہ سننے میں خلل پڑتا ہو، شرعاً جائز نہیں ہے۔

(۵) دوران خطبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آ جائے تو دل میں درود پڑھنا جائز ہے۔(۱)

نمازعیدین

ماہ شوال کی پہلی تاریخ کو ''عیدالفطر'' اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو ''عیدالاضحیٰ'' کہا جاتا ہے، اسلام نے مسلمانوں کی اجتماعی اور دینی خوشی منانے کے لئے صرف دو دن مقرر کئے ہیں، عیدین کی نماز ہر اس مسلمان پر واجب ہے، جس پر جمعہ کی نماز فرض ہے۔

عیدین کی رکعتیں

نمازعیدین دو دو رکعت ہے، اس نماز کے لئے نہ اذان ہے اور نہ ہی اقامت، البتہ اس کے لئے جماعت ضروری ہے، جماعت کے بغیر نمازعیدین ادا نہیں ہوتی، اگر کبھی کسی وجہ سے جماعت سے کوئی رہ جائے، تو اسے چاہیئے کہ شہر کی کسی اور مسجد میں جماعت میں شریک ہونے کی کوشش کرے، کوشش کے باوجود اگر عیدین کی نماز کسی سے رہ جائے تو وہ توبہ واستغفار کرے، اس نماز کی قضاء نہیں ہے۔

نمازعیدین کی دو رکعتوں میں دیگر واجبات کے ساتھ چھ زائد تکبیریں بھی واجب ہیں، تین تکبیریں پہلی رکعت میں ثناء کے بعد، قرأت سے پہلے، اور تین تکبیریں دوسری رکعت میں رکوع میں جانے سے پہلے واجب ہیں۔

---

(۱) درمختار (۲:۱۵۸)

نمازعیدین پڑھنے کا طریقہ

پہلے نمازعیدین کی نیت کریں کہ:

''میں عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی واجب نماز چھ زائد واجب تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں''

پھر تکبیر تحریمہ کہکر ہاتھ باندھ لیں اور ثناء پڑھیں، پھر تین زائد تکبیریں کہیں، ہر بار ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑ دیں، البتہ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں، پھر امام کی قرأت سنیں اور رکوع وسجدہ کریں، پھر حسب معمول دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں، دوسری رکعت میں قرأت کے بعد، رکوع میں جانے سے پہلے تین زائد تکبیریں کہیں، تینوں بار ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں، چوتھی تکبیر کہکر رکوع میں جائیں، اور نماز پوری کرلیں، سلام کے بعد امام حاضرین کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو جائے، اور عیدین کا خطبہ پڑھے، یہ خطبہ سنت ہے، لیکن جمعہ کے خطبہ کی طرح عیدین کے خطبہ کو بھی پوری توجہ، خاموشی اور سکون سے سننا ضروری ہے، خطبہ سنے بغیر عیدگاہ سے نہیں جانا چاہیئے (۱)۔

نمازعیدین کے چند ضروری مسائل

(۱) عیدین کے بعد گلے ملنا سنت نہیں، یہ لوگوں کی خودساختہ ایک رسم ہے، اس کو دین کا حصہ سمجھنا اور نہ کرنے والے کو لائق ملامت سمجھنا بدعت ہے (۲)۔

(۲) اگر کوئی آدمی نماز عید میں اس وقت شریک ہو، جب امام زائد تکبیرات سے فارغ ہو چکا ہو، تو یہ شخص تکبیر تحریمہ کے بعد زائد تکبیریں بھی کہہ لے اور اگر امام رکوع میں جا چکا ہو،

---

(۱) عالمگیری (۱:۱۵۰)   (۲) شامی (۶:۳۸۱)

اور یہ گمان ہو کہ تکبیرات کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے گا تو تکبیر تحریمہ کے بعد کھڑے کھڑے تین تکبیریں کہہ کر رکوع میں جائے اور اگر یہ خیال ہو کہ اتنے عرصہ میں امام رکوع سے اٹھ جائے گا تو تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں رکوع کی تسبیحات کے بجائے ہاتھ اٹھائے بغیر یہ تین تکبیرات کہہ لے اور اگر اس کی تکبیریں پوری نہیں ہوئی تھیں کہ امام رکوع سے اٹھ گیا تو تکبیریں چھوڑ دے، امام کی پیروی کرے۔

اور اگر ایک رکعت پوری نکل گئی تو امام کے سلام کے بعد جب اپنی رکعت پوری کریگا تو پہلے قرأت کرے پھر تکبیریں کہے، اس کے بعد رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے۔

(۳) عیدین کی نماز میں اگر ایسی کوئی چیز پیش آجائے، جس سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، تو پھر بھی سجدہ سہو نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ اس میں ہجوم کے زیادہ ہونے کی وجہ سے گڑبڑ ہو جاتی ہے۔

تکبیر تشریق اور اس کا حکم

ذوالحجہ کی نو تاریخ کی نماز فجر کے بعد سے ذی الحجہ کی تیرہ تاریخ کی نماز عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز سے تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے، خواہ با جماعت نماز ادا کی جائے یا تنہا، اسی طرح مرد وعورت دونوں پر یہ تکبیر واجب ہے، البتہ خواتین کو یہ تکبیر آہستہ آواز سے پڑھنا ضروری ہے، تکبیر تشریق یہ ہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ

بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں (۱)۔

نماز تراویح

تراویح کا معنی: تراویح ترویحہ کی جمع ہے اس کا معنی ہے ''بیٹھنا اور آرام کرنا'' تراویح میں چونکہ ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کیا جاتا ہے، اس لئے اس نماز کو ''نماز تراویح'' یعنی آرام و راحت والی نماز کہا جاتا ہے۔

نماز تراویح کا حکم

رمضان کے مہینے میں عشاء کے فرض اور سنت نماز کے بعد تمام بالغ، مقیم اور تندرست مسلمان مرد و عورت پر بیس رکعت نماز تراویح پڑھنا ''سنت مؤکدہ'' ہے، البتہ عورتوں کو یہ نماز گھر میں پڑھنی چاہیئے اور مردوں کو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت ہے، اگر کسی محلّہ یا گاؤں کی مسجد میں کوئی شخص بھی نماز تراویح جماعت سے نہ پڑھے، تو پورے محلے اور گاؤں والے سنت چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار ہونگے (۲)۔

تراویح کی رکعات

نماز تراویح کی رکعات کی کیا تعداد ہے، اس کی تصریح آپ ﷺ سے قولاً یا فعلاً کسی صحیح اور معتبر حدیث سے ثابت نہیں ہے، اتنی بات تو درست ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین دن تراویح کی جماعت کرائی، لیکن اس میں کتنی رکعتیں پڑھائیں، اس کا ذکر کسی صحیح روایت میں نہیں آتا، اور بعد میں آپ نے اس اندیشے سے جماعت ترک فرمادی کہ کہیں

(۱) شامی (۲:۱۷۸) باب العیدین (۲) عالمگیری (۱:۱۱٦)

امت پر یہ نماز لازم اور ضروری نہ کردی جائے۔

اور جن روایات میں آٹھ رکعت کا ذکر ہے، وہ نماز تراویح سے متعلق نہیں بلکہ نمازِ تہجد سے متعلق ہیں، اس لئے اس طرح کی روایات سے نماز تراویح کی آٹھ رکعات پر استدلال کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ نماز الگ الگ پڑھا کرتے تھے، اور کبھی دو دو چار چار آدمی جماعت کر لیتے تھے، باقاعدہ جماعت کا رواج خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے سے ہوا۔

نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرامؓ کے مشورے سے نمازِ تراویح کی بیس رکعتیں مقرر فرمائیں، اس وقت صحابہ کرام کی بہت بڑی تعداد موجود تھی، ان میں سے کسی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر نکیر نہیں فرمائی، بلکہ اس پر عمل بھی کیا، اور اس کے بعد تمام صحابہ وتابعین .... اسی پر عمل کرتے چلے آئے، یہ اس کی واضح دلیل ہے کہ صحابہ کرامؓ کا بیس رکعت پر ''اجماع'' منعقد ہو گیا تھا، اگر بیس رکعات نبی کریم ﷺ سے ثابت نہ ہوتیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ بدعات کا دشمن کون ہو سکتا تھا؟ اور اگر بالفرض ان سے کوئی غلطی ہوتی تو نبی کریم ﷺ کی سنت پر جان دینے والے صحابہ کرام اس کو کیسے گوارا کر سکتے تھے؟ یقیناً ان حضرات کے پاس نبی کریم ﷺ کا کوئی قول یا فعل موجود ہوگا، خواہ وہ ہم تک صحیح سند کے ساتھ نہ پہونچ سکا ہو، ایک روایت میں نبی کریم ﷺ سے بھی بیس تراویح پڑھنا ثابت ہے، گو وہ حدیث ضعیف ہے، لیکن خلفائے ثلاثہ اور صحابہ کرامؓ کے مسلسل عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے آج تک بیس رکعات ہی تراویح

چلی آرہی ہیں، اس مسئلے میں کسی امام مجتہد کا بھی کوئی اختلاف نہیں، چاروں امام یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام اشافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ تراویح کی رکعات بیس ہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ حرمین شریفین یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بیس رکعات تراویح پڑھنے کا ہی معمول چلا آرہا ہے۔

البتہ بارہویں صدی میں ایک فرقہ پیدا ہوا جسے ''اھل حدیث اور غیر مقلدین'' کہا جاتا ہے، یہ فرقہ کئی ایسے مسائل لے کر نمودار ہوا، جو پوری امت سے بالکل مختلف ہیں، جن میں ایک ''آٹھ رکعت تراویح '' کا مسئلہ بھی ہے، یہ نظریہ چونکہ جمہور امت کے خلاف ہے اور نہ ہی شرعی دلائل سے ہم آہنگ ہے، اس لئے اس کی پیروی کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ آٹھ رکعت سے تراویح کی سنت ادا نہیں ہوتی، تراویح کی سنت بیس رکعات پڑھنے سے ہی ادا ہوتی ہے، اگر اس تعداد سے کم کوئی شخص پڑھنے کا معمول بنا لے تو یہ سنت کا چھوڑنے والا ہوگا، اور ترک سنت کی عادت ڈال لینا گناہ ہے۔

آج کل رمضان المبارک میں جب کسی مسجد میں تراویح کی آٹھ رکعتیں مکمل ہوتی ہیں، تو لوگوں کی اچھی خاصی تعداد ہر مسجد سے چلی جاتی ہے، یہ طریقہ شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ بیس رکعت تراویح ہر مسلمان پر سنت مؤکدہ ہے، اسے بغیر کسی شرعی عذر کے چھوڑنا بالکل جائز نہیں ہے، بیس رکعت سے کم پر اکتفاء کرنا اور زیادہ کو اپنے اوپر بوجھ سمجھنا غیر اسلامی اور جاہلانہ طریقہ ہے، جس کا ترک ضروری ہے۔ (۱)

---

(۱) درس ترمذی (۲:۶۵۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۳:۳۲) امداد المفتین (ص:۳۶۲) احسن الفتاویٰ (۳:۵۴۰) خیر الفتاویٰ (۲:۵۶۳) اعلاء السنن (۷:۶۶)

نماز تراویح پڑھنے کا طریقہ

نماز تراویح پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت سنت تراویح کی نیت کی جائے اور ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر بیٹھا جائے، بہتر یہ ہے کہ جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں، اتنی دیر بیٹھا جائے، اس بیٹھنے کے دوران خاموش بھی بیٹھ سکتے ہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس میں کچھ ذکر و تسبیح کیا جائے۔

اگر تراویح کی دوسری رکعت کے بعد بیٹھنا بھول جائے، اور چار رکعتیں پڑھ لے تو صحیح قول کے مطابق اس کی آخری دو رکعت تراویح اور پہلی دو رکعتیں نفل ہونگی، لہذا پہلی دو رکعتوں میں جو آیات تلاوت کی گئی ہیں، ان کو دوبارہ پڑھا جائے گا، اور اگر دو رکعت کے بعد قعدہ کرلیا، پھر اس کے ساتھ تیسری اور چوتھی رکعتیں شامل کر لی ہیں، تو ایسی صورت میں چاروں رکعتیں تراویح شمار ہوں گی، مگر ایسا معمول نہ بنایا جائے، کیونکہ یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے(۱) ۔

اہلحدیث امام کے پیچھے نمازِ تراویح پڑھنے کا مسئلہ

اگر کوئی شخص ایسی جگہ رہتا ہو کہ وہاں صرف اہل حدیث مسلک کی مسجد ہے تو اسے چاہئے کہ نماز تراویح کی آٹھ رکعتیں جماعت کے ساتھ پڑھ لے، اور بقیہ رکعتیں پھر خود پڑھ لے، بشرطیکہ وہ امام دوسرے مذاہب کے مسائل کی رعایت رکھتا ہو، مثلاً جرابوں پر مسح نہ کرتا ہو، اور خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جانے کا قائل ہو.................. لیکن اگر مذکورہ امام ان مسائل کی رعایت نہ رکھتا ہو یا وہ ائمہ کی تقلید کو شرک اور اسلاف کو برا بھلا کہتا ہو تو پھر حنفی آدمی کے لئے اس کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے، ایسے میں اسے چاہئے کہ اپنی

---

(۱) فتاوی قاضی خان (۱:۱۱۳) خیر الفتاوی (۲:۵۲۴)

نماز الگ پڑھ لے۔(۱)

کیا حافظہ عورت رمضان میں تراویح کی جماعت کرا سکتی ہے

عورتوں کی جماعت کے بارے میں اصل حکم یہی ہے کہ مکروہ تحریمی ہے، اگرچہ تراویح کی جماعت ہو، اس لئے خواتین کو فرائض، تراویح اور نماز وتر جماعت کے بغیر الگ الگ پڑھنے چاہئیں، اور گھر میں جس قدر پردے میں نماز پڑھے گی، اسی قدر ثواب زیادہ ملے گا، خواتین کو جماعت کی خاطر مسجد جانا جائز نہیں ہے۔

البتہ جو عورت قرآن کریم کی حافظہ ہو اور تراویح میں سنائے بغیر یاد رکھنا اس کے لئے مشکل ہو، اور بھولنے کا قوی اندیشہ ہو، وہ اگر رمضان میں قرآن سنانے کے لئے گھر میں خواتین کو تراویح کی جماعت کرادے تو اس کی گنجائش ہے۔

مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ نے اس طرح کی حافظہ عورت کے لئے تراویح کی جماعت کو مستحب قرار دیا ہے، کیوں کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا امامت کرانا ثابت ہے۔

لیکن اس جماعت کے لئے باقاعدہ نہ تو اعلان کیا جائے اور نہ ہی اسقدر بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے، کہ مردوں تک آواز پہونچ جائے، کیوں کہ عورت کی آواز کا بھی شرعاً پردہ ہے۔

اگر عورتوں کی جماعت ہو تو اس میں جو امام ہو وہ صف ہی میں ذرا سی آگے ہو کر کھڑی ہو، مرد امام کی طرح اس کی جائے نماز صف سے آگے الگ کر کے بچھانا جائز نہیں ہے، اس جماعت میں صرف عورتیں ہی شریک ہو سکتی ہیں، کسی مرد کا اس میں شریک ہونا

---

(۱) احسن الفتاویٰ (۲۸۲:۳)

جائز نہیں ہے، اور اگر عورتوں کی اس جماعت میں دینی لحاظ سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر جماعت نہ کرانا بہتر ہے۔ (۱)

ایک یا تین یا سات راتوں میں قرآن کریم ختم کرنا

اگر ایک یا تین یا سات راتوں میں تراویح کے اندر قرآن کریم اس طرح ختم کیا جائے کہ وہ تجوید کے مطابق ہو، الفاظ کی ادائیگی بالکل صحیح ہو، حروف کاٹ کر نہ پڑھے جائیں، صرف **یعلمون تعلمون** سنائی نہ دے، بلکہ قرآن کریم سننے والوں کو لفظ بلفظ سمجھ آئے اور نمازی خوشدلی سے اس میں شریک ہوں، تو اس طرح ختم کرنا جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر قرآن کریم صاف اور صحیح طریقے سے نہ پڑھا جائے، حروف کٹنے لگیں، اور صرف **یعلمون تعلمون** ہی سنائی دے جیسا کہ بعض علاقوں میں صورتحال بالکل اسی طرح ہے، تو پھر اس طرح پڑھنا درست نہیں ہے، اس سے اجتناب کرنا لازم ہے، یہ قرآن مجید کی سراسر بے ادبی ہے۔ (۲)

مروّجہ شبینہ کا حکم

ماہِ رمضان میں مسجدوں یا گھروں میں ایک رات یا تین راتوں میں جو شبینہ ہوتا ہے، اگر اس میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں تو جائز ہے:

(۱) - قرآن مجید صاف صاف پڑھا جائے۔

(۲) - شبینہ تراویح میں پڑھا جائے، کیوں کہ نوافل میں جائز نہیں ہے۔

(۳) - تمام نمازی اس میں خوشدلی اور ذوق وشوق سے شریک ہوں، عملاً سستی،

---

(۱) خیر الفتاویٰ (۲:۵۳۴) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۳:۷۹) فقہی رسائل (مفتی عبدالرؤف صاحب) (۱:۲۸۴) (۲) فقہی رسائل (۱:۲۸۴)

لاپرواہی اور بے توجہی کا مظاہرہ نہ ہو۔

(۴) - پڑھنے اور سننے میں دکھلاوا، نام ونمود، ریا کاری اور اپنی برتری ثابت کرنا مقصود نہ ہو۔

(۵) - ضرورت سے زیادہ اپنی یا مسجد کی بجلی استعمال نہ کی جائے، اور لاؤڈ سپیکر بھی بغیر ضرورت کے استعمال نہ کیا جائے۔

(۶) - قاری صاحبان محض اللہ کی رضا کے لئے قرآن کریم سنائیں، اس کے لئے اجرت طے کرنا یا عرف ورواج کے دستور کے مطابق رقم وغیرہ لینا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔

(۷) - سننے والے پورے ادب واحترام سے قرآن مجید سنیں۔

لیکن تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ مروّجہ شبینہ میں ان شرائط کا بالکل اہتمام نہیں کیا جاتا، بلکہ قدم قدم پر ان کو پامال کیا جاتا ہے، قرآن مجید نہایت تیز رفتاری سے پڑھا جاتا ہے، قواعد تجوید تو درکنار، حروف کو اپنے مخارج سے بھی ادا نہیں کیا جاتا، اکثر حروف کو کاٹ کاٹ کر پڑھا جاتا ہے، اور **یعلمون تعلمون** کے سوا کچھ سمجھ نہیں آتا، اور عجیب بات یہ ہے کہ جلدی فراغت کی خاطر سب لوگ اسے پسند کرتے ہیں، حالانکہ تجوید کے خلاف قرآن کریم پڑھنا جائز نہیں ہے۔

عموماً یہ شبینہ نوافل میں ہوتا ہے، اور سامعین کی ایک بڑی تعداد جماعت میں شریک ہوتی ہے، اور نفل کی جماعت جبکہ مقتدی تین سے زیادہ ہوں، بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس سارے پروگرام میں قرآن سننا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ شہرت اور نام ونمود مقصود ہوتا ہے، کوئی اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لئے کرا رہا ہے

تو اس کی خوب تشہیر کی جاتی ہے، تا کہ پورے گاؤں اور شہر میں اس کا چرچا ہو، اگر حکومت یا کوئی ادارہ کرا رہا ہے تو اسے ٹیلی ویژن کی سکرین پر دکھایا جاتا ہے، فلمیں بنائی جاتی ہیں، تصویر کشی کی جاتی ہے، جیسا کہ فیصل مسجد اسلام آباد میں جب رسم شبینہ ہوتی ہے تو اس میں ان تمام خرافات کا خوب مظاہرہ ہوتا ہے، یہ تمام امور خلاف شرع ہیں، جو قابل ترک ہیں۔

نیز جہاں کہیں شبینہ ہوتا ہے تو وہاں بجلی کا بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے، ضرورت سے کہیں زیادہ ٹیوب لائٹیں، بلب اور قمقمے لگوائے جاتے ہیں، قرآنی انوار و برکات سے منور ہونے کے بجائے ان ظاہری روشنیوں سے آنکھوں کو خیرہ کیا جاتا ہے، اور بغیر چمک دمک کے کوئی شبینہ، شبینہ نہیں کہلاتا، یہ سراسر اسراف اور فضول خرچی ہے، جو گناہ کبیرہ ہے۔

اس شبینہ میں ضرورت سے کہیں زیادہ لاؤڈ اسپیکر استعمال کیا جاتا ہے، جبکہ قاری کے پیچھے سننے والے چند لوگ ہوتے ہیں، لیکن اسپیکر کی وجہ سے پورا محلّہ آواز سے گونج رہا ہوتا ہے، دن بھر کے تھکے ہارے روزے دار، غیر روزے دار، مسافر، مریض اور نہ جانے کتنے ہی لوگ اس آواز سے تنگ ہو رہے ہوتے ہیں، ان تمام لوگوں کی تکلیف کا ذریعہ یہ اسپیکر ہے۔

اگر وہ مسجد کسی شارع عام اور بازار میں ہو، یا کسی محلّہ میں ہو تو وہاں لوگ خرید و فروخت اور مختلف کاموں میں مشغول ہوتے ہیں، اور مشغول لوگوں کے پاس تلاوت کرنا باعث گناہ ہے، پھر اس پر آیت سجدہ پڑھی جاتی ہے، اور تمام سننے والوں پر اس کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے، اور چونکہ لوگوں کو اس کا علم نہیں ہوتا، لہٰذا وہ سجدہ بھی نہیں ادا کرتے، چنانچہ یہ واجب ان کے ذمے باقی رہ جاتا ہے، اس واجب کے چھوڑنے کا سبب یہ لاؤڈ

اسپیکر کے استعمال کرنے والے بنے، اس لئے ان مفاسد کی وجہ سے اسپیکر کا بے جا استعمال جائز نہیں۔

جو لوگ قاری صاحب کے پیچھے شریکِ جماعت ہوتے ہیں، عموماً ان کی توجہ اس طرف ہوتی ہے کہ ہماری تصویر ٹیلی ویژن میں آجائے، یا فلم میں ہماری شکل نمایاں ہو، ایک میلے کا سماں ہوتا ہے، نہ مسجد کا ادب ملحوظ ہوتا ہے، نہ قرآن کا، نہ نماز کا، اگر کسی نے ان تمام منکرات کو عملاً دیکھنا ہو تو وہ فیصل مسجد اسلام آباد کے شبینہ میں بڑی آسانی کے ساتھ دیکھ سکتا ہے، اور بعض اوقات تو قرآن مجید کی اس قدر بے حرمتی ہوتی ہے کہ شبینہ چھوڑ دینا ہی واجب ہو جاتا ہے۔

چونکہ مروّجہ شبینہ میں یہ تمام خرابیاں پائی جاتی ہیں، اور مذکورہ شرائط کا لحاظ نہیں کیا جاتا، اس لئے اس طرح کے شبینے شرعاً جائز نہیں ہیں، ان سے احتراز ضروری ہے۔(۱)

تراویح کے چند ضروری احکام

(۱)-نماز تراویح میں ایک بار پورا قرآن مجید ختم کرنا سنت ہے۔

(۲)-ختم قرآن کے موقع پر حافظ کو رقم وغیرہ دینا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، البتہ حافظ کو لقمہ دینے کے لئے جو سامع ہو، اسے رقم وغیرہ دینا اور اس کا لینا جائز ہے۔(۲)

(۳)-نماز تراویح عشاء کے فرضوں سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

(۴)-ایک شخص مسجد میں اس وقت پہنچا، جبکہ تراویح کی جماعت شروع ہو چکی تھی، تو اسے چاہیئے کہ پہلے عشاء کے فرض اور سنتیں پڑھے، پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہو، اس دوران جتنی رکعتیں تراویح کی رہ جائیں، انہیں وتر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے

---

(۱) امداد الفتاویٰ (۱:۳۲۳) فقہی رسائل (۱:۱۰۷) (۲) امداد الفتاویٰ (۱:۳۲۹)

پہلے یا جماعت کے بعد پورا کر لیا جائے۔

(۵)- نابالغ کو نماز تراویح میں امام بنانا جائز نہیں ہے (۱)۔

(۶) - اگر کسی شخص کی داڑھی ایک مشت سے کم ہو یا وہ منڈواتا ہو، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا، خواہ تراویح کی ہو، مکروہ تحریمی ہے۔(۲)

(۷) - اگر تراویح کی جماعت چند لوگ جمع ہو کر گھر پر کرائیں تو اس سے بھی جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی، اور جماعت سے تراویح پڑھنے کی سنت بھی ادا ہو جائے گی، لیکن مسجد میں پڑھنے کا جو ستائیس درجہ ثواب ہے، وہ نہیں ملے گا۔

(۸) - اگر نماز تراویح کی کچھ رکعتیں فاسد ہو جائیں، تو جب ان کو دوبارہ پڑھا جائے گا، تو ان میں جس قدر قرآن مجید پڑھا گیا ہو، اس کو بھی دوبارہ پڑھنا ہوگا، تاکہ پورا قرآن مجید صحیح نماز میں ختم ہو۔ (۳)

نماز تسبیح

حدیث میں نماز تسبیح کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی، اور فرمایا تھا کہ یہ نماز بہت خیر و برکت والی ہے، اور اس کے پڑھنے سے آپ کے اگلے، پچھلے، نئے پرانے، غلطی سے ہوں، یا جان بوجھ کر ہوں، چھوٹے، بڑے، پوشیدہ اور ظاہر، سب گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔

اور فرمایا، اگر ہو سکے تو یہ نماز ہر روز پڑھ لیا کرو، اگر ہر روز نہ ہو سکے، تو ہفتہ میں

---

(۱) عالمگیری (۱:۱۱۷) (۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۳:۶۰)

(۳) فتاویٰ خانیہ (۱:۲۳۳،۲۳۸)

ایک دفعہ پڑھ لو، اگر ہفتہ میں نہ ہو سکے، تو ہر مہینہ میں پڑھ لو، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے، تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لو، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے، تو زندگی میں ایک دفعہ ضرور پڑھ لو۔(۱)

نماز تسبیح پڑھنے کا طریقہ

نماز تسبیح پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت نماز تسبیح کی نیت کی جائے، اور ثناء، تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور قرأت کے بعد پندرہ مرتبہ یہ کلمہ پڑھے "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ" پھر رکوع میں سبحان ربی العظیم کے بعد دس مرتبہ اسی تسبیح کو پڑھے، پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ پڑھ کر پھر دس مرتبہ، ہی تسبیح پڑھے، پھر سجدہ کی تسبیح پڑھ کر دس مرتبہ وہ کلمہ پڑھے، پھر سجدہ سے اٹھ کر جلسہ میں دس مرتبہ پڑھے، پھر دوسرے سجدے میں دس بار پڑھے پھر دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر دس مرتبہ وہ تسبیح پڑھے پھر دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے اور اسی ترتیب کے مطابق بقیہ رکعتوں میں بھی یہ تسبیح پڑھے، اس طرح یہ تسبیح ہر رکعت میں ۷۵ مرتبہ اور چاروں رکعتوں میں ۳۰۰ مرتبہ ہو جائے گی۔

اگر کسی جگہ یہ تسبیح پڑھنا بھول جائے، تو اس کے ساتھ ہی دوسرے رکن میں اس کو ادا کر لے، مثلاً رکوع میں بھول گیا اور سجدے میں یاد آیا تو اب سجدے میں بیس مرتبہ یہ تسبیح پڑھ لے۔

تسبیحات میں کمی بیشی ہو جائے تو اس سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا، البتہ اگر اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے سجدہ سہو واجب ہو جائے، تو سہو کے دونوں سجدوں میں اور ان کے بعد کے قعدہ میں یہ تسبیح نہیں پڑھی جائے گی۔

---

(۱) ابوداؤد (۱:۱۸۳)

نماز تسبیح کی جماعت

نماز تسبیح انفرادی طور پر پڑھنا مسنون ہے، اس کی جماعت ثابت نہیں ہے، اس لئے بعض شہروں میں جو اکثر خواتین، جمعہ کے دن خاص طور پر اجتماعی شکل میں، جماعت کے ساتھ نماز تسبیح پڑھتی ہیں، یہ درست نہیں ہے بلکہ یہ ایک بدعت ہے، جس کا چھوڑ نا ضروری ہے، جماعت کے ساتھ اس نماز کو پڑھنا خواتین و حضرات، دونوں کے لئے درست نہیں ہے، اس لئے اسے انفراداً پڑھنے کا ہی اہتمام اور معمول بنانا چاہیئے (۱) ۔

نماز استخارہ

جب کسی کو کوئی اہم کام درپیش ہو، اور اس کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں تردد ہو، اور شرعاً وہ کام جائز بھی ہو، یا اس میں تردد ہو کہ وہ کام کس وقت کیا جائے، تو وضو کر کے دو رکعت نماز استخارہ پڑھی جائے، اس نماز کے ذریعہ گویا انسان اللہ تعالیٰ سے اس کام کے بارے میں مشورہ لیتا ہے اور اس میں خیر طلب کرتا ہے، اسی کو ''استخارہ'' کہا جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کی بہت ترغیب دی ہے، جب انسان استخارہ کر کے کوئی کام کرتا ہے تو اسے اپنے کئے پر کوئی ندامت نہیں ہوتی، اسے اس کام میں کامیابی اور نفع حاصل ہوتا ہے، اور کچھ نہ ہو، تو اسے اللہ تعالیٰ نقصان سے ضرور محفوظ رکھتے ہیں۔

ان دو رکعت کے سلام کے بعد مندرجہ ذیل مسنون دعاء خوب توجہ اور گڑ گڑا کر کی جائے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ

---

(۱) نماز مسنون (ص: ۵۷۹)

وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ، فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلاَ اَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلاَ اَعْلَمُ، وَاَنْتَ عَلاَّمُ الْغُیُوْبِ، اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ، ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ، وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ، فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ، وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ (۱)۔

اے اللہ! بے شک میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ خیر مانگتا ہوں، اور تجھ سے تیری قدرت کے ساتھ طاقت کا سوال کرتا ہوں، اور میں تجھ سے تیرے بڑے فضل کا طلب گار ہوں، کیونکہ تو قادر ہے میں قادر نہیں، تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا، اور تو ہی چھپی باتوں کا جاننے والا ہے۔

اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ بات میرے لئے، میرے دین، معاش اور انجام کے لحاظ سے بہتر ہے، تو اس کو میرے لئے مقدر کر دے، اور اسے میرے لئے آسان کر دے پھر اس میں میرے لئے برکت ڈال دیجئے، اور اگر تیرے علم میں یہ بات میرے لئے، میرے دین، معاش اور انجام کے لحاظ سے شر ہے، تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھے بھی اس سے پھیر دے اور میرے لئے خیر کو مقدر فرما، جہاں بھی ہو، پھر مجھے اس کے ساتھ راضی بھی فرما دیجئے۔

اور جب دعاء کرتے ہوئے "ھذا الأمر" پر پہنچے، تو دل ہی دل میں یا

---

(۱) ابوداؤد (۱:۲۱۵)

زبان سے اس کام یا مقصد کا ذکر کرے، جس کا وہ استخارہ کر رہا ہے، دعا کے بعد پاک صاف بستر پر قبلہ رخ ہوکر سو جائے، جب سو کر اٹھے تو اس وقت جو بات اس کام کے بارے میں دل میں بار بار آئے اور مضبوطی سے قرار پکڑ لے، اس کو اختیار کر لیا جائے، بعض بزرگ یہ فرماتے ہیں کہ اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام اچھا ہے، کرنا چاہیئے، اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے، تو سمجھ لے کہ یہ کام برا ہے، نہ کرنا چاہیئے۔

لیکن استخارہ کے بعد خواب میں اس کام سے متعلق کچھ دیکھنا کوئی ضروری نہیں ہے، اس مقصد سے متعلق کوئی اشارہ خواب میں ہو جائے، تو بہت اچھا، ورنہ استخارہ کے بعد انسان جس جانب کو اپنے لئے بہتر محسوس کرے، اس کو اختیار کر لے، اسی میں ان شاء اللہ خیر ہوگی۔

اگر ایک دفعہ استخارہ کرنے سے کوئی رائے قائم نہ ہو، اور دل کا تردد، دور نہ ہو، تو دوسرے دن، تیسرے دن اسی طرح سات دن تک استخارہ کرتا رہے، ان شاء اللہ اس کام کی اچھائی یا برائی ضرور معلوم ہو جائے گی۔

بہتر یہ ہے کہ انسان خود ہی استخارہ کرے لیکن اگر کوئی شخص خود استخارہ نہ کر سکے تو دوسرے سے بھی کرا سکتا ہے۔

استخارہ کن امور میں کرنا چاہیئے

جن چیزوں کی ادائیگی ایک مسلمان پر اسلام نے ضروری قرار دی ہے مثلاً فرائض و واجبات...... اور دوسرے وہ کام جن سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے مثلاً جھوٹ، چوری، قتل، نماز چھوڑنا...... ان دونوں طرح کے امور میں استخارہ جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کی ادائیگی یا ان سے پرہیز متعین ہے، اس میں تردد کا کوئی معنی نہیں ہے، البتہ وہ امور جو

مباح یا سنت ہیں، ان میں استخارہ مسنون ہے، چنانچہ کاروبار، ملازمت، شادی، منگنی اور سفر وغیرہ کے لئے استخارہ کرنا چاہیئے۔

استخارہ کی مختصر دعائیں

حدیث میں استخارہ کی مختصر تین دعائیں منقول ہیں:

(۱) اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْ لِیْ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی اِخْتِیَارِیْ ۔(۱)

اے اللہ! میرے لئے بہتر کیجئے اور بہتر چیز کا انتخاب کیجئے اور مجھے میرے اختیار کے سپرد نہ کیجئے۔

(۲) اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ (۲)

اے اللہ! میری صحیح ہدایت فرمایئے، اور مجھے سیدھے راستے پر رکھیئے۔

(۳) اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ (۳)

اے اللہ! جو صحیح راستہ ہے، وہ میرے دل پر القاء فرمادیجئے، اور مجھے میرے نفس کے شر سے پناہ میں رکھیئے۔

جب جلدی ہو تو ان دعاؤں میں سے جو دعا یاد آجائے، اس کو اسی وقت پڑھ لیا جائے، اور بغیر نماز کے بھی چلتے پھرتے اس دعاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے کسی بھی جائز کام سے متعلق استخارہ کیا جاسکتا ہے، شرعاً اس پر کوئی ممانعت نہیں ہے، اور اگر عربی دعا یاد نہ ہو تو اردو میں یوں دعا کرلیں کہ، یا اللہ! مجھے کشمکش پیش آگئی ہے، مجھے صحیح راستہ دکھادیجئے، یہ مفہوم کسی بھی زبان میں ادا کیا جاسکتا ہے۔

---

(۱) کنز العمال (۷: حدیث نمبر ۱۸۰۵۳)، عمدۃ الفقہ (۲: ۳۰۵)

(۲) صحیح مسلم (۲: ۳۵۰) (۳) ترمذی (۲: ۱۸۶)

نماز تہجد

تہجد کی نماز تمام نوافل میں سب سے زیادہ فضیلت اور خیر وبرکت کی باعث ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات اور عمل کے ذریعہ اس نماز کی بہت ترغیب دی ہے، چند احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرائض کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے (۱)۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت میں ایسے عمدہ بالا خانے ہیں، جن کا بیرونی حصہ اندر سے، اور اندرونی حصہ باہر سے نظر آتا ہے (یعنی ان کی دیواریں انتہائی شفاف ہیں) ایک دیہاتی آدمی کھڑا ہوا عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ بالا خانے کن لوگوں کے لئے ہونگے، آپ نے فرمایا: جو شخص اچھا کلام کرے، محتاجوں کو کھانا کھلائے، ہمیشہ نفلی روزے رکھے اور رات کو نماز تہجد پڑھے، جبکہ دوسرے لوگ سو رہے ہوں (یہ بالا خانے ایسے لوگوں کے لئے ہیں) (۲)۔

(۳) حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو قیامت کے روز جمع فرمائیں گے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی کھڑا ہوگا، جس کی آواز تمام مخلوقات سنیں گی، وہ ندا دے گا کہ اہل محشر آج جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون لوگ عزت واکرام کے مستحق ہیں، پھر وہ فرشتہ ندا دے گا

---

(۱) ترمذی (۱:۹۹) باب ما جاء فی فضل صلاة اللیل ۔(۱) ترمذی (۲:۷۹)
‹'ب ماجاء فی صفة غرف الجنة

کہ اہل محشر میں سے وہ لوگ کھڑے ہوں جن کی صفت یہ تھی " تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ " (یعنی ان کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں)، اس آواز پر یہ لوگ کھڑے ہوں گے، جن کی تعداد قلیل ہوگی، (ابن کثیر) اور اسی روایت کے بعض الفاظ میں ہے کہ یہ لوگ بغیر حساب کے جنت میں بھیج دیئے جائیں گے، اس کے بعد اور تمام لوگ کھڑے ہوں گے، ان سے حساب لیا جائے گا (تفسیر مظہری) (۱)

نماز تہجد کے چند ضروری مسائل

(۱) نماز تہجد پڑھنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ پہلے کچھ آرام کیا جائے پھر جب سو کر اٹھے تو اس کے بعد اس نماز کو پڑھا جائے، لیکن اگر کوئی شخص رات کے آخری حصہ میں بیدار نہ ہو سکتا ہو، تو وہ نماز وتر سے پہلے کم از کم چار رکعتیں تہجد کی نیت سے پڑھ لیا کرے، ان شاء اللہ اس کو ثواب مل جائے گا، تاہم آخر شب میں اٹھ کر نماز تہجد پڑھنے کا ثواب، چونکہ بہت زیادہ ہے، اس لئے اس کی بھی کوشش کرنی چاہیئے۔

(۲) نماز تہجد کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عادت آٹھ رکعت پڑھنے کی تھی، وقت اور موقع کے لحاظ سے کم و بیش کر کے، تہجد پڑھی جائے تو یہ سنت کے زیادہ موافق ہے (۲)۔

نمازِ اشراق

یہ نماز سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے، اور اس کا وقت طلوع آفتاب کے پندرہ منٹ بعد شروع ہو جاتا ہے، احادیث میں اس کی بڑی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، ذیل میں چند حدیثیں پیش خدمت ہیں :

---

(۱) معارف القرآن (۷:۰۷) (۲) (عمدۃ الفقہ ۲:۳۰۳)

۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے صبح کی نماز جماعت سے ادا کی، پھر اللہ کا ذکر کرنے بیٹھ گیا، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا، پھر دو رکعت ادا کیں تو اس کو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملے گا، راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پورے حج وعمرے کا، پورے حج وعمرے کا، پورے حج وعمرے کا ۔(۱)

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس طرح کرنے سے حج فرض اور عمرہ ادا ہو جاتے ہیں، بلکہ اگر کسی کے ذمے حج فرض ہے تو اس کی ادائیگی اس کے ذمے لازم ہے، اس حدیث میں صرف ثواب ملنے کا ذکر ہے۔

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح کی نمار سے فارغ ہو کر اسی نماز کی جگہ بیٹھا رہے یہاں تک کہ دو رکعات نماز اشراق ادا کرے اور خیر کے سوا کوئی بات نہ کرے تو اس کی ساری (چھوٹی) غلطیاں معاف کردی جاتی ہیں، اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ (۲)

۳- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے انسان! اپنے دن کے شروع میں چار رکعات ادا کرنے سے عاجز مت بن، میں اخیر دن تک (اس کی برکت سے) تیری کفایت کروں گا (تیری جائز ضروریات کو پورا کروں گا) (۳)

چاشت کی نماز

دوپہر کے وقت جو نفل نماز پڑھی جاتی ہے، اسے ''چاشت کی نماز'' کہا جاتا

---

(۱) ترمذی (۱:۱۳۰) باب ماذکر ممایستحب من الجلوس فی المسجد (۲) ابوداود (۱:۱۸۲)

(۳) سنن ابوداود (۱:۱۸۳)

ہے، اس نماز کا وقت صبح نو بجے شروع ہوتا ہے، اور زوال سے پہلے پہلے تک یہ نماز پڑھی جا سکتی ہے، اس نماز کی رکعتوں کی تعداد بھی مختلف احادیث میں مختلف وارد ہوئی ہے، دو، چار، آٹھ، بارہ، موقع اور وقت کے اعتبار سے جتنی رکعتیں ہو سکیں، اتنی ضرور پڑھ لینی چاہئیں، اس نماز کے خاص خاص فضائل احادیث میں منقول ہیں، چند احادیث درج ذیل ہیں :

۱- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم میں سے جو شخص بھی صبح کو اٹھتا ہے تو اس کے جسم کے ہر جوڑ کا صدقہ کرنا (بطور شکر کے روزانہ) اس پر لازم ہوتا ہے، (کیوں کہ یہ جوڑ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں، اگر یہ جوڑ نہ ہوں تو انسان اٹھ بیٹھ نہیں سکتا، یونہی تختہ سا پڑا رہ جائے گا) پھر فرمایا کہ (صدقہ صرف مالی ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ) سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا بھی صدقہ ہے، لا الٰہ الا اللہ کہنا بھی صدقہ ہے، اللہ اکبر کہنا بھی ایک صدقہ ہے، برائی سے روکنا بھی ایک صدقہ ہے، ان سب کاموں کی جگہ اگر کوئی شخص نماز چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لے تو یہ دو رکعتیں جسم کے تمام جوڑوں کی طرف سے بطور شکرانے کے کافی ہو جاتی ہیں۔(۱)

۲ - حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز چاشت کی بارہ رکعات ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سونے کا ایک محل بنا دیتے ہیں۔ (۲)

۳ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی خاص وصیت فرمائی ہے، ہر مہینے تین دن کے روزے، نمازِ

---

(۱) مسلم شریف (۱:۲۵۰) (۲) ترمذی (۱:۱۰۸)

چاشت کی دو رکعتیں اور یہ کہ میں سونے سے پہلے ہی نماز وتر پڑھ لیا کروں (اگر صبح آنکھ کھلنے کا یقین نہ ہو)۔ (۱)

۴ - حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتی تھیں ،اور فرماتی تھیں کہ میرے ماں باپ بھی قبر سے اٹھ آئیں (اور ان کی خدمت میں مصروف ہونا پڑے) تب بھی میں اس نماز کو نہیں چھوڑوں گی (کسی نہ کسی طرح وقت نکال کر پڑھتی ہی رہوں گی)۔ (۲)

۵ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کا ایک دروازہ ہے جس کو باب ''الضحیٰ'' کہا جاتا ہے، جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی نداء دے گا: کہاں ہیں وہ لوگ جو ہمیشہ نماز چاشت پڑھا کرتے تھے؟ یہ ہے تمہارا دروازہ تم اس سے (جنت میں) داخل ہو جاؤ۔ رواہ الطبرانی

۶ - حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز چاشت کی دو رکعات ادا کرے وہ ''غافلوں'' میں سے نہیں لکھا جاتا، اور جو چار رکعات ادا کرے، وہ ''عبادت گذاروں'' میں سے لکھا جاتا ہے، اور جو چھ رکعات ادا کرے اس کی تمام دن کفایت کی جاتی ہے (یعنی اس کی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے) اور جو نمازِ چاشت کی آٹھ رکعات ادا کرے، اس کو اللہ تعالیٰ ''قانتین یعنی رات دن نماز پڑھنے والوں'' میں لکھ دیتے ہیں، اور جو شخص بارہ رکعات پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں، کوئی دن اور کوئی رات ایسی نہیں گذرتی مگر اللہ تعالیٰ اس میں اپنے بندوں پر کوئی نہ کوئی احسان اور صدقہ (ضرور) کرتے ہیں، اور اپنے بندوں میں سے کسی بندے پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان یہ ہوتا ہے کہ وہ اسے

---

(۱) صحیح مسلم (۱:۲۵۰) (۲) موطأ امام مالک (ص:۱۳۶)

اپنی یاد (عبادت) کی توفیق دیدیتے ہیں۔طبرانی (۱)

دیکھئے ان احادیث میں کس قدر اس نماز کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، اس لئے تمام مسلمانوں کو اور خاص کر اہل علم حضرات کو اس نماز کا اہتمام کرنا چاہیئے یہ نماز قربِ الٰہی کا اہم ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مغرب کے بعد نوافل کا ثواب

مغرب کے فرضوں اور سنتوں کے بعد چھ رکعت نفل پڑھنے کا بہت بڑا ثواب ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ''جو شخص مغرب کے فرائض کے بعد چھ رکعت ادا کرے، اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کرے، تو یہ چھ رکعات اس کے لئے بارہ سال کی عبادت کے ثواب کے برابر ہو جاتی ہیں'' (۲)

یہ چھ رکعات دو سنت مؤکدہ کے علاوہ ہوں گی یا ان کو شمار کر کے چھ رکعات شمار ہوں گی؟ فقہاء کے دونوں ہی قول ہیں، تاہم احتیاط یہی ہے کہ یہ چھ رکعات دو سنتوں کے علاوہ پڑھی جائیں، لیکن حدیث کے الفاظ میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ دو سنتوں کو شامل کر کے چھ رکعتیں شمار کی جائیں، لہٰذا اگر فرصت زیادہ نہ ہو تو سنتوں کو ملا کر ہی چھ رکعتیں پڑھ لینی چاہیئے، اس نماز کو عرف عام میں ''صلاۃ الاوّابین'' کہا جاتا ہے۔ (۳)

مغرب کے بعد بیس رکعت نفل پڑھنے کا ذکر بھی حدیث میں منقول ہے،

---

(۱) رحمت کے خزانے (ص:۱۷۱) (۲) جامع ترمذی (۱:۹۸)

(۳) درس ترمذی (۲:۱۹۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مغرب کی نماز کے بعد بیس رکعت نفل ادا کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیتے ہیں۔ (۱)

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو یہ فضائل حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

نماز حاجت

جب کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو، تو وہ اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، نماز سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوب حمد وثناء کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے، پھر مندرجہ ذیل دعا کرے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ، وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ، وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ، وَلَا حَاجَةً هِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَهَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. (۲)

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جو بڑا متحمل اور کریم ہے، وہ اللہ تمام عیبوں سے پاک ہے، جو عرش عظیم کا رب ہے، سب تعریفیں اس کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اے اللہ! میں تیری رحمت لانے والی اور تیری مغفرت لازم کرنے والی چیزیں طلب کرتا ہوں، اور ہر نیکی

---

(۱) جامع ترمذی (۱:۹۸)　(۲) ترمذی (۱:۱۰۸)

سے فائدہ کا اور ہر برائی سے حفاظت کا طالب ہوں، میرے ہر گناہ کو تو بخش دے، اور میرے ہر غم اور ہر پریشانی کو دور کردے، اور میری جس حاجت میں تیری رضا ہو، اسے تو پورا کردے، اے ارحم الراحمین۔

اس دعاء کے بعد اپنی حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑ گڑا کر دعا مانگے، اگر صحیح شرائط کے ساتھ دعا کی گئی اور وہ کام اللہ کی نظر میں اس کے لئے مفید ہوا، تو ان شاء اللہ اس کی وہ حاجت پوری ہوگی۔

مریض کی عیادت کا ثواب

جب کوئی مسلمان بیمار ہو جائے تو تسلی دینے کے لئے اس کے پاس جانا اور اس کی بیمار پرسی کرنا اہم اور مقبول ترین عبادات میں سے ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف طریقوں سے اس کی ترغیب دیتے تھے، آپ کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی بیمار ہوتا تو اس کے گھر تشریف لے جاتے، اسے تسلی دیتے اور مختلف الفاظ سے اس کے لئے دعائیں فرماتے، ذیل میں عیادت کے فضائل پر مشتمل چند حدیثیں درج کی جاتی ہیں :

۱- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک وہ گویا جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو ایک منادی آسمان سے نداء دیتا ہے، تو نے اچھا کیا، تیرا چلنا مبارک ہو، اور تو نے یہ عمل کر کے جنت میں اپنا گھر بنالیا ہے۔

۳- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ جنت میں چل رہا ہوتا ہے، حتا کہ بیٹھ جائے، پھر جب وہ بیٹھتا ہے، تو رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے، اور جو شخص صبح کے وقت عیادت کرے تو شام تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔

۴- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کی عمر کے بارے میں اس کے دل کو خوش کرو (یعنی اس کی عمر اور اس کی زندگی کے بارے میں امید پیدا کرنے والی باتیں کرو) کیوں کہ اس طرح کی باتیں کسی ہونے والی چیز (موت) کو تو رد نہیں کرسکیں گی، لیکن اس سے اس کا دل خوش ہوگا، اور یہی عیادت کا مقصد ہے۔

۵- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مریضوں کے پاس عیادت کرنے میں شور و شغب نہ کرنا اور کم بیٹھنا بھی سنت ہے۔

۶- بیمار پرسی کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ نہایت مختصر وقت میں کی جائے، زیادہ دیر بیٹھنا خلاف سنت ہے۔

مریض سے دعا کرانے کا ثواب

۱- حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کسی مریض کی عیادت کے لئے جاؤ تو اس سے درخواست کرو کہ وہ تمہارے لئے دعا کردے، کیوں کہ اس کی دعا فرشتوں کی طرح (قبول) ہوتی ہے۔ (۱)

---

(۱) مشکوٰۃ (۱۳۸:۱)

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریضوں کی عیادت کیا کرو، اوران سے کہا کرو کہ وہ تمہارے لئے دعا کریں، کیوں کہ ان کی دعا قبول ہوتی ہے، اوران کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔(۱)

مریض کو تسلی اوراس کے لئے دعاء صحت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے وقت مریض کے قریب تشریف لے جاتے، اوراس کے سرہانے بیٹھتے، اس کا حال دریافت کرتے اور پوچھتے کہ طبیعت کیسی ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے وقت بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے اوراگر وہ کچھ مانگتا تو اس کیلئے وہ چیز منگواتے اور فرماتے کہ مریض جو مانگے وہ اس کو دو، بشرطیکہ وہ چیز اس کے لئے نقصان دہ نہ ہو۔

اور کبھی آپ مریض کی پیشانی پر دست مبارک رکھتے، پھراس کے سینے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرتے اور دعا کرتے؟ اے اللہ! اسے شفا دے اوراسے فرماتے: کوئی فکر کی بات نہیں، ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

بسا اوقات آپ فرماتے کہ یہ بیماری گناہوں کا کفارہ اوران سے پاک ہونے کا ذریعہ بن جائیگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی پیشانی یا دکھی ہوئی جگہ پر داہنا ہاتھ رکھ کر فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُ كَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقْمًا"

---

(۱) رحمت کے خزانے بحوالہ طبرانی (ص:۵۰۲)

اے اللہ! اے لوگوں کے رب، تکلیف کو دور فرما، اور شفا دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفاء کے علاوہ کوئی شفاء نہیں ہے، ایسی شفا دے جو ذرا مرض کو نہ چھوڑے۔

یہ دعا بھی منقول ہے :

اَللّٰھُمَّ اشْفِہٖ، اَللّٰھُمَّ عَافِہٖ

اے اللہ! اس کو شفا دے، اے اللہ! اس کو عافیت دے۔

یا سات مرتبہ یہ دعا پڑھے :

اَسْأَلُ اللہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ

میں سوال کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے، جو بڑا ہے، اور عرش عظیم کا رب ہے کہ تجھے شفا بخشے۔

جس شخص نے کسی ایسے مریض کی عیادت کی، جس کی موت کا وقت نہ آیا ہو اور یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس مریض کو اس مرض سے ضرور شفا دے گا۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درد کی شکایت کی، جو ان کے جسم کے کسی حصے میں تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس جگہ اپنا ہاتھ رکھو، جہاں تمہیں تکلیف ہے، اور تین دفعہ بسم اللہ کہو اور سات مرتبہ یہ کہو :

"اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ"

میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرت کی پناہ لیتا ہوں اس تکلیف کے شر سے جو میں پا رہا ہوں اور جس کا مجھے خطرہ ہے۔

کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری وہ تکلیف دور فرما دی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا [illegible] کر حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے :

''اُعِیۡذُ بِکَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنۡ شَرِّ کِلِّ شَیۡطَانٍ وَّھَامَّةٍ وَّمِنۡ کِلِّ عَیۡنٍ لَّامَّةٍ''

میں تمہیں پناہ دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی ہر شیطان کے شر سے اور ہر زہریلے جانور اور ہر اثر ڈالنے والی آنکھ سے۔

اور فرماتے تھے کہ تمہارے جد امجد ابراہیم علیہ السلام اپنے دونوں صاحبزادوں پر ان کلمات سے دم کرتے تھے۔

اور جسے زخم یا پھوڑا یا کوئی تکلیف ہوتی، آپ اس پر دم کرتے، چنانچہ شہادت کی انگلی زمین پر رکھ دیتے، پھر یہ دعا پڑھتے :

''بِسۡمِ اللهِ تُرۡبَةُ أَرۡضِنَا بِرِیۡقَةِ بَعۡضِنَا یَشۡفِیۡ سَقِیۡمَنَا بِاِذۡنِ رَبِّنَا''

میں اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں، یہ ہماری زمین کی مٹی ہے، جو ہم میں سے کسی کے تھوک میں ملی ہوئی ہے، تاکہ ہمارے بیمار کو ہمارے رب کے حکم سے شفا دے۔

اور اس جگہ انگلی پھیرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خود بیمار ہوتے تو سورہ اخلاص، فلق اور سورہ الناس پڑھ کر اپنے اوپر دم فرمایا کرتے اور خود اپنا دست مبارک اپنے جسم پر پھیرتے، پھر جب آپ کو وہ بیماری لاحق ہوئی جس میں آپ نے وفات پائی تو میں وہی سورتیں پڑھکر آپ پر دم کرتی جن کو پڑھکر آپ دم کرتے تھے،

اور آپ کا دست مبارک آپ کے جسم پر پھیرتی۔(۱)

لہذا جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو مذکورہ سنت طریقے کے مطابق اس کی بیمار پرسی کرنی چاہیئے، تاکہ یہ فضائل و برکات حاصل ہوسکیں۔

نماز جنازہ

نماز جنازہ ''فرض کفایہ'' ہے، علاقے کے چند مسلمان جمع ہو کر، جب اس میت کی نماز جنازہ پڑھ لیں، تو سب کی طرف سے یہ فریضہ ادا ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی بھی نہ پڑھے، تو اس علاقے کے تمام لوگ گنہگار ہوتے ہیں۔

نماز جنازہ کے فرائض

نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں:

(۱) چار مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہنا۔

(۲) کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا، کسی شرعی عذر کے بغیر بیٹھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے (۲)۔

نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ

سب سے پہلے صفیں درست کی جائیں اور صفوں کی تعداد طاق رہے، تین یا پانچ یا سات...... صفیں بنائی جائیں، امام میت کے سینے کے بالمقابل کھڑا ہو، اور سب لوگ نماز جنازہ کی نیت کریں، نیت یوں کریں:

''میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور میت کی بخشش کی خاطر اس امام کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھتا ہوں''

---

(۱) مشکوۃ (۱:۱۳۴) (۲) درمختار (۲:۲۰۹)

پھر تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں، پھر انہیں باندھ کر ثناء پڑھیں، ثناء پڑ ھنے کے بعد پھر تکبیر کہیں، امام بلند آواز سے اور مقتدی آہستہ سے لیکن ہاتھ کانوں تک نہ اٹھائیں، اس دوسری تکبیر میں درود ابراہیمی پڑھا جائے، جو عام نمازوں میں پڑھا جاتا ہے، پھر تیسری تکبیر کہیں، اور ہاتھ نہ اٹھائیں، اس میں میت کی بخشش کے لئے مسنون دعا کریں، اگر جنازہ بالغ مرد یا عورت کا ہو، تو یہ دعاء کی جائے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا، وَمَیِّتِنَا، وَشَاھِدِنَا، وَغَائِبِنَا، وَصَغِیْرِنَا، وَکَبِیْرِنَا، وَذَکَرِنَا، وَاُنْثَانَا، اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهُ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِ سْلَامِ، وَمَنْ تَوَ فَّیْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَی الْاِیْمَانِ.

اے اللہ! ہمارے زندوں، ہمارے مردوں، ہمارے ان لوگوں کو جو حاضر ہیں، اور ان کو جو غائب ہیں، ہمارے چھوٹوں کو، ہمارے بڑوں کو، ہمارے مردوں کو، اور ہماری عورتوں کو تو بخش دے۔

اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے، تو اسلام پر زندہ رکھ، اور جس کو تو موت دے، تو اس کو ایمان کی حالت پر موت دے۔

اور اگر نابالغ لڑکے کا جنازہ ہو، تو یہ دعاء کی جائے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا، وَّاجْعَلْهُ لَنَا أَجْراً وَّذُخْراً، وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا۔

اے اللہ! اس لڑکے کو ہماری مغفرت کا پیش خیمہ، اور ذریعہ بنا، اور اس کو ہمارے لئے اجر اور آخرت کا سامان بنا، اور اس کو ہمارا سفارشی بنا، ایسا سفارشی جس کی سفارش قبول کی جائے (۱)۔

---

(۱) درمختار (۲:۲۱۵)

اگر نابالغ لڑکی ہوتو یہ دعا پڑھنی چاہیئے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا، وَّاجْعَلْھَا لَنَا أَجْراً وَّذُخْراً ،وَّاجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً ۔(۱)

اے اللہ! اس لڑکی کو ہماری بخشش کا ذریعہ بنا اور اس کو ہمارے لئے اجر اور ذخیرہ آخرت بنا، اور اس کو ہمارا سفارشی بنا ،ایسا سفارشی ،جس کی سفارش رد نہ کی جائے۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے، امام بلند آواز سے ،اور مقتدی آہستہ سے چوتھی تکبیر کہے،اور تکبیر کہکر امام اور مقتدی دونوں اسی طرح سلام پھیریں، جس طرح نماز میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

ایک جنازہ کی نماز کئی مرتبہ پڑھنا جائز نہیں ہے،لیکن اگر میت کا ولی اس نماز میں نہ ہوتو پھر نماز جنازہ دوسری بار پڑھی جاسکتی ہے۔

غائبانہ نمازِ جنازہ

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی یہ شرط ہے کہ میت سامنے ہو، کیوں کہ غائبانہ نمازِ جنازہ احناف کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے،ہاں یہ صحیح ہے کہ آپ نے شاہ حبشہ نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی اور حضرت معاویہ لیثی رضی اللہ عنہ پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ،لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ میت نماز کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کردی گئی ہو،یا یہ بات آپ کی خصوصیت ہو۔

---

(۱) نمازِ مسنون (ص:۷۳۵)

جس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ان دو حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ کرام کی وفات ہوئی، ستر قراء صحابہ جو آپ کے عزیز ترین صحابہ میں سے تھے، وہ سفر میں شہید ہوئے، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ جو آپ کے چچا زاد بھائی تھے، حضرت زید بن حارثہ جو آپ کے منہ بولے بیٹے تھے، ان سب کا انتقال سفر اور حالتِ جہاد میں ہوا، آپ کو مدینہ طیبہ میں خبر ملی تو آپ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی، حالانکہ مدینہ طیبہ میں وفات پانے والے حضرات پر نماز جنازہ پڑھنے کا آپ بہت اہتمام فرماتے تھے، اور آپ نے ہدایت فرما رکھی تھی کہ "تم میں سے کسی کا بھی انتقال ہو تو مجھے ضرور خبر کرو، کیوں کہ اس پر میرا نماز پڑھنا اس کے لئے باعثِ رحمت ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن دو حضرات پر آپ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی وہ یا تو ان دو حضرات کی خصوصیت تھی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی میت کو نماز کے وقت آپ کے سامنے کر دیا تھا، علامہ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں اس کے دلائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔

جو شخص بحری جہاز میں فوت ہو جائے

اگر کوئی شخص پانی کے جہاز یا کشتی وغیرہ میں فوت ہو جائے، اور خشکی وہاں سے اس قدر دور ہو کہ نعش کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس وقت غسل، کفن اور نماز جنازہ سے فارغ ہو کر اس کے کفن کو اس پر اچھی طرح باندھ کر دریا میں ڈال دیں اور اس کے ساتھ کوئی وزنی پتھر یا لوہا وغیرہ باندھ دیں تا کہ نعش نیچے بیٹھ جائے۔

اور اگر کنارہ اتنا دور نہ ہو اور نعش کے خراب ہونے کا خطرہ نہ ہو تو نماز جنازہ پڑھ

کر نعش کو رکھ دیا جائے، اور جب کنارے پر پہونچ جائیں تو پھر اسے دفن کر دیا جائے۔(۱)

نماز جنازہ میں مسبوق کے احکام

اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں اس وقت پہونچے، جب امام کچھ تکبیریں پہلے ادا کر چکا ہو، تو جس قدر تکبیریں پہلے ادا ہو چکی ہوں، ان کے اعتبار سے یہ شخص ''مسبوق'' ہوگا، اسے چاہیئے کہ فوراً آتے ہی شریک نہ ہو، بلکہ امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے، پھر جب امام اگلی تکبیر کہے، تو یہ شخص بھی تکبیر کہہ کر اس کے ساتھ شریک ہو جائے، اور یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیر تحریمہ ہوگی، پھر جب امام سلام پھیر دے، تو یہ شخص اپنی فوت شدہ تکبیروں کو ادا کر لے، اگر یہ اندیشہ ہو کہ ان تکبیروں میں دعائیں پڑھے گا، تو جنازہ اس کے سامنے سے اٹھا لیا جائے گا، تو پھر دعائیں نہ پڑھے، بلکہ صرف فوت شدہ تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے۔

ایک آدمی نماز جنازہ میں اس وقت پہنچا جب امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا تھا لیکن سلام ابھی نہیں پھیرا تھا، اسے چاہیئے کہ فوراً تکبیر کہہ کر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے شریک ہو جائے، ایک تکبیر اس کی گویا ادا ہو گئی، بقیہ تین تکبیریں امام کے سلام کے بعد ادا کرنا اس پر لازم ہوگا (۲)۔

جوتے پہنکر نماز جنازہ پڑھنا

نماز جنازہ میں بھی دوسری نمازوں کی طرح، جوتے اتار کر پاک جگہ پر کھڑے ہونا چاہیئے لیکن اگر جوتے اور وہ جگہ جس پر کھڑے ہوں، دونوں پاک ہوں تو پھر جوتے پہن کر بھی نماز پڑھ سکتے ہیں، ورنہ نہیں۔

---

(۱) احکام میت (ص: ۸۳،۲۹) (۲) درمختار (۲: ۲۱۷)

اور اگر جوتے پاؤں سے اتار کر اس پر کھڑے ہوں، تو صرف جوتے کے اوپر کا حصہ، جو پاؤں سے ملا ہوا ہے، اس کا پاک ہونا ضروری ہے، جوتے کا نچلا حصہ اور زمین کا، اس صورت میں پاک ہونا کوئی ضروری نہیں ہے (۱)۔

جنازہ لے جانے کا مسنون طریقہ

جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائیں تو جنازہ کو قبرستان لے جانے کے لئے اٹھایا جائے، اس کے اٹھانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے میت کے داہنی طرف کا اگلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے، اس کے بعد اسی طرف کا پچھلا پایا، اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے، اس کے بعد میت کے بائیں طرف کا اگلا پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر پھر پچھلا بایاں پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم از کم دس دس قدم چلے، تا کہ چاروں پایوں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں، حدیث شریف میں جنازہ کو کم از کم چالیس قدم تک کندھا دینے کی بڑی فضیلت آئی ہے (۲)۔

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا مسئلہ

وہ مسجد جو پنجگانہ نماز کے لئے بنائی گئی ہو، اس میں بغیر کسی عذر کے نماز جنازہ پڑھنا احناف کے ہاں مکروہ تنزیہی ہے، خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو یا باہر اور حرمین شریفین میں چونکہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک رائج ہے، اور فقہ حنبلی میں مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً جائز ہے اس لئے حرم شریف میں میت کو بیت اللہ کے پاس لایا جاتا ہے، اور مسجد حرام کے اندر ہی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، اور مسجد نبوی میں مسجد کے محراب کے ساتھ بڑا سا کمرہ بنا ہوا ہے، اس میں میت کو رکھا جاتا ہے، اور نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے، ہاں وہ مسجد جو خاص جنازہ کی نماز

---

(۱) احکام میت (ص: ۷۰)   (۲) نماز مسنون (ص: ۷۲۶)

کے لئے تعمیر کی گئی ہو، اس میں نماز جنازہ مکروہ نہیں، البتہ اگر مسجد کے باہر نماز جنازہ کے لئے کوئی دوسری جگہ نہ ہو، تو پھر عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے(۱)۔

اگر بیک وقت کئی جنازے جمع ہو جائیں

اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں، تو بہتر یہ ہے کہ ہر میت کی نماز جنازہ علیحدہ علیحدہ پڑھی جائے، اور اگر سب جنازوں کی ایک ہی نماز جنازہ پڑھی جائے تب بھی جائز ہے، ایسی صورت میں سب جنازوں کی صف قائم کردی جائے، جس کی بہتر صورت یہ ہے، کہ ایک جنازے کے آگے دوسرا جنازہ رکھ دیا جائے کہ سب کے پیر ایک طرف ہوں، اور سب کے سر ایک طرف، یہ صورت اس لئے بہتر ہے، کہ اس میں سب کا سینہ امام کے مقابل ہو جائے گا، جو مسنون ہے۔

اگر جنازے مختلف قسموں کے ہوں، تو اس ترتیب سے ان کی صف قائم کی جائے کہ امام کے قریب مردوں کے جنازے ہوں، ان کے بعد لڑکوں کے اور پھر بالغ عورتوں کے اور ان کے بعد نابالغ لڑکیوں کے(۲)۔

نماز جنازہ کے بعد دعاء

نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت سے ثابت نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ نماز جنازہ خود دعا ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے جنازے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بدعت کہا ہے، جسے چھوڑنا شرعاً ضروری ہے، البتہ سنت طریقہ

---

(۱) احسن الفتاوی (۴:۱۸۳) درمختار (۲:۲۲۴) امداد الفتاویٰ (۱:۵۳۳)

(۲) احکام میت (ص:۷۸)

یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پر دعا کی جائے (۱)۔

جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت بلند آواز سے پڑھنا

میت کو کندھا دیتے وقت اور قبرستان جاتے ہوئے ایک یا کئی آدمی بلند آواز سے کلمہ شہادت پکارتے ہیں، اور پھر سب حاضرین بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھتے ہیں، یہ محض ایک خود ساختہ رسم ہے، قرآن وسنت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اس موقع پر بلند آواز سے کوئی ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس حالت میں خاموش رہتے تھے، اس لئے عصر حاضر کی یہ رسم بھی خلاف سنت اور بدعت ہے، جس کا ترک ضروری ہے (۲)۔

نماز جنازہ میں کثرت تعداد کی برکت اور اہمیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس میت پر مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نماز پڑھے، جن کی تعداد سو تک پہونچ جائے، اور وہ سب کے سب اللہ کے حضور میں اس میت کے لئے سفارش کریں، یعنی مغفرت اور رحمت کی دعا کریں تو ان کی سفارش اور دعا ضرور قبول ہوگی۔ (۳)

حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد سنا کہ جس مسلمان بندے کا انتقال ہو جائے، اور مسلمانوں کی تین صفیں اس کی نماز جنازہ پڑھیں، اور اس کے لئے مغفرت وجنت کی دعا کریں تو ضرور ہی اللہ تعالیٰ اس کے واسطے (مغفرت اور جنت) واجب کر دیتا ہے۔

---

(۱) امداد المفتیین (ص:۱۷۶) (۲) فتاوی سراجیہ (۱:۱۳۶)

(۳) صحیح مسلم (۱:۳۰۸)

مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کا یہ دستور تھا کہ جب وہ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کم محسوس کرتے تو اسی حدیث کی وجہ سے ان لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم کردیتے تھے۔(۱)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جس مسلمان میت پر ایسے چالیس مسلمان نماز جنازہ پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے ،تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش کو اس کے حق میں قبول فرمالیتے ہیں۔ (۲)

میت کا فوٹو کھینچنا

بعض لوگ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر میت کا منہ کھول کر اس کا فوٹو کھینچتے یا کھنچواتے ہیں، تا کہ یادگار کے طور پر اسے رکھیں، لیکن چونکہ تصویر کشی مطلقا حرام ہے، اس لئے میت کا فوٹو لینا بھی حرام ہے، فوٹو کھینچنے اور کھینچوانے والے دونوں گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں (۳)۔

امانت کے طور پر دفن کرنا

بعض جگہ لوگ میت کو جو کسی دوسرے علاقے میں ہو گئی ہو، تابوت وغیرہ میں رکھ کر امانت کہہ کر دفن کرتے ہیں، اور پھر جب اس کے وارثوں کو پتہ چلتا ہے، تو وہ اسے قبر سے نکال کر اپنے علاقہ میں لے جا کر دفن کرتے ہیں، یہ طریقہ بھی غلط ہے، شرعاً اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے، اسلام کا حکم یہ ہے کہ دفن کرنے کے بعد خواہ امانۃً دفن کیا ہو، یا اسکے بغیر، بہر صورت اسے قبر سے دوبارہ نکالنا جائز نہیں ہے (۴)۔

---

(۱) ابوداود (۲:۴۵۱) (۲) مسلم (۱:۳۰۸) (۳) تصویر کے شرعی احکام (ص:۲۲)

(۴) عزیز الفتاوی (۱:۳۴۲)

قبر میں اتارنے کے چند اہم مسائل

۱- جنازہ کو پہلے قبلہ کی جانب قبر کے کنارے اس طرح رکھیں کہ قبلہ میت کے دائیں طرف ہو، پھر اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو احتیاط سے اٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔

۲-قبر میں رکھتے وقت " بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ "کہنا مستحب ہے۔

۳- قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قبر مقدس میں چار آدمیوں نے اتارا تھا۔

۴- قبر میں میت اتارتے وقت یا دفن کرنے کے بعد اذان کہنا بدعت ہے۔

۵- میت کو قبر میں رکھ کر داہنے پہلو پر اس کو قبلہ رو کر دینا مسنون ہے، صرف منہ قبلہ کی طرف کر دینا کافی نہیں، بلکہ پورے بدن کو اچھی طرح کروٹ دیدینا چاہئے۔

۶-قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی وہ گرہ جو کفن کھل جانے کے خوف سے دی گئی تھی، کھول دی جائے۔

۷- عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کر کے رکھنا مستحب ہے، اور اگر میت کے بدن کے ظاہر ہو جانے کا خوف ہو تو پھر پردہ کرنا واجب ہے۔

۸- مردوں کو دفن کرتے وقت پردہ نہیں کرنا چاہئے، لیکن اگر عذر ہو مثلاً پانی برس رہا ہو، یا برف گر رہی ہو، یا دھوپ سخت ہو تو پھر جائز ہے۔

۹- مٹی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے، اور ہر شخص تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈالدے، اور پہلی مرتبہ ڈالتے وقت " مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ " کہے، اور دوسری مرتبہ " وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ " کہے، اور تیسری مرتبہ " وَمِنْهَا

نُخرِجُکُمْ تَارَۃً اُخریٰ" کہے۔

تدفین اور اس کے بعد دعا

میت کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اس قبر کے پاس کھڑے ہو کر میت کے لئے منکر نکیر کے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا خود بھی فرماتے اور دوسروں کو بھی تلقین فرماتے، کہ اپنے بھائی کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو، یہی وجہ ہے کہ دفن کے بعد تھوڑی دیر قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا یا قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہونچانا مستحب ہے۔

دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات مفلحون تک اور پاؤں والی جانب سورہ بقرہ کی آخری آیات "اٰمن الرسول" سے سورہ کے اختتام تک پڑھنا مستحب ہے۔(۱)

تعزیت کا مسنون طریقہ

جس گھر میں میت ہو جائے، ان کے یہاں تین دن تک ایک بار تعزیت اور تسلی کے لئے جانا مستحب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی تعزیت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے، میت کے متعلقین کو تسکین و تسلی دینا اور صبر کے فضائل اور ان کا عظیم الشان اجر و ثواب سنا کر، انہیں صبر کی ترغیب دینا، اور میت کے لئے مغفرت کی دعاء کرنا، اس کو تعزیت کہا جاتا ہے، تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر تعزیت کرنے والا سفر میں ہو، یا میت کے عزیز و اقارب سفر میں ہوں، اور تین دن کے بعد آئیں، تو اس صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت کرنا مکروہ نہیں، تعزیت میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا، اور اس کو

---

(۱) احکام میت (ص: ۸۸، ۹۲) معارف الحدیث (۳: ۴۸۵)

ضروری سمجھنا قرآن وسنت اور اسلامی فقہ سے ثابت نہیں ہے بلکہ محقق علماء نے اسے بدعت قرار دیا ہے، جس کا ترک ضروری ہے۔

اہل میت کے لئے کھانا بھیجنا مستحب ہے

اہل میت کے پڑوسیوں اور دور کے رشتہ داروں کے لئے مستحب ہے کہ وہ ایک دن ایک رات کا کھانا تیار کر کے میت والوں کے ہاں بھیجیں، اور اگر وہ غم کی وجہ سے نہ کھاتے ہوں، تو اصرار کر کے انہیں کھلائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی صحابہ کرام کو تلقین فرمایا کرتے تھے، جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو آپ نے فرمایا کہ جعفر کے اہل خانہ کے لئے کھانا تیار کیا جائے، وہ اس اطلاع کی وجہ سے ایسے حال میں ہیں کہ کھانا تیار کرنے کی طرف توجہ نہ کر سکیں گے۔

آپ کی سنت طیبہ یہ بھی تھی کہ میت کے اہل خانہ تعزیت کے لئے آنے والوں کو کھانا کھلانے کا اہتمام نہ کریں بلکہ آپ نے حکم دیا کہ دوسرے لوگ (دوست اور عزیز) ان کے لئے کھانا تیار کر کے بھیجیں، یہ چیز اخلاق حسنہ کا ایک عظیم شاہکار ہے۔(۱)

اہل میت کی طرف سے دعوت طعام بدعت ہے

آج کل یہ رسم چل پڑی ہے کہ جس گھر میں میت ہو جاتی ہے تو وہ آنے والوں کے لئے دعوت طعام کرتے ہیں، ان کے لئے کھانے کا خوب اہتمام کیا جاتا ہے، یہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، بلکہ یہ ایک بدعت ہے جس کا ترک ضروری ہے، اس رسم کو ادا کرنے کے لئے اکثر اوقات قرض لینا پڑتا ہے، اور یوں سمجھا جاتا ہے کہ جو شخص یہ

---

(۱) احکام میت (ص:۹۸)

رسم نہ کرے تو اس نے گویا اپنے مرحوم کا حق ادا نہیں کیا، یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں، جن کا قرآن وسنت سے بالکل کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (۱)

مرحوم کو ایصالِ ثواب کیسے کیا جائے

''ایصالِ ثواب'' کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی نیک کام کیا جائے اور اس کا ثواب کسی دوسرے کو بخش دیا جائے، خواہ وہ دوسرا مردہ ہو یا زندہ، وہ یوں دعا کرے کہ یا اللہ میرے اس عمل کا ثواب، جو آپ نے مجھے عطا فرمایا ہے، وہ فلاں شخص کو دیدیجئے، اور پہنچا دیجئے، مثلاً کسی نے خدا کی راہ میں کچھ نقد رقم دی یا غرباء کو کھانا کھلایا، یا اور کوئی نفلی عبادت سرانجام دی...... اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کی، کہ جو کچھ مجھے اسکا ثواب ملا ہے، وہ ثواب فلاں شخص کو پہنچا دیجئے، یہ ہے ایصالِ ثواب کا معنی، اور اس کی حقیقت، لیکن آج کل بعض لوگوں نے ایصالِ ثواب کے نام سے بہت سی رسم و رواج ایجاد کر رکھی ہیں، تیجہ، بیسواں چالیسواں...... یہ سب بدعات ہیں، جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ایصالِ ثواب کے لئے اسلام میں نہ کوئی خاص وقت یا دن مقرر ہے نہ کوئی خاص جگہ مقرر ہے، نہ ہی کوئی مخصوص عبادت ہے، اور نہ یہ ضروری ہے کہ ایصالِ ثواب کے لئے آدمی جمع ہوں یا کھانے کی کوئی چیز مٹھائی وغیرہ سامنے رکھی جائے، یا اس پر دم کیا جائے، یا کسی خاص عالم دین یا حافظ قاری کو ضرور بلایا جائے اور نہ یہ ضروری ہے کہ پورا قرآن ختم کیا جائے یا کوئی خاص سورت یا دعا کسی مخصوص تعداد میں پڑھی جائے، بس بعض لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کر کے یہ رسمیں اور پابندیاں بڑھالی ہیں، ورنہ ایصالِ ثواب اسقدر آسان عمل ہے، کہ جو شخص، جس وقت، جس دن چاہے، کوئی بھی نیک کام یا

---

(۱) فتاویٰ شامیہ (۲:۲۴۰)

نفلی عبادت کر کے اس کا ثواب میت کو پہنچا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین کی صحیح فہم عطا فرمائے (۱) ۔

زیارت قبور کا مسنون طریقہ

مردوں کیلئے قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے، ہر ہفتہ کم از کم ایک بار قبروں کی زیارت کی جائے، اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ دن جمعہ کا ہو، جب قبرستان میں داخل ہوں تو یوں دعا کریں :

۱ - " اَلسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلاَحِقُوْنَ ، نَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ " (۲)

سلام ہو تم پر اے ان گھروں والوں مومنین اور مسلمانوں میں سے، اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم تم سے ملنے والے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کی دعا اور سوال کرتے ہیں۔

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر مدینہ کی چند قبروں پر ہوا تو آپ نے ان کی طرف رخ کیا اور یہ دعا فرمائی :

" اَلسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ ، اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ " (۳)

سلام ہو تم پر اے قبر والو! اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم سے آگے جانے والے ہو، اور ہم پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔

---

(۱) احکام میّت (ص:۱۰۲) (۲) صحیح مسلم (۱:۳۱۴) (۳) جامع ترمذی (۱:۲۰۳)

ان الفاظ سے بھی دعا کی جا سکتی ہے۔

پھر میت کے پاؤں کی طرف سے چہرے کے سامنے کھڑا ہو جائے، اور دیر تک دعا کرتا رہے، اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی جائز ہے، اگر بیٹھنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے جس قدر ہو سکے، تلاوت کر کے میت کو ثواب بخشا جائے، مثلاً سورہ فاتحہ، سورہ بقرہ شروع سے **اولئک هم المفلحون** تک، آیت الکرسی، سورہ یٰسین، سورہ ملک، سورہ تکاثر اور سورہ اخلاص گیارہ بار یا سات بار جس قدر آسانی سے پڑھا جا سکے، پڑھ کر میت کو ثواب بخش دیا جائے۔ (۱)

عورتوں کا قبرستان جانا

عورتوں کا قبرستان جانا بعض فقہاء کے نزدیک تو بالکل ناجائز ہے، لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ جوان عورت کو تو قبرستان جانا قطعاً ناجائز ہے، اور بوڑھی عورت کے لئے زیارت قبور کی یہ شرائط ہیں:

خوب پردہ کے ساتھ جائے، وہاں جا کر شرک نہ کرے، کوئی بدعت نہ کرے، قبر پر پھول اور چادر نہ چڑھائے، نہ صاحب قبر سے کچھ مانگے، نہ منت مانے، رونا دھونا اور نوحہ بازی نہ کرے، اور کسی خلاف شرع کام کا ارتکاب نہ کرے، ان شرائط کی پابندی کرنے والی عورت قبرستان جا سکتی ہے، اور جو عورت ان شرائط کی پابندی نہیں کر سکتی، اس کا قبرستان اور مزارات پر جانا حرام ہے۔

ایک حدیث میں قبرستان جانے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت مذکور ہے، فقہاء کرام فرماتے ہیں، کہ جو عورتیں مذکورہ بالا شرطوں کی پابندی کے بغیر قبرستان جاتی ہیں، وہ

---

(۱) امداد الفتاویٰ (۱:۵۴۸) احسن الفتاویٰ (۴:۲۲۲) احکام میت (ص:۱۰۰)

اس لعنت کی زد میں آ جاتی ہیں۔

تجربہ اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ عورتیں ان شرائط کی بالکل پابندی نہیں کرتیں، بالخصوص عرس وغیرہ کے موقع پر، جو آجکل سراسر منکرات، بدعات اور طرح طرح کی خرابیوں پر مشتمل ہوتا ہے، لہٰذا اس موقع پر ان کا جانا بلاشبہ ناجائز اور حرام ہے، ایسی ہی عورتوں پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ (۱)

جنازے کے چند مسائل

(۱) اگر یہ اندیشہ ہو کہ وضو کرتے کرتے نماز جنازہ ختم ہو جائے گی، تو تیمم کر کے جنازے کی نماز میں شریک ہونا جائز ہے، اس لئے کہ نماز جنازہ کی قضا نہیں ہے۔

(۲) قبر کو پختہ بنانا یا اس پر عمارت، گنبد وغیرہ بنانا جائز نہیں ہے (۲)۔

(۳) اگر میت کا سارا جسم موجود نہ ہو، بلکہ اس کا کوئی عضو ہو، تو اگر نصف حصہ سر کے ساتھ یا اکثر حصہ موجود ہو، خواہ بغیر سر کے ہی ہو، تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا درست ہے، اور اگر سر کے بغیر کوئی عضو ہو، تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں، اسکے بغیر ہی اسے دفن کر دیا جائے (۳)۔

(۴) جس میت کو نماز جنازہ کے بغیر دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے، جب تک کہ اس بات کا گمان غالب ہو کہ اس کا جسم پھٹا نہیں ہوگا (۴)۔

(۵) جس شخص کو پھانسی دی گئی ہو یا جس نے خودکشی کی ہو، ان کی نماز جنازہ اور ان کی بخشش کے لئے دعا اور ایصال ثواب کرنا شرعاً جائز ہے۔ (۵)

---

(۱) امداد الاحکام (۱:۸۱۴) امداد الفتاویٰ (۱:۵۲۰) احکام میت (ص:۱۰۱، ۲۵۰)

(۲) کبیری (ص:۵۹۹) (۳) شامی (۲:۱۹۹) (۴) شامی (۲:۲۲۴)

(۵) امداد الفتاویٰ (۱:۵۰۳، ۵۰۹)

(۶) اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو بیوی چونکہ عدت میں ہوتی ہے، اس لئے وہ اپنے شوہر کو دیکھ سکتی ہے، چھو سکتی ہے، اور اگر غسل دینے کی ضرورت پڑے تو غسل بھی دے سکتی ہے، لیکن اگر بیوی فوت ہو جائے تو مرد صرف اسے دیکھ سکتا ہے چھو نہیں سکتا، اور نہ ہی اسے غسل دے سکتا ہے۔ (۱)

(۷) جنازے کی چادر پر قرآنی آیات یا اللہ کے نام لکھنا جائز نہیں ہے۔

(۸) جب کسی مردہ عورت کو غسل دیا جائے تو اس کے پورے بدن پر کپڑا ڈالنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ عورت کا عورت سے اسی قدر پردہ ضروری ہوتا ہے جتنا مرد کا مرد سے، اس لئے مردہ عورت کو نہلاتے وقت صرف ناف سے گھٹنوں تک پردہ کرنا کافی ہے۔

(۹) اگر مرد موجود نہ ہوں، صرف عورتیں ہوں، تو وہ بھی میت پر نماز جنازہ پڑھ سکتی ہیں، بہتر یہ ہے کہ تمام عورتیں بیک وقت الگ الگ نماز جنازہ پڑھیں، جماعت نہ کرائیں، اور اگر جماعت کرانا چاہیں تو یہ بھی بغیر کسی کراہت کے جائز ہے، اس صورت میں امام عورت صف کے درمیان کھڑی ہوں، مرد امام کی طرح آگے نہ کھڑی ہو۔ (۲)

---

(۱) شامی (۲:۱۹۸) (۲) احسن الفتاویٰ (۴:۲۳۰، ۲۴۷، ۲۴۸)

اسلام میں زکوۃ کا حکم اور اس کی اہمیت

اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ''زکوٰۃ'' ہے، جو نماز کے بعد سب سے اہم لازمی فریضہ ہے، قرآن وسنت میں اس کی ادائیگی کی بار بار تاکید کی گئی ہے، چنانچہ قرآن میں کئی مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، زکوٰۃ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ایک حق ہے، جو اس نے مال کی ایک مخصوص مقدار پر چند شرائط کے ساتھ، مالدار مسلمانوں پر فرض کیا ہے، کن چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہے؟ اور مال کی کتنی مقدار پر زکوٰۃ فرض ہے؟ اور زکوٰۃ کن لوگوں کو دی جاسکتی ہے؟.......... یہ تمام تفصیلات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور اسلامی فقہ میں موجود ہیں، ہر مسلمان کی یہ شرعی ذمہ داری ہے، کہ وہ زکوٰۃ کے ان مسائل سے کم از کم ضرور باخبر ہو، جو اس کی ذات سے وابستہ ہوں اور جب اس پر زکوٰۃ فرض ہو جائے تو اس کی ادائیگی میں سستی، تاخیر، ٹال مٹول اور حیلہ بازی نہ کرے، بلکہ اسے ایک فرض کی حیثیت سے نہایت جلد مکمل امانت ودیانت کے ساتھ زکوٰۃ کے مستحق لوگوں تک پہنچائے۔

جو لوگ زکوٰۃ فرض ہو جانے کے باوجود ادا نہیں کرتے، ان کے بارے میں قرآن وحدیث میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جسے اللہ تعالیٰ نے مال ودولت کی نعمت سے نوازا، لیکن اس نے اللہ کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کی، یہی مال اس کیلئے قیامت کے دن وبال جان ثابت ہوگا، اس دن یہ مال ایک گنجے سانپ کی شکل میں ظاہر کیا جائے گا، جس کی دونوں آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہونگے یہ سانپ اس کی گردن میں ہار کی طرح ڈال دیا جائے گا، پھر اس کی دونوں باچھیں

پکڑے گا(اور کاٹے گا)اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں اور میں تیرا خزانہ ہوں (۱)''

اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث میں زکوٰۃ نہ دینے کی سزاؤں کا ذکر ہے، ان تمام ارشادات کا مقصد یہ ہے کہ ایک انسان غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائے اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں ٹال مٹول اور حیلہ بازی نہ کرے۔

زکوٰۃ ٹیکس نہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ حکومت کا ایک ٹیکس ہے، لہٰذا جب ٹیکس ادا کر دیا جائے تو گویا زکوٰۃ ادا ہو گئی یہ بہت بڑی غلط فہمی بھی ہے اور جہالت بھی، زکوٰۃ ایک مستقل عبادت ہے، اس کا ٹیکس سے کوئی تعلق نہیں، زکوٰۃ تو غرباء اور مساکین کا حق ہے، جو ان تک پہنچانا ضروری ہوتا ہے، اور ٹیکس کوئی بھی حکومت اپنے اخراجات کو سامنے رکھ کر مخصوص قانون کے مطابق عوام سے وصول کرتی ہے، اس لئے اگر زکوٰۃ واجب ہو، تو ٹیکس دینے سے ادا نہیں ہوگی، بلکہ اس کی ادائیگی الگ سے کرنا ضروری ہے(۲)۔

زکوٰۃ کا معنیٰ

لغت میں ''زکوٰۃ'' پاکیزگی اور بڑھنے کو کہتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرنے سے آدمی کے مال میں پاکیزگی، اضافہ اور برکت پیدا ہو جاتی ہے (۳)۔

اور شریعت میں ''زکوٰۃ'' اس مخصوص مال کو کہا جاتا ہے جس کا زکوٰۃ کے مستحق آدمی کو مالک بنا دیا جاتا ہے(۴)۔

---

(۱) صحیح بخاری(۱:۱۸۸)　(۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل(۳:۳۸۷)

(۳) سنن ابن ماجہ(ص:۱۲۸)(۴) عالمگیری(۱:۱۷۰)

زکوٰۃ کس پر فرض ہے

زکوٰۃ ہر اس عاقل، آزاد، بالغ مسلمان پر فرض ہے، جس کے پاس ''ضرورت سے زائد'' نصابِ زکوٰۃ موجود ہو، اور اس پر سال گذر جائے۔

وہ بالغ مسلمان خواہ مرد ہو، یا عورت، شادی شدہ ہو، یا نہ ہو، بوڑھا ہو، یا جوان، اگر اس کی ملکیت میں اس قدر مال ہو، جو نصاب کے برابر ہو، تو پھر اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پورے گھرانے میں سے اگر ایک آدمی زکوٰۃ ادا کردے، تو سب کی طرف سے گویا زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، اگرچہ گھر کے دوسرے افراد بھی صاحب نصاب کیوں نہ ہوں، یہ غلط طریقہ ہے، ہر شخص اپنی زکوٰۃ کا خود ذمہ دار ہے، اسے اپنی زکوٰۃ کا حساب خود کرنا شرعاً ضروری ہے۔

ہمارے معاشرے میں عموماً شادی کے جہیز میں سونا، چاندی اور نقد رقم والدین اپنی اولاد کے لئے جمع کرتے رہتے ہیں، جن پر اکثر اوقات زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، لیکن اس طرف کسی کا خیال تک نہیں جاتا، یہ مسلم معاشرہ کی ایک عام غلط فہمی ہے، جو بالکل درست نہیں ہے، لہٰذا اگر جہیز میں ایسی چیزیں ہوں، جن پر زکوٰۃ فرض ہے، تو ان کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

نصابِ زکوٰۃ

مال کی وہ خاص مقدار جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، اسے نصابِ زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔

زکوٰۃ کا نصاب پانچ چیزیں ہیں

(۱) سونا، جبکہ ساڑھے سات تولے (۸۷،۴۷۹ گرام) یا اس سے زیادہ ہو۔

سونے کا یہ نصاب اس وقت معتبر ہوتا ہے، جب اس کے پاس صرف سونا ہی

ہو،سونے کے علاوہ نہ تو اس کے پاس چاندی ہو، نہ مال تجارت ہو، اور نہ ہی نقد رقم ہو،لیکن اگران میں سے کوئی بھی چیز اس کے پاس موجود ہو، اگر چہ کم مقدار میں ہی ہو، تو پھر سونے کا نصاب معتبر نہیں ہوگا بلکہ چاندی کے نصاب کا اعتبار کیا جائے گا، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۲) چاندی، جبکہ ساڑھے باون تولہ (۶۱۲٫۳۵ گرام) یا اس سے زیادہ ہو۔

یہ ذہن میں رہے کہ سونا اور چاندی خواہ ذاتی استعمال کے لئے ہوں، یا تجارت اور کاروبار کے لئے، احناف کے ہاں دونوں صورتوں میں ان پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، جبکہ ان میں زکوٰۃ واجب ہونے کی شرائط پائی جائیں۔

(۳) ضرورت سے زائد کم از کم اتنی نقد رقم ہو، جسکی مالیت (۶۱۲٫۳۵ گرام) چاندی کے برابر یا اس سے زیادہ ہو، جو اس وقت تقریباً چھ ہزار روپیہ ہے، حالات کے اعتبار سے چاندی کے ریٹ میں فرق آتا رہتا ہے، اس لئے جب زکوٰۃ کا حساب کرنا ہو، تو چاندی کی قیمت مارکیٹ سے معلوم کر لی جائے، اور پھر اس کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کی جائے۔

(۴) مالِ تجارت، جبکہ اس کی مالیت (۶۱۲٫۳۵ گرام) چاندی کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔

مالِ تجارت سے وہ سامان مراد ہے جو تجارت اور کاروبار کی نیت سے خریدا جائے اور پھر یہی نیت برقرار بھی رہے، لیکن اگر خریدتے وقت تجارت کی نیت نہ ہو یا خریدنے کے بعد تجارت کی نیت باقی نہ رہے تو پھر ان صورتوں میں اس چیز پر زکوٰۃ نہیں ہوگی کیونکہ اب وہ مال تجارت نہیں ہے۔

مثلاً ایک شخص نے کاروباری نیت سے پلاٹ خریدا، تو اب یہ چونکہ مال تجارت

ہے، اس لئے اس پر زکوٰۃ ہوگی، سال کے بعد مارکیٹ میں جو اس کا ریٹ ہوگا اس کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی، لیکن اگر پلاٹ کو ذاتی ضرورت کے لئے خریدا جائے، یا خریدتے وقت کچھ بھی نیت نہیں تھی تو پھر اس پلاٹ پر زکوٰۃ نہیں ہوگی، اس صورت میں یہ مال تجارت نہیں ہوگا۔

(۵) مخلوط نصاب: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس تھوڑا سا سونا، کچھ چاندی، کچھ نقد روپے اور کچھ مالِ تجارت ہے اور ان کی مجموعی مالیت (۶۱۲٫۳۵ گرام) چاندی کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو پھر اس پر زکوٰۃ فرض ہے، اسی طرح اگر کچھ سونا اور کچھ چاندی ہے یا کچھ سونا اور نقد روپیہ ہے یا کچھ چاندی اور کچھ مالِ تجارت، تب بھی ان کو ملا کر دیکھا جائیگا کہ ان کی مالیت (۶۱۲٫۳۵ گرام) چاندی کے برابر پہنچتی ہے یا نہیں؟ اگر اس مقدار کو پہنچ جائے تو پھر زکوٰۃ واجب ہوگی، ورنہ نہیں۔

غرض سونا، چاندی، نقدی اور مالِ تجارت میں سے کم از کم دو چیزوں کی مالیت جب چاندی کے نصاب کے برابر ہو جائے، تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، اور اگر چاندی کے نصاب کو نہ پہنچے تو پھر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی (۱)۔

زکوٰۃ کس حساب سے ادا کی جائے گی

نصاب زکوٰۃ پر جب سال گذر جائے تو جتنے مال پر زکوٰۃ واجب ہو، اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا واجب ہے، مثلاً چالیس ہزار ہے، تو اس کا چالیسواں حصہ یعنی ایک ہزار زکوٰۃ میں دینا ضروری ہے، ایک لاکھ ہے، تو اڑھائی فیصد کے حساب سے ر ۲۵۰۰ روپے زکوٰۃ میں دیئے جائیں گے (۲)۔

---

(۱) شامی (۲:۳۰۳) عالمگیری (۱:۱۷۹) (۲) شامی (۲:۲۵۷)

قرض پر زکوٰۃ کا مسئلہ

زکوٰۃ کا جب حساب کیا جائے تو یہ دیکھا جائے کہ اس پر قرض ہے یا نہیں؟ اگر تو اس پر قرض واجب ہو، تو اسے اصل رقم سے نکال کر بقیہ مال پر زکوٰۃ فرض ہوگی، بشرطیکہ بقیہ مال، زکوٰۃ کے نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔

اور جو رقم اس شخص نے کسی دوسرے سے وصول کرنی ہو، اور اس کا ملنا یقینی ہو، تو اگر اس پر زکوٰۃ فرض ہونیکی شرائط پائی جائیں تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگی، البتہ اس کے لئے یہ سہولت ہے کہ چاہے تو اس رقم کی ہر سال ہی زکوٰۃ ادا کرتا رہے اور چاہے تو گذشتہ تمام سالوں کی اکٹھی ادا کردے جب وہ قرض اسے وصول ہو جائے، البتہ بہتر یہی ہے کہ ہر سال اس رقم کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے، تاکہ کوئی فرض انساں کے ذمے باقی نہ رہے(۱)۔

تجارتی قرضوں کا حکم

فقہی مسئلہ یہ ہے کہ کسی پر قرض واجب ہو تو اسے منہا کر کے بقیہ مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، مگر یہ بات آج کل بہت قابل غور ہے کہ اکثر بڑے بڑے سرمایہ داروں نے بنکوں اور مالیاتی اداروں سے اتنے قرض لے رکھے ہوتے ہیں کہ ان کے قرضے ان کے قابل زکوٰۃ سرمائے سے عموماً بڑھ جاتے ہیں، اس مسئلے کے بارے میں موجودہ دور کے محقق حضرات نے یہ تفصیل بیان فرمائی ہے:

کہ یہ دیکھا جائے کہ تجارتی قرض لے کر کہاں صرف کیا گیا ہے، اگر اس کے ذریعے ایسی اشیاء خریدی گئیں جو خود قابل زکوٰۃ ہیں، تو یہ قرض مستثنٰی کیا جائے گا، قرض کو

---

(۱) شامی (۲:۳۰۵)

نکال کر جو رقم باقی بچ جائے گی اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر تجارتی قرض سے ایسی چیزیں خریدی گئیں، جن پر شرعاً زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی تو پھر یہ قرضے مستثنیٰ نہیں ہونگے، بلکہ ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی مثلاً ایک تاجر نے کسی مالیاتی ادارے سے -/50 لاکھ روپے قرض لئے، تاکہ اس سے دھاگے اور کپڑے کی ایک فیکٹری شروع کی جائے، اب اگر تاجر نے تجارتی قرض سے مصنوعات کی تیاری کے لئے خام مال خریدا ہو، تو پھر اس قرض پر زکوٰۃ نہیں آئے گی، وہ خریدا ہوا خام مال چونکہ ''مال تجارت'' ہے اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی، لیکن اگر تاجر نے اس تجارتی قرضے سے مثلاً فیکٹری کی زمین یا اس کی مشینری خریدی ہو تو چونکہ ان چیزوں پر شرعاً زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، اس لئے اس صورت میں تجارتی قرض کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے شامل کر کے سارے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہوگا (۱)۔

یہ حکم صرف بڑے تجارتی قرضوں سے متعلق ہے، عام قرضوں کا حکم اس سے پہلے گذر چکا ہے

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ

''پراویڈنٹ فنڈ'' سے وہ رقم مراد ہے جو حکومت اپنے ملازمین کی تنخواہ سے ہر ماہ کچھ کاٹتی رہتی ہے، اور ملازم جب ریٹائرڈ یا اس کی موت ہو جائے، تو وہ رقم اضافے کے ساتھ بطور انعام کے اس ملازم کو دی جاتی ہے، اور شرعاً وہ رقم اور اس پر اضافہ دونوں کا لینا حلال ہے، یہ اضافہ سود نہیں ہے، اس رقم کا مالک تو خود ملازم ہوتا ہے لیکن دوران ملازمت وہ اس رقم میں اپنی خواہش کے مطابق تصرف نہیں کر سکتا، اب سوال یہ ہے کہ اس فنڈ پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

---

(۱) اسلام اور جدید معیشت وتجارت (ص:۹۴)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ جب تک وصول نہ ہو، اس وقت تک اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، اور جب وہ فنڈ ملازم کو مل جائے تو بھی گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ اس پر فرض نہیں، اور آئندہ زکوٰۃ فرض ہونے کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ:

اگر یہ شخص پہلے سے صاحب نصاب ہو، تو اس نصاب پر جب سال پورا ہوگا، تو اس کے ساتھ اس فنڈ کو بھی شامل کیا جائے گا، اور سب مال پر زکوٰۃ فرض ہوگی، اور اگر وہ شخص پہلے سے صاحب نصاب نہ ہو، مگر پراویڈنٹ کی رقم ملنے سے وہ صاحب نصاب ہو گیا ہے تو قمری مہینے کی جس تاریخ میں یہ رقم ملی ہے، سال کے بعد اگر دوبارہ اسی تاریخ میں نصاب کے برابر یا اس سے زائد اس کے پاس رقم موجود ہو، تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، ورنہ نہیں (۱)۔

بنک میں زکوٰۃ کی کٹوتی کا حکم

جو رقم بنک میں ہو، خواہ کسی بھی اکاونٹ میں جمع ہو، سال کے بعد اگر بنک اس میں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کرے تو اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، پھر بنک ہولڈر پر الگ سے زکوٰۃ دینا ضروری نہیں ہے، تاہم بہتر یہی ہے کہ بنک کو زکوٰۃ دینے کا اختیار نہ دیا جائے، بلکہ ہر شخص اپنے مال کی زکوٰۃ خود ادا کرے، تاکہ اس فنڈ کو اس کے صحیح مصرف تک پہنچایا جا سکے (۲)۔

سونے چاندی کے مصنوعی اعضاء پر زکوٰۃ کا حکم

بعض دفعہ کسی خاص مصلحت کے پیشِ نظر سونے چاندی کے مصنوعی (بناوٹی) اعضاء کا استعمال کیا جاتا ہے، جیسے ناک، دانت، کھوکھلے دانتوں کو سونے یا چاندی سے

---

(۱) جدید فقہی مسائل (۱:۱۰۹)، احسن الفتاوی (۷:۳۷) (۲) احسن الفتاوی (۴:۳۲۴)

بھرنا، سونے کی تاروں سے دانت کو باندھنا وغیرہ، ان میں بعض کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ ان کو آسانی سے نکالا جاسکتا ہے، ان کو رکھا ہی اس طرح جاتا ہے کہ جب دل چاہا ان کو لگادیا اور ضرورت نہ ہو تو نکال لیا، جبکہ دیگر بعض اعضاء میں یہ چیزیں اس طرح فٹ کی جاتی ہیں کہ ان کو آسانی سے نہیں نکالا جاسکتا بلکہ وہ مستقل طور پر لگادی جاتی ہیں، ان کا شرعی حکم یہ ہے کہ جو اعضاء آسانی سے نکالے جاسکتے ہیں، مثلاً ناک ......ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی، اور جو اعضاء مستقل طور پر لگادیئے جائیں، تو وہ چونکہ انسانی جسم کا ایک ایسا عضو بن چکے ہیں جنہیں آسانی سے الگ کرنا ممکن نہیں رہا، گویا اب وہ انسان کی بنیادی ضروریات میں داخل ہوگئے ہیں، تو جس طرح انسان کے اصل اعضاء پر زکوٰۃ نہیں ہے، اسی طرح ان پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی (۱)۔

کن چیزوں پر زکوٰۃ نہیں

مندرجہ ذیل چیزوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے:

(۱) جو چیزیں انسان کی فی الحال ان ''ضروریات'' میں سے ہوں، جن کے بغیر زندگی گذارنا اس کے لئے دشوار ہو، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، جیسے اشیاء خورد ونوش، رہائش کا مکان، ذاتی استعمال کے لئے گاڑی، اگرچہ ایک سے زائد ہو، گھریلو ساز وسامان جو سونے چاندی کا نہ ہو، فرنیچرز اور استعمال کے کپڑے اور گدے وغیرہ۔

(۲) مشینری، جس سے سامان تیار کیا جاتا ہو، یا وہ مشینری جس سے روڈ بنائے جاتے ہیں، اور کھدائی وغیرہ کی جاتی ہے، اور وہ آلات واوزار، جن سے آدمی کام کر کے کماتا ہے، اور مختلف چیزوں کی مرمت کرتا ہے، ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

---

(۱) امداد الفتاوی (۲:۴۹) جدید فقہی مسائل (۱:۱۱۲)

ہاں مشینری سے جو مال تیار ہوگا، وہ چونکہ مال تجارت ہے، اسلئے اسپر زکوۃ فرض ہوگی جبکہ اس میں وجوب زکوۃ کی شرائط پائی جائیں اسی طرح آلات واوزار سے جو آمدن حاصل ہو، وہ اگر ضرورت سے زائد بقدر نصاب ہو اور اس پر سال گذر جائے تو اس پر زکوۃ ہوگی۔

لیکن اگر مشینری اور آلات واوزار کی خرید وفروخت کا کاروبار ہو تو پھر ان پر زکوۃ واجب ہوگی، کیونکہ اب یہ مال تجارت ہیں۔

(۳) جو چیزیں کرائے پر لگادی جائیں، خواہ ٹیکسی، بس، ٹرک اور ٹوٹا ہائی ایس ہو، یا مکان اور کوٹھی ہو، یا دوکان، ہوٹل اور پلازہ ہو، ایک ہی چیز کرائے پر ہو یا کئی، بہر حال ان چیزوں پر شرعاً زکوۃ واجب نہیں ہے، لیکن ان سے جو آمدن ہوگی، اس پر زکوۃ واجب ہوگی اگر اس میں زکوۃ واجب ہونے کی شرائط پائی جائیں۔

(۴) جو پلاٹس اور دوکانیں کاروباری نیت سے نہیں بلکہ ذاتی استعمال یا اولاد کے لئے خریدی جائیں، ان پر زکوۃ فرض نہیں ہے اگر چہ ان کی تعداد زیادہ ہو، بعد میں اگر ان میں سے کسی چیز کو فروخت کر دیا، تو اس کی قیمت پر زکوۃ لازم ہوگی جبکہ زکوۃ واجب ہونے کی شرائط پائی جائیں (۱)۔

(۵) اگر کسی شخص کے پاس سارا مال خالص حرام ہو تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے، ایسے مال کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا مالک معلوم ہو تو یہ مال اسے دینا ضروری ہوگا، اگر مالک معلوم نہ ہو تو پھر یہ مال غرباء اور مساکین پر ثواب کی نیت کے بغیر صدقہ کرنا واجب ہے، اور اگر مال حلال اور حرام مخلوط اور مکس ہو تو اس سے اندازہ لگا کر حرام مال الگ کرلیا جائے، بقیہ حلال مال اگر بقدرِ نصاب ہے تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں (۲)۔

(۶) گھر میں ضرورت سے زائد ایسا سامان، جو سال میں ایک دفعہ بھی استعمال میں نہ

---

(۱) شامی (۲:۲۶۵) (۲) احسن الفتاوی (۴:۲۷۹) شامی (۲:۲۹۱)

آئے، عموماً اولاد کی شادی کے لئے والدین سامان جمع کرتے رہتے ہیں فرنیچرز، برتن وغیرہ، اس قسم کی کسی چیز پر کوئی زکوٰۃ لازم نہیں ہے، ہاں اگر سونا چاندی ہو، تو اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی (۱)۔

دوکان کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے

دوکان اور جنرل سٹور...... کی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس دوکان یا سٹور میں جتنا سامان موجود ہو اس سب کی ''ہول سیل قیمت'' لگائی جائے، اور اگر کہیں سے رقم لینی ہو تو اسے بھی شامل کیا جائے، جتنی رقم ہو جائے، اس کا چالیسواں حصہ یعنی اڑہائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ دینا ضروری ہے، دوکان کی عمارت، استعمال کے لئے رکھے ہوئے فرنیچرز اور الماریوں پر زکوٰۃ نہیں ہے (۲)۔

زکوٰۃ کا سال شمار کرنے کا اصول

زکوٰۃ میں اسلامی (قمری) سال کا اعتبار ہوتا ہے، سن عیسوی سے حساب کرنا درست نہیں ہے، اور زکوٰۃ کے وجوب یا اس کی ادائیگی کے لئے قمری سال کا کوئی مہینہ شرعاً مختص نہیں ہے، لوگوں کا یہ خیال کہ زکوٰۃ کا سال رمضان سے شروع ہوتا ہے، یا بعض لوگ رجب کو ''زکوٰۃ کا مہینہ'' سمجھتے ہیں، بالکل غلط اور بے اصل ہے۔

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی سال کے کسی بھی مہینے کی جس تاریخ کو کوئی شخص زکوٰۃ کے نصاب کا مالک ہو جائے، ایک سال گذرنے کے بعد اسی تاریخ کو، اگر اس کے پاس نصاب موجود ہو، تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، خواہ وہ محرم کا مہینہ ہو یا رمضان کا، یا اور کوئی، اور سال کے دوران جو رقم اس کو حاصل ہوگی، اسے بھی نصاب میں شامل کیا جائے گا،

---

(۱) شامی (۲:۲۶۷) (۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۳:۴۱۱) فقہی مقالات (۳:۱۵۰)

لہذا سال پورا ہونے کے بعد جب اصل نصاب کی زکوٰۃ فرض ہوگی، تو اس کے ساتھ ہی دوران سال حاصل ہونے والی رقم پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگی (۱)۔

مصارفِ زکوٰۃ

جن لوگوں کو شرعاً زکوٰۃ دینا جائز ہے، انہیں ''مصارفِ زکوٰۃ'' کہا جاتا ہے، جن میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے:

(۱) فقیر: یہ وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال ہو، لیکن نصاب سے کم ہو۔

(۲) مسکین: یہ وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

(۳) مقروض: جس کے ذمے لوگوں کا قرض ہو، اور اسے وہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو، اور اس کے پاس بقدر نصاب کوئی مال بھی نہ ہو۔

(۴) فی سبیل اللہ: وہ لوگ جو راہ خدا میں ہیں، اور وہ محتاج بھی ہیں جیسے دینی طلبہ اور مجاہدین اسلام۔

(۵) ابن السبیل: وہ مسافر، جو سفر میں ہو اور اسے رقم کی ضرورت پڑ جائے اور اس کا اور کوئی ذریعہ نہ ہو، تو بقدرِ ضرورت اسے زکوٰۃ فنڈ سے دینا جائز ہے (۲)۔

بہترین مصارفِ زکوٰۃ

زکوٰۃ کے سب سے زیادہ حقدار قریبی رشتہ دار ہیں مثلاً بھائی بھتیجے، بھتیجیاں، بہن، بہنوئی، بھانجے، بھانجیاں، چچا، چچی، خالہ، خالو، پھوپھی، پھوپھا، ماموں، ممانی،

---

(۱) ہدایہ (۱:۱۹۳)   (۲) عالمگیری (۱:۱۸۸)

ساس، سسر، داماد، سوتیلے باپ، سوتیلی ماں، وغیرہ یا ان کے علاوہ اور کوئی قریبی عزیز ہوں ،ان میں سے جو بھی مستحقِ زکوٰۃ ہو، اسے دینے میں دہرا ثواب ملے گا، ایک زکوٰۃ دینے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا، ان کے بعد دوستوں اور پڑوسیوں میں سے جو مستحق ہو، اسے دینا بہتر ہے، پھر جسے دینے میں دینی نفع زیادہ ہو، مثلاً دینی طلبہ اور مجاہدین وغیرہ (۱)۔

کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے

مندرجہ ذیل لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے:

(۱) مالدار: یعنی جن کے پاس بقدر نصاب مال ہو اور اس پر خود زکوٰۃ فرض ہو۔

(۲) وہ شخص جس کے پاس ضرورت سے زیادہ سامان اور اشیاء ہوں جیسے عموماً گھر میں فرنیچر اور برتن وغیرہ ہوتے ہیں، جو سال میں ایک دفعہ بھی استعمال میں نہیں آتے، اسی طرح تین جوڑے کپڑے سے زائد لباس، ریڈیو، ٹیلیویژن اور ڈش جیسی خرافات بھی انسانی حاجات میں داخل نہیں ہیں، اس لئے ان کی قیمت کا بھی حساب کیا جائے گا، اگر ضرورت سے زائد سامان وغیرہ کی قیمت ۶۱۲،۳۵ گرام چاندی کے برابر یا اس سے زیادہ ہو جائے تو پھر اس کے لئے مالِ زکوٰۃ لینا یا اسے دینا جائز نہیں ہے، البتہ ان چیزوں کی وجہ سے خود اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی (۲)۔

(۳) سید اور اولاد ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، اولاد ہاشم سے حضرت حارث، جعفر، عقیل، عباس اور حضرت علی کی اولاد مراد ہے۔

(۴) اپنے والدین دادا، دادی، نانا، نانی چاہے اور اوپر کے ہوں۔

(۵) اپنی اولاد بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں اور نواسے وغیرہ۔

---

(۱) شامی (۲:۳۴۶) (۲) احسن الفتاوی (۴:۲۷۹) شامی (۲:۳۱۲)

(۶) غیر مسلم۔

(۷) مالدار آدمی کی نابالغ اولاد۔

(۸) شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو زکوۃ نہیں دے سکتی (۱)۔

احکام عشر

زمین سے جو پیداوار حاصل ہو، اس میں سے کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیا جاتا ہے، اسے ''عشر'' کہا جاتا ہے، قرآن وحدیث میں اسے مستقل عنوان سے ذکر کیا گیا ہے، اس کے احکام روپے، پیسے اور سامانِ تجارت سے مختلف ہیں، عشر کے چند ضروری مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

عشر کن لوگوں پر فرض ہے

عشر ہر اس مسلمان پر فرض ہے جس کی زمین سے پیداوار حاصل ہو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ، عاقل ہو یا پاگل۔

زمین کی پیداوار میں عموم ہے

زمین کی پیداوار میں ہر وہ چیز شامل ہے جو زمین سے اگتی ہے، اور اس سے آدمی فائدہ حاصل کرتا ہے، خواہ وہ غلہ اور پھل ہوں یا میوہ جات ہوں اور خواہ وہ سبزی ہو جیسے گیہوں، چنا...... آم کیلا...... چھوہارے بادام...... اور آلو بینگن...... (۲)۔

عشر کی مقدار

پیداوار کا جو حصہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں دینا ضروری ہوتا ہے، اس کی دو

---

(۱) شامی (۲:۳۴۶) فتاویٰ ھندیہ (۱:۱۸۸) (۲) عالمگیری (۱:۱۸۶)

صورتیں ہیں:

(۱) عشر (دسواں حصہ ۱/۱۰) اگر زمین بارانی ہو کہ بارش کے پانی سے سیراب ہوتی ہے، یا بغیر پانی لگائے ہی پیداوار حاصل ہو جائے، تو اس طرح کی زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ (۱/۱۰) اللہ تعالیٰ کے راستے میں دینا واجب ہے۔

(۲) نصف عشر (بیسواں حصہ ۱/۲۰) اگر زمین کو خود سیراب کیا جاتا ہو، یا اس پر ٹریکٹر اور کھاد وغیرہ کے اخراجات آتے ہوں، تو ایسی زمین کی پیداوار میں نصف عشر یعنی پیداوار کا (بیسواں حصہ ۱/۲۰) دینا شرعاً ضروری ہوگا، اخراجات کو وضع نہیں کیا جائے گا، بلکہ پوری پیداوار کا بیسواں حصہ ادا کرنا ہوگا (۱)۔

زمین کو بٹائی اور ٹھیکہ پر دینے کا حکم

اگر کوئی شخص اپنی زمین کو بٹائی پر دیدے تو جو پیداوار ہر حصے دار کو ملے گی، اسے اپنے حصے کا الگ الگ عشر دینا ہوگا، اور اگر مجموعی پیداوار سے اکٹھا ہی پورے غلہ کا عشر نکال کر، بقیہ آپس میں تقسیم کرلیں، تو یہ بھی جائز ہے۔

اور اگر کھیت ٹھیکہ پر ہو خواہ یہ نقد پر ہو یا غلہ پر، عشر بہر حال کسان کے ذمہ ہوگا (۲)۔

عشر کے چند مسائل

(۱) جس قدر پیداوار ہو، اخراجات نکالے بغیر، اس کا عشر (۱/۱۰) یا نصف عشر (۱/۲۰) دینا واجب ہے۔

(۲) عشر میں پیداوار دی جائے یا اس کی قیمت، دونوں صورتیں جائز ہیں۔

(۳) اگر کسی نے گھر میں کوئی درخت لگایا ہے اور اس سے پھل پیدا ہوتے ہیں، یا گھر کے

---

(۱) شامی (۲:۳۲۸) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۳:۴۱۱) (۲) شامی (۲:۳۳۵)

صحن میں سبزی وغیرہ لگائی ہے، تو اس میں عشر نہیں ہے۔

(۴) عشر کے وجوب کے لئے پیداوار کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے، بلکہ جو کچھ پیدا ہو، جتنا پیدا ہو، اور جب پیدا ہو اس میں سے عشر نکالنا چاہیئے، اس پیداوار پر سال گذرنا بھی شرط نہیں ہے، جیسے ہی کوئی پیداوار حاصل ہو، استعمال کرنے سے پہلے اس کا عشر یا نصف عشر نکالنا ضروری ہے۔

(۵) عشر کے وجوب کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں ہے، لہذا اگر کسی نابالغ کی زمین سے کوئی پیداوار ہو تو اس کا بھی عشر دینا ضروری ہے۔

(٦) عشر انہی لوگوں کو دینا جائز ہے، جن کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے (۱)۔

صدقہ فطر

''فطر'' کے معنیٰ ''روزہ افطار کرنے اور کھولنے کے ہیں'' رمضان کے روزوں سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے مسلمان بندوں پر ایک صدقہ لازم کیا ہے، جسے ''صدقۂ فطر'' کہا جاتا ہے۔

صدقہ فطر واجب ہونے کا نصاب

یکم شوال یعنی عید الفطر کی صبح صادق کے وقت جو مسلمان زندہ ہو، اور ضرورت سے زائد ایسے نصاب کا مالک ہو، جس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے، یا اس کے گھر میں روزمرہ استعمال کی چیزوں سے زائد ایسا سامان ہو، جو ساڑھے باون تولہ چاندی (٦١٢،٣۵ گرام) کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ ہو، تو پھر اس پر صدقہ فطر واجب

---

(۱) شامی (۲:۲٦ ۲،۳۴۰)

ہے، خواہ اس نے رمضان کے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

''ضرورت'' سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے بغیر انسان کا گذر نہ ہو سکے، لہذا تین جوڑوں سے زائد لباس، ریڈیو، ڈش اور ٹی وی...... جیسی خرافات انسانی ضروریات میں داخل نہیں ہیں، اس لئے ان کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائیگی۔

زکوٰۃ اور صدقہ فطر دونوں کے وجوب کے لئے نصاب شرط ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب پر سال گزرنا شرط ہے اور صدقہ فطر کے نصاب پر سال گذرنا شرط نہیں ہے، اگر اسی روز بھی کوئی شخص نصاب کا مالک ہو جائے، تب بھی اس پر صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔

صدقہ فطر کن لوگوں کی طرف سے دینا واجب ہے

جو شخص صاحب نصاب ہو، اس کو اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب ہے، اور اگر نابالغ اولاد کا اپنا مال ہو، تو پھر صدقہ فطر اس میں سے ادا کیا جائے (۱)۔

صدقہ فطر کا وجوب ہر صاحب نصاب پر مستقل طور پر ہوتا ہے، لہذا اس کی ادائیگی کی فکر بھی ہر ایک کو خود کرنی ہوگی چنانچہ بیوی کے پاس اگر نصاب کے بقدر مالیت موجود ہو، تو اس کو خود صدقہ فطر دینا چاہیئے، شوہر پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے، ہاں اگر وہ ادا کردے تو اس کی بیوی کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔

اور جو شخص عید کے دن صبح صادق سے پہلے فوت ہو جائے اور جو بچہ صبح صادق

---

(۱) شامی (۲: ۳۶۱)

کے بعد پیدا ہو، ان کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہے، ہاں جو بچہ عید کی رات صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے پیدا ہو، تو اس کا صدقہ فطر دینا ضروری ہوگا (۱)۔

صدقہ فطر ادا کرنے کا بہترین وقت

عید کے دن نماز عید کو جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دینا بہتر ہے، لیکن اگر پہلے ادا نہیں کیا، تو بعد میں بھی ادا کرنا لازم ہے، اور جب تک ادا نہیں کرے گا، اس کے ذمہ واجب رہے گا، اور اگر وقت سے پہلے رمضان شریف میں ہی دیدے، تب بھی جائز ہے بلکہ افضل ہے (۲)۔

صدقہ فطر کی مقدار

صدقہ فطر ہر شخص کی طرف سے پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت واجب ہے، اس کی قیمت کے بقدر اور کوئی چیز بھی دی جاسکتی ہے (۳)۔

جب صدقہ فطر دینے کا وقت آجائے تو مارکیٹ سے گندم کی قیمت معلوم کر لی جائے یا اس علاقے کے کسی مستند عالم دین سے دریافت کرلیا جائے۔

صدقہ فطر کے مصارف

جو آدمی زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے اسے فطرہ دینا بھی جائز ہے، یہ رقم ایک ہی محتاج فقیر کو دی جائے یا کئی فقیروں میں اسے تقسیم کیا جائے، دونوں طرح جائز ہے، لیکن یہ رقم مالدار کو دینا یا کسی کو تنخواہ کے طور پر دینا جائز نہیں ہے، یہ جو بعض علاقوں میں عید کے موقع پر مسجد کے مؤذن، امام اور خادم کو صدقہ فطر دینے کا رواج ہے، اس کی تحقیق کئے بغیر کہ وہ اس کا مستحق بھی ہے یا نہیں؟ بالکل درست نہیں ہے، پہلے تحقیق کرنی چاہیئے اور پھر اسے صدقہ فطر دینا چاہئے۔

---

(۱) عالمگیری (۱۹۲:۱) شامی (۳۶۲:۲) (۲) ہندیہ (۱۹۲:۱) (۳) شامی (۳۶۶:۲)

روزہ کا بیان

روزہ کو عربی میں ''صوم'' کہتے ہیں، صوم کے معنی بات چیت یا کھانے پینے سے رک جانے کے ہیں، اور شریعت میں: صبح صادق سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت سے کھانے پینے اور روزہ توڑنے والے تمام کاموں سے بچنے کو صوم اور روزہ کہا جاتا ہے (۱)۔

روزہ کے مسائل سے پہلے رمضان اور روزے کے کچھ فضائل درج کیے جاتے ہیں:

فضائلِ رمضان

قرآن وحدیث میں ماہ رمضان کے بہت فضائل اور برکات منقول ہیں، ذیل میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر رمضان کا مہینہ آ گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا روزہ تم پر فرض کیا ہے، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں، اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو شخص اس کی خیر سے محروم رہا تو وہ محروم ہی رہا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر دیئے جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا، اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اس کا کوئی دروازہ بند نہیں رہتا اور ایک منادی

---

(۱) عالمگیری (۱:۱۹۴)

(فرشتہ) اعلان کرتا ہے کہ اے خیر کے تلاش کرنے والے، آگے بڑھ اور اے شر کے تلاش کرنے والے، رک جا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے، اور یہ رمضان کی ہر رات میں ہوتا ہے۔

(۳) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطبہ دیا، اس میں آپ نے فرمایا، اے لوگو! تم پر ایک بڑی عظمت اور برکت والا مہینہ آ رہا ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے (شب قدر) جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس مہینے کے روزے فرض کئے ہیں، اور اس میں قیام (تراویح) کو نفل (سنت مؤکدہ) قرار دیا ہے، جو شخص اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی نزدیکی حاصل کرنے کیلئے کوئی نفل عبادت کرے گا تو اس کو دوسرے زمانے کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا، اور اس میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا، یہ صبر کا مہینہ ہے، اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے، اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے، جس نے اس مہینے میں کسی روزے دار کو افطار کرایا، تو یہ اس کے لئے گناہوں کی بخشش اور دوزخ کی آگ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو بھی روزے دار کے برابر ثواب ملے گا، مگر روزے دار کے ثواب میں ذرا بھی کمی نہ ہوگی، ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائیں گے جو دودھ کی تھوڑی سی لسّی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزے دار کا روزہ افطار کرا دے، اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلایا، پلایا، اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (کوثر) سے ایسا سیراب کریں گے، جس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا، یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

یہ ایسا مہینہ ہے کہ جس کا پہلا حصہ (ابتدائی دس دن) رحمت، درمیانہ حصہ بخشش اور آخری حصہ (عشرہ) دوزخ سے آزادی کا ہے، اور جس نے اس مہینے میں اپنے غلام (اور ماتحت ملازم) کا کام ہلکا کیا، اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائیں گے، اور اسے دوزخ سے آزاد کردیں گے (۱)۔

روزہ کی فضیلت اور اس کا صلہ

یوں تو ماہ رمضان کا ہر لمحہ ہی خیر و برکت اور گناہوں کی معافی اور قربِ الٰہی کا سنہری موقع ہے، مگر جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر، رمضان کا روزہ رکھے، اس کے تمام آداب اور شروط کے ساتھ، تو اس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے عظیم الشان انعامات ذکر فرمائے ہیں، چند احادیث کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

۱)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ایمانی جذبے اور ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے گذشتہ صغیرہ گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے (۲)۔

۲)......اور فرمایا: آدمی جو نیک عمل کرتا ہے تو وہ نیکی دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، مگر روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے، کیوں کہ روزہ میرے لئے ہے، اور میں خود ہی اس کا (بے حد و حساب) بدلہ دوں گا، اس لئے کہ روزہ دار اپنی خواہش اور کھانے پینے کو محض میری رضا کی خاطر چھوڑتا ہے، اس کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت ہوتی ہے، اور دوسری خوشی اپنے رب سے (قیامت کے دن) ملاقات میں ہوگی، اور روزہ دار کے منہ کی بو (جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے ہوتی

---

(۱) مشکوٰۃ (۱:۱۷۳، ۱۷۴) (۲) مشکوٰۃ (۱:۱۷۳)

ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار ہے (۱)۔

۳)...... حضرت سہل وسعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے دروازوں میں ایک خاص دروازہ ہے، جسے "بابُ الرّیان" کہا جاتا ہے، قیامت کے دن اس دروازے سے صرف روزہ داروں کا داخلہ ہوگا، ان کے علاوہ دوسرا کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہو سکے گا، اس دن پکارا جائے گا کہ وہ بندے کہاں ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے لئے روزے رکھا کرتے تھے، وہ اس نداء پر اٹھیں گے، اور اس دروازے سے داخل ہوں گے، جب یہ داخل ہو جائیں گے، تو پھر اس دروازے کو بند کر دیا جائے گا (۲)۔

رمضان کا ایک روزہ چھوڑنے کا نقصان

جو شخص شرعی عذر اور رخصت کے بغیر رمضان کا ایک روزہ بھی دانستہ چھوڑ دے تو وہ اس محرومی کا ازالہ ساری عمر کے نفلی روزوں سے بھی نہیں کر سکتا۔

اگرچہ فقہی مسئلہ کے اعتبار سے ایک روزہ کی قضا ایک ہی دن کا روزہ ہے، لیکن اس سے وہ برکات حاصل نہیں ہو سکتیں جو رمضان میں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں صراحۃً حدیث منقول ہے (۳)۔

روزہ کا حکم

ماہ رمضان کے روزے ہر عاقل، بالغ، مقیم اور تندرست مسلمان مرد وعورت پر فرض ہیں، کسی شرعی عذر کے بغیر ان کو چھوڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔

روزہ کی نیت

دل کے ارادے کو نیت کہتے ہیں، زبان سے چاہے کچھ کہا جائے یا نہ کہا جائے،

---

(۱) بخاری (۱:۲۵۴) (۲) مسلم (۱:۳۶۴) (۳) (ترمذی (۱:۱۵۴) ابوداؤد (۱:۳۳۳)

روزے کے لئے نیت شرط ہے، نیت یوں کرے کہ ''میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے رمضان کا یہ روزہ رکھتا ہوں'' رمضان کے روزے کی نیت رات سے کرنا بہتر ہے، اور اگر رات میں نیت نہ کی ہو تو دن کو زوال سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے تک نیت کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ کچھ کھایا، پیا، نہ ہو (۱)۔

سحری کا حکم

روزہ رکھنے کی نیت سے جو کھانا صبح صادق سے پہلے کھایا جاتا ہے، اسے ''سحری'' کہا جاتا ہے، سحری کھانا سنت ہے، اور بہت ہی خیر وبرکت کا ذریعہ ہے، اس لئے اگر کبھی اس وقت کھانے کی خواہش کم ہو، یا بالکل ہی نہ ہو، تب بھی سنت کی نیت سے ضرور کچھ کھا پی لینا چاہئے (۲)۔

اگر کوئی شخص کسی وجہ سے سحری نہ کھا سکے، تو اسے بھی روزہ رکھنا ضروری ہے، محض اس وجہ سے روزہ نہ رکھنا کہ سحری نہیں کی، بہت بڑا گناہ ہے۔

نفلی روزوں کا بیان

نفس واخلاق کی اصلاح اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے، دوسری عبادتوں کی طرح، نفل روزے رکھنے کی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ترغیب دی ہے، اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کثرت سے نفل روزے رکھا کرتے تھے، البتہ اس میں اعتدال ضروری ہے، تاکہ اپنے نفس اور دوسروں کی حق تلفی نہ ہو، اور نوافل کا درجہ فرائض سے بڑھنے بھی نہ پائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

---

(۱) عالمگیری (۱:۱۹۵) (۲) ترمذی (۱:۱۵۰) ابن ماجہ (ص:۱۲۱)

''ہر چیز کی کچھ زکوٰۃ ہوتی ہے، اور جسمِ انسانی کی زکوٰۃ روزے ہیں'' (۱)

ذیل میں وہ روزے بیان کئے جاتے ہیں، جن کی حدیث میں خصوصی فضیلت بیان کی گئی ہے، اور جن کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص اہتمام فرمایا ہے:

۱)......شوال کے چھ روزے:

حدیث میں ان روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد اس نے شوال میں چھ روزے رکھے تو اس نے گویا ہمیشہ کے روزے رکھے'' (۲)

ان روزوں کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ عید کے دوسرے دن ہی سے شروع کئے جائیں، اور یہ بھی ضروری نہیں کہ مسلسل رکھے جائیں، پورے مہینے میں چھ روزے پورے کرنے ہیں خواہ لگاتار رکھے جائیں، یا علیحدہ علیحدہ، ہر صورت میں سنت ادا ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص شوال کے مہینے میں قضاء روزے رکھے تو اس سے شوال کے چھ روزوں کی فضیلت حاصل نہیں ہوتی، یہ فضیلت صرف نفلی روزوں سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ (۳)

۲) دسویں محرم کا روزہ

مکہ کے قریش اس دن خانہ کعبہ پر غلاف چڑھاتے اور روزہ رکھتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن روزہ رکھتے تھے، پھر جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آئے، تو دیکھا کہ یہود بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی، تو

---

(۱) ابن ماجہ (ص:۱۲۵) (۲) مسلم (۱:۳۶۹)، ابوداؤد (۱: ۳۳۰)

(۳) شامی (۲:۴۳۵) احسن الفتاویٰ (۴:۴۴۰)

اہل کتاب نے بتایا کہ: یہی دن تھا جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کے لشکر کو غرق کیا، اور بنی اسرائیل کو ان سے نجات بخشی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس احسان کا شکر ادا کرنے لئے روزہ رکھا، لہذا ہم بھی ان کی پیروی میں روزہ رکھتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ سے ہمارا تعلق زیادہ ہے، لہذا ہم زیادہ حقدار ہیں کہ اس دن روزہ رکھیں، چنانچہ آپ نے روزہ رکھا، اور امت کو بھی اس کی ترغیب دی ہے، اور ساتھ ہی اس بات کی تاکید کی ہے کہ دس محرم کے ساتھ نو، یا گیارہ محرم کا روزہ بھی رکھا جائے، تاکہ اس دن کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے اور یہود کے ساتھ مشابہت بھی نہ رہے(۱)۔

۳) ذی الحجہ کے ابتدائی نو روزے:

ان دنوں میں روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے، خصوصاً نو ذی الحجہ یعنی یوم عرفہ کا روزہ، بہت ہی اجر و ثواب اور خیر و برکت کا ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ یوم عرفہ کے روزے کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، آپ کا ارشاد گرامی ہے:

''دنوں میں سے کسی دن کی عبادت بھی اللہ کو اتنی پسند نہیں ہے، جتنی کہ ذی الحجہ کے ابتدائی عشرے کی، اس عشرے کے ہر دن کا روزہ، سال بھر کے روزں کے برابر ہے اور اس عشرے میں ہر رات کے نوافل کی وہی فضیلت ہے، جو شب قدر کے نوافل کی فضیلت ہے''

اور یوم عرفہ کے بارے میں آپ نے یوں فرمایا:

''میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ عرفہ کا روزہ، اس کے بعد والے سال اور پہلے والے سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا''(۲)

---

(۱) ابوداؤد(۱:۳۳۲) ابن ماجہ(ص:۱۲۴) (۲) جامع ترمذی(۱:۱۵۷)

لیکن یہ ذہن میں رہے کہ یوم عرفہ کا روزہ ان لوگوں کے لئے رکھنا افضل ہے، جو حج کی ادائیگی میں مشغول نہ ہوں، جو لوگ حج کی ادائیگی کے لئے عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں حاضر ہوں، تو ان کے لئے وہاں روزہ رکھنا منع ہے، تاکہ وہ صحیح طریقہ سے حج کے ارکان ادا کرسکیں (۱)۔

۴) ایام بیض کے روزے

ہر مہینے کی ۱۳\۱۴ اور ۱۵ تاریخ چونکہ چاندنی کے خاص ایام ہیں، اس لئے انہیں ''ایام بیض'' (روشن دن) کہتے ہیں، ان دنوں میں روزہ رکھنے کی بہت فضیلت آئی ہے، چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

''اے ابوذر! جب تم مہینے میں تین روزے رکھنے کا ارادہ کرو، تو تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخوں کے روزے رکھا کرو''

اور ابن ملحان کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایام بیض میں روزے رکھنے کی تاکید فرماتے تھے، اور فرماتے: یہ تین روزے رکھنا ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے'' (۲)۔

یہ چند نفلی روزوں کا ذکر ہوا ہے، اس کے علاوہ پیر اور جمعرات کے روزں کی بھی حدیث میں فضیلت آئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں میں اکثر و بیشتر روزہ رکھا کرتے تھے (۳)۔

واضح رہے کہ کوئی بھی نفلی عبادت، خواہ کتنی ہی فضیلت اور ثواب کی حامل ہو،

---

(۱) ابن ماجہ (ص: ۱۲۴) (۲) ترمذی (۱:۱۵۹) ابوداؤد (۱:۳۳۲) (۳) سنن ابن ماجہ (ص: ۱۲۴) مسلم (۱:۳۶۸)

اس سے فرائض اور واجبات کی ادائیگی ختم یا معاف نہیں ہو جاتی، ان کی ادائیگی بدستور برقرار رہتی ہے، البتہ ان نفلی روزوں سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور نزدیکی حاصل ہوتی ہے، جو بہر حال مومن کے لئے بہت ہی نفع بخش چیز ہے۔

روزہ کو توڑنے والی چیزیں

جن چیزوں سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، ان کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جن سے صرف قضاء واجب ہوتی ہے، اور دوسری وہ جن سے قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔

قضاء کی صورتیں

جن صورتوں میں روزہ فاسد ہونے سے صرف قضاء واجب ہوتی ہے، ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں :

(۱) کان اور ناک میں دوا ڈالنا۔(۱)

(۲) جان بوجھ کر منہ بھر کر قے کرنا، یا منہ میں ذرا سی قے آئی، اور اس کو دوبارہ قصداً نگل لیا۔

(۳) روزہ یاد تھا لیکن کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا گیا۔

(۴) مسوڑوں سے خون نکلے اور اسے نگل لیا جائے، البتہ اگر خون بہت معمولی مقدار میں ہو، جس کا ذائقہ بھی حلق میں محسوس نہ ہو، تو پھر قضاء واجب نہیں۔

(۵) کوئی ایسی چیز کھالی جو نہ دوا ہے، اور نہ غذا ہے، مثلاً لوہے، یا لکڑی کا ٹکڑا، یا کنکری

---

(۱) جدید طبی تحقیق کے پیش نظر متاخرین حضرات کا فتویٰ یہ ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، تاہم احتیاط یہی ہے کہ ایسی صورت میں اس روزے کی قضاء کر لی جائے۔ ''المفطرات'' لاستاذ المفتی محمد رفیع العثمانی حفظہ اللہ۔

وغیرہ نگل لی۔

(٦) بھولے سے روزے میں کچھ کھاپی لیا، اور پھر یہ سمجھا کہ روزہ تو ٹوٹ ہی گیا، اب کھانے میں کیا حرج ہے، اور پھر خوب پیٹ بھر کر کھالیا۔

(٧) غلط فہمی سے صبح صادق کے بعد سحری کھالی، یا غروب آفتاب سے پہلے یہ سمجھ کر کہ سورج ڈوب گیا ہے، کچھ کھالیا۔

٨) بیڑی، سگریٹ اور حقہ پینا، اور اگر یہ عمل جان بوجھ کر کیا ہو تو قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے (١)۔

٩) رمضان کے روزوں کے علاوہ کسی نفلی یا واجب روزے کو قصداً توڑ دینا۔

١٠) لوبان اور عود وغیرہ کی دھونی سلگائی، اور پھر ان کا دھواں قصداً سونگھا، تو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، لیکن وہ عطر، سینٹ اور خوشبو جس میں کوئی دھواں نہ ہو، روزے میں ان کا استعمال درست ہے، اور انہیں سونگھنا بھی جائز ہے (٢)۔

قضاء کے مسائل

(١) اگر کسی وجہ سے روزہ قضاء ہو جائے، تو جیسے ہی وہ عذر ختم ہو، تو اس کی قضاء میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے، جتنا جلد ہو سکے، اس ذمہ داری سے فارغ ہو جانا چاہیئے۔

٢) قضاء روزوں میں اسے اختیار ہے کہ وہ مسلسل رکھے، یا وقفہ کے ساتھ، اور سال کے جس دن بھی قضاء کرنا چاہے، کر سکتا ہے، صرف پانچ دن ایسے ہیں، جن میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے، جن کی تفصیل آ رہی ہے۔

(٣) اگر رمضان کے دو سال کے روزے رہ گئے ہوں، تو قضاء رکھنے میں یہ تعیین ضروری

---

(١) آپ کے مسائل (٣:٢٨٣) (٢) شامی (٢ص ٣٩٥) فتاوئ ہندیہ (١:٢٠٢)

ہے کہ وہ کس سال کے روزے رکھ رہا ہے، لیکن اگر یہ یاد نہ ہو کہ کس رمضان کے کتنے روزے قضاء ہوئے ہیں، تو پھر نیت یوں کرے کہ ”سب سے پہلے رمضان کا پہلا روزہ جو میرے ذمہ ہے، اس کی قضاء کرتا ہوں“

(۴) رمضان کے مہینے میں کسی اور روزے کی نیت کرنا صحیح نہیں ہے، اگر کوئی شخص کسی اور روزے کی نیت کرے، تب بھی وہ رمضان کا روزہ ہی شمار ہوگا۔

(۵) قضاء روزے رکھنے میں یہ ضروری ہے کہ صبح صادق سے پہلے پہلے نیت کر لی جائے، اگر صبح صادق کے بعد نیت کی، تو پھر یہ قضاء کا روزہ نہ ہوگا، بلکہ یہ نفلی روزہ ہو جائے گا اور قضاء روزہ پھر رکھنا ہوگا (۱)۔

قضاء اور کفارہ کی صورتیں

رمضان کے روزے میں مندرجہ ذیل امور میں سے کوئی پیش آ جائے تو قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہونگے:

(۱) کھانے پینے کی کوئی چیز جان بوجھ کر کھالی، یا دوا کے طور پر کوئی چیز کھالی۔

(۲) قصداً نفسانی خواہش کو پورا کیا جائے، تو مرد وعورت دونوں پر الگ الگ قضاء اور کفارہ واجب ہونگے، یہ حکم اس وقت ہے، جب وہ دونوں راضی ہوں، اور اگر عورت سے یہ کام زبردستی کیا جائے یا شروع میں تو اس پر جبر کیا گیا، بعد میں وہ بھی راضی ہوگئی، تو ان دونوں صورتوں میں عورت پر صرف قضاء لازم ہے، کفارہ نہیں ہے۔

(۳) جان بوجھ کر ایسا کوئی فعل کیا جس سے روزہ فاسد تو نہیں ہوتا، لیکن اس غلط فہمی میں روزہ توڑ دیا کہ ایسا کر لینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، مثلاً روزہ میں سرمہ لگایا یا سر پر تیل

---

(۱) شامی (۲: ۳۷۸) عالمگیری (۱: ۱۹۴)

لگایا اور پھر یہ سمجھ کر کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا ہے، کچھ کھا پی لیا، تو اس صورت میں قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہونگے (۱)۔

کفارہ کے احکام

(۱) ''کفارہ'' صرف رمضان کا روزہ توڑنے سے واجب ہوتا ہے، رمضان کے علاوہ کوئی بھی روزہ فاسد ہو جائے، یا قصداً فاسد کر دیا جائے، تو کفارہ واجب نہیں ہوتا، صرف قضاء واجب ہوتی ہے، اور رمضان کا روزہ توڑا جائے تو ''قضاء اور کفارہ'' دونوں واجب ہوتے ہیں۔

(۲) ایک شخص نے اگر کئی روزے قصداً توڑے، کچھ کھانے کی وجہ سے، کچھ نفسانی خواہش پورا کرنے کی وجہ سے، ایک رمضان میں یا کئی رمضانوں میں اس نے ایسا کیا، ایسے شخص پر کتنے کفارے واجب ہونگے؟ اس مسئلے کے بارے میں اختلاف ہے، فتوی اس پر ہے کہ جو روزے اس نے کھانے پینے کی وجہ سے توڑے ہیں، خواہ ایک روزہ ہو یا زیادہ، ایک ہی رمضان کے ہوں، یا دو اور اس سے زیادہ رمضانوں کے، ان تمام صورتوں میں اس پر ایک ہی کفارہ لازم ہوگا، بشرطیکہ دوسرا کفارہ واجب ہونے سے پہلے پہلا کفارہ ادا نہ کیا ہو، لیکن اگر اس نے پہلا کفارہ ادا کر دیا، پھر ایک روزہ قصداً کھانے کی وجہ سے توڑ دیا تو اب دوبارہ کفارہ اس پر لازم ہو جائے گا، سابقہ کفارہ اس جرم کی طرف سے کافی نہ ہوگا اور جو روزے اس نے نفسانی خواہش کی وجہ سے توڑے ہیں تو جتنے روزے اس نے توڑے ہونگے اتنے ہی اس پر کفارے لازم ہونگے، ایک روزہ اس وجہ سے توڑا ہے، تو ایک کفارہ، دو روزے

---

(۱) شامی (۲:۴۰۲) عالمگیری (۱:۲۰۵)، آپ کے مسائل اور ان کا حل (۳:۳۰۵)

توڑے ہیں تو دو کفارے......ان میں ایک کفارہ پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے (۱)۔

(۳) رمضان کا روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے، اگر اس کی طاقت نہ ہو یا اس کا رواج نہ ہو جیسا کہ اس زمانے میں غلاموں کا رواج نہیں ہے، تو پھر ساٹھ روزے مسلسل رکھنا واجب ہیں، اگر کسی وجہ سے درمیان میں ایک روزہ بھی چھوٹ گیا تو پھر نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھنے واجب ہونگے، البتہ عورت کے ''ایام مخصوصہ'' سے کوئی فرق واقع نہیں ہوگا، جیسے ہی ماہواری کے دن ختم ہوں تو سابقہ ترتیب کے مطابق یہ عورت اپنے بقیہ کفارہ کے روزے پورے کرلے۔

اور جو شخص کسی وجہ سے روزے بھی نہ رکھ سکتا ہو، وہ ساٹھ مساکین کو دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلائے، یا ہر مسکین کو صدقہ فطر کی مقدار کے برابر غلہ یا اس کی قیمت دیدے، ایک ہی مسکین کو بیک وقت ساٹھ دنوں کا غلہ یا اس کی قیمت دینا درست نہیں ہے، اگر دیدی تو صرف ایک ہی دن کا کفارہ شمار ہوگا، ہاں ایک ہی دن میں ساٹھ مسکینوں کو غلہ یا اس کی قیمت دینا جائز ہے، اس کا سب سے بہترین مصرف دینی مدارس ہیں، جہاں سینکڑوں طلبہ وطالبات دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں (۲)۔

فدیہ کا بیان

(۱) جو شخص اتنا ضعیف ہو کہ وہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو یا اتنا بیمار ہو کہ صحت کی بالکل کوئی امید نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ ہر روزے کے بدلے فدیہ ادا کرے، ایک روزہ کا فدیہ یہ ہے کہ کسی مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلادے یا دو کلو غلہ یا اس کی جو قیمت اس وقت مارکیٹ میں ہو، وہ ادا کردی جائے۔

(۲) جو شخص روزہ رکھنے یا قضا کرنے کی طاقت رکھتا ہو، اس کے لئے روزہ کا فدیہ دینا جائز

---

(۱) امداد المفتین (ص:۴۹۵) (۲) شامی (۴۱۲:۲) فتاویٰ ہندیہ (۲۱۵:۱)

نہیں ہے، دین سے غفلت کا یہ عالم ہے کہ اس زمانے میں بہت سے تندرست اور صحت مند لوگ روزہ نہیں رکھتے اور اس کا فدیہ ادا کر دیتے ہیں، یہ طریقہ شرعاً بالکل جائز نہیں ہے۔

(۳) جو شخص روزہ بھی نہ رکھ سکتا ہو اور اس کے پاس فدیہ ادا کرنے کے لئے بھی کچھ نہ ہو، وہ صرف استغفار کرتا رہے، اور نیت رکھے کہ جب بھی اس کے پاس مال آئے گا تو وہ روزے کا فدیہ ادا کر دیگا۔ (۱)

فدیہ کی وصیت کا حکم

جس شخص پر کئی روزے یا نمازیں باقی ہوں، زندگی میں وہ ان کی کسی بھی وجہ سے قضاء نہ کر سکا، تو اس پر شرعاً لازم ہے کہ اپنی نمازوں اور روزوں کے فدیہ کی وصیت کر جائے، اگر اس نے وصیت نہ کی تو گنہگار ہوگا (۲)۔

اگر میت نے فدیہ دینے کی وصیت کی ہو تو اس کے وارثوں پر فرض ہے کہ تجہیز وتکفین اور قرض (اگر ہو تو) ادا کر کے بقیہ مال کی ایک تہائی سے اس کی وصیت کے مطابق اس کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کریں (۳)۔

اگر مرحوم نے وصیت نہ کی ہو، یا اس نے مال ہی نہیں چھوڑا، لیکن کوئی وارث اپنی طرف سے مرحوم کی نماز روزوں کا فدیہ ادا کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ یہ فدیہ اس کے حق میں قبول کرلیا جائے گا۔

روزہ میں مکروہ امور

روزے میں درج ذیل امور مکروہ اور ناپسندیدہ ہیں:

(۱) بلاوجہ منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا۔

---

(۱) الدر المختار (۲:۴۲۷) (۲) شامی (۲:۴۲۷) (۳) سراجی (ص:۳۰)

(۲) ٹوتھ پیسٹ یا منجن سے دانت صاف کرنا۔

(۳) بے قراری اور گھبراہٹ وغیرہ کا بار بار اظہار کرنا۔

(۴) غیبت، گالی گلوچ، شور ہنگامہ اور ظلم وزیادتی وغیرہ کرنا۔

(۵) کلی کرنے، یا ناک میں پانی ڈالنے میں، ضرورت سے زیادہ اہتمام کرنا۔

روزہ میں مباح کام

مندرجہ ذیل امور روزہ میں جائز ہیں، ان سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے، اور نہ ہی یہ مکروہ ہیں:

(۱) بھولے سے کھا پی لینا۔

(۲) روزہ میں ضروری غسل کی حاجت ہو جائے، تو اس سے روزے میں کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ جتنا جلد ہو سکے، اسے غسل کر لینا چاہیئے، اور غسل میں اس بات کا اہتمام کرنا ہو گا، کہ وہ غرغرہ نہ کرے، احتیاط سے اچھی طرح کلی کر لے، اور ناک میں بھی پانی زور سے نہ چڑھائے، غسل میں غرغرہ کرنا، اور ناک میں زور سے پانی چڑھانا، یہ سنت ہے، فرض نہیں ہے، اس لئے ان کے بغیر بھی غسل درست ہو جاتا ہے۔

(۳) سر، ڈاڑھی اور مونچھوں پر تیل لگانا۔

(۴) آنکھ میں دوا یا سرمہ ڈالنا۔

(۵) خوشبو سونگھنا۔

(۶) انجکشن یا گلوکوز لگوانا، خواہ یہ انجکشن رگ میں لگایا گیا ہو، پھر بھی اس سے روزے میں کوئی فساد نہیں آتا، البتہ صرف طاقت کا انجکشن لگوانے سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر گلوکوز بغیر کسی عذر کے لگایا جائے تو پھر یہ بھی مکروہ ہوگا (۱)۔

---

(۱) درس ترمذی (۲: ۶۲۷)

(۷) کان میں پانی چلا جائے۔

(۸) قصداً قے کی، لیکن منہ بھر کر نہیں ہے، یا بے اختیار منہ بھر کر قے ہو جائے، تو اس سے روزہ میں کوئی فساد نہیں آتا۔

(۹) بے اختیار حلق میں دھواں، گرد وغبار یا مکھی چلی جائے۔

(۱۰) مسواک کرنا، خواہ مسواک بالکل تازہ ہی ہو، اور اس کی کڑواہٹ بھی منہ میں محسوس ہو، اور اگر مسواک کا کوئی ریشہ حلق میں چلا بھی جائے تو اس سے روزہ میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔

(۱۱) گرمی کی شدت سے کلی کرنا، منہ دھونا، نہانا، یا تر کپڑا سر یا بدن پر رکھنا۔

(۱۲) دانت سے بہت معمولی مقدار میں خون نکلے، جس کا اثر حلق میں نہ جائے، تو اس سے بھی روزے میں کوئی خلل نہیں آتا۔

رمضان کا روزہ چھوڑنے کے مواقع

(۱) حمل یا بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو، یا مرض شدید، یا طویل ہونے کا خطرہ ہو۔

(۲) جو عورت اپنے یا غیر کے بچے کو دودھ پلا رہی ہو، اگر روزہ رکھنے سے بچے کو دودھ صحیح نہ مل سکے، اسے تکلیف ہوتی ہو، تو پھر یہ عورت روزہ نہ رکھے۔

(۳) جو شخص شرعی سفر پر ہو، اسے روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے، لیکن اگر سفر میں کوئی تکلیف اور دشواری نہ ہو، تو روزہ رکھ لینا بہتر ہے، تاکہ رمضان کی فضیلت حاصل ہو جائے، اور اگر روزہ رکھ کر سفر شروع کیا جائے، تو پھر اسے پورا کرنا ضروری ہے، ہاں سفر شروع کرنے کے بعد کوئی شدید مجبوری پیش آ جائے، تو پھر

روزہ توڑ سکتے ہیں (۱)۔

ان تمام صورتوں میں جتنے دن روزہ چھوڑا جائے، اتنے ہی ایام کی بعد میں صرف قضاء کرنا ضروری ہے، ان میں کفارہ واجب نہیں ہے۔

رمضان میں عورتوں کے مخصوص مسائل

(۱) رمضان میں جب کسی عورت کے ''مخصوص ایام'' شروع ہو جائیں، تو ان دنوں میں رمضان کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، بعد میں ان دنوں کی قضاء کرنا اس پر ضروری ہے، اور جب تک ان کی وہ قضاء نہیں کرے گی، وہ روزے اس کے ذمے باقی رہیں گے، صرف توبہ واستغفار سے معاف نہیں ہوتے، اس مسئلے میں اکثر عورتیں بہت لاپرواہی کرتی ہیں، کئی سالوں کے روزے ان کے ذمے واجب ہوتے ہیں، لیکن وہ ان کی قضاء کی کوئی فکر نہیں کرتیں، یہ انتہائی افسوسناک امر ہے، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے، جتنا جلد ہو سکے، فوت شدہ روزوں کی قضاء کرنا، مسلمان عورت کی شرعی ذمہ داری ہے۔

(۲) رمضان کے روزے مکمل کرنے کیلئے عورت کا ایسی دوا استعمال کرنا، جس سے ماہواری رک جائے، شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ اس طرح کی دوا سے عورت کی صحت کو یقیناً نقصان پہنچتا ہے تاہم اگر کوئی عورت اس طرح کی دوا استعمال کر کے، رمضان کے روزے مکمل کر لے، تو اس کے رمضان کے روزے ادا ہو جائیں گے۔

۳) اگر کوئی عورت کفارے کے ساٹھ روزے رکھ رہی ہو اور درمیان میں ماہواری کے ایام شروع ہو جائیں، تو اسے چاہیئے، کہ ماہواری کے ایام میں روزے چھوڑ دے، اور جب یہ دن گذر جائیں، تو کفارہ کے بقیہ روزے مکمل کر لے، ان مخصوص ایام کی وجہ سے جو کفارہ

---

(۱) ہندیہ (۱:۲۰۶)

کے روزوں میں ناغہ ہوگیا ہے، وہ معاف ہے، اس لئے پاک ہوتے ہی بغیر کسی وقفہ کے کفارے کے روزے مکمل کرلے (۱)۔

(۴) روزے کی حالت میں عورت کو ہونٹوں پر سرخی لگانا جائز ہے، لیکن اگر منہ کے اندر جانے کا احتمال ہو، تو پھر مکروہ ہے (۲)۔

افطار اور اس کی دعا

سورج غروب ہونے کا جب یقین ہو جائے، تو جلد ہی افطار کر لینا چاہیئے، احتیاط کے خیال سے خواہ مخواہ تاخیر کرنا مناسب نہیں ہے بلکہ بلاوجہ تاخیر کرنا ''مکروہ'' ہے۔

کھجور سے افطار کرنا سنت ہے، یہ نہ ہو، تو چھوارے سے، یہ بھی میسر نہ ہو، تو پانی سے، اور اگر کسی دوسری چیز سے افطار کرلیا جائے، تو اس میں بھی کوئی حرج اور کراہت نہیں ہے۔

افطار کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ أَفْطَرْتُ

اے اللہ بے شک میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسہ کیا اور تیرے دیئے ہوئے رزق پر افطار کیا۔

افطار کے بعد یہ دعا پڑھے

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (۳)

پیاس جاتی رہی، رگیں تر و تازہ ہوگئیں، اور اللہ نے چاہا، تو اجر و ثواب ضرور ملے گا۔

---

(۱) شامی (۲:۴۱۲) (۲) احسن الفتاویٰ (۴:۴۲۴) (۳) سنن ابی داؤد (۱:۳۲۱)

مسائل اعتکاف

لغت میں ''کسی جگہ ٹھہرنے اور رکنے'' کو اعتکاف کہا جاتا ہے، اور شریعت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی خاطر کسی مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔

اعتکاف کی اقسام

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: (۱) واجب اعتکاف (۲) مسنون اعتکاف (۳) نفلی اعتکاف۔

واجب اعتکاف

یہ وہ اعتکاف ہے، جو منت ماننے سے واجب ہو جاتا ہے، جیسے کسی نے یہ نذر مانی، کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا، تو میں دس دن کا اعتکاف بیٹھوں گا، یا کوئی دن متعین کر کے منت مانے، مثلاً یوں کہے، کہ میرا فلاں کام ہو گیا، تو میں محرم کے مہینے میں پانچ دن اعتکاف کروں گا۔

اس کا حکم یہ ہے کہ جتنے دن کی منت مانی گئی ہے، اتنے دن کا اعتکاف کرنا اس پر شرعاً ضروری ہو جاتا ہے (۱)۔

مسنون اعتکاف

یہ وہ اعتکاف ہے جو رمضان کے آخری دس دنوں میں کیا جاتا ہے، یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ایک بستی یا محلے میں کوئی ایک شخص بھی اعتکاف کر لے تو تمام اہل محلّہ کی طرف سے یہ سنت ادا ہو جاتی ہے، لیکن اگر پورے محلے میں سے کوئی شخص بھی اعتکاف میں نہ بیٹھے، تو سب اہل محلّہ سنت چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار ہونگے۔

---

(۱) بدائع الصنائع (۲:۳ ۲۷)

نفلی اعتکاف

نفلی اعتکاف کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے، اس کیلئے نہ تو کسی مخصوص وقت کی شرط ہے، نہ روزے کی، نہ دن کی، نہ رات کی، بلکہ انسان جب چاہے، جتنے وقت کیلئے چاہے، اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے، تو اسے اعتکاف کا ثواب ملے گا، چنانچہ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کے لئے مسجد جائے، اور مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ نیت کرلے کہ جتنی دیر میں مسجد میں رہونگا، اعتکاف میں رہونگا، تو اس کو نفلی اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا۔

مسنون اعتکاف کا وقت

جو شخص اعتکاف مسنون میں بیٹھنا چاہے، تو اسے چاہیئے کہ بیسویں روزے کو غروبِ آفتاب سے پہلے اس مسجد میں پہنچ جائے، کیونکہ اکیسویں روزے کی مغرب سے اعتکاف کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور عید کا چاند نظر آنے تک رہتا ہے، اگر کوئی شخص عین وقت پر نہ پہنچ سکا، تو اس کا مسنون اعتکاف شمار نہیں ہوگا، بلکہ وہ نفلی اعتکاف ہوگا۔

اعتکاف میں روزے کی شرط

واجب اور مسنون اعتکاف میں روزہ شرط ہے، لہذا جس شخص کا روزہ نہ ہو، وہ اعتکاف نہیں کرسکتا، البتہ نفلی اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں ہے (۱)۔

ضرورت کی وجہ سے مسجد سے نکلنا

اعتکاف کی حالت میں طبعی اور شرعی ضروریات کی بناء پر مسجد سے نکلنا جائز ہے،

---

(۱) البحر الرائق (۲:۳۰۲)

اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، ان میں سے چند اہم یہ ہیں:

(۱) پیشاب اور پاخانے کے لئے۔

(۲) وضو کے لئے، جبکہ مسجد میں رہتے ہوئے وضو کرنا ناممکن ہو۔

(۳) کھانے پینے کی اشیاء باہر سے لانا، جبکہ اور کوئی شخص یہ چیزیں لانے والا نہ ہو۔

(۴) جس مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہے، اس میں اگر نماز جمعہ نہ ہوتی ہو، تو نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جامع مسجد جانا جائز ہے۔

(۵) غسل جمعہ کے لئے بھی نکل سکتا ہے۔

شرعی ضرورت کے بغیر مسجد سے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، خواہ ایک لمحے کے لئے ہی کوئی شخص نکلا ہو۔

اعتکاف توڑنے کی صورتیں

مندرجہ ذیل صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے:

(۱) اعتکاف کے دوران ایسا کوئی مرض لاحق ہو جائے، جس کا علاج مسجد سے نکلے بغیر ممکن نہ ہو، تو اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

(۲) کسی ڈوبتے یا جلتے ہوئے آدمی کو بچانے یا آگ بجھانے کے لئے بھی اعتکاف توڑ کر مسجد سے نکلنا جائز ہے۔

(۳) والدین یا اہل وعیال میں سے کوئی شدید بیمار ہو جائے اور اس کے علاوہ دوسرا کوئی ان کی دیکھ بھال کرنے والا بھی نہ ہو، تو اعتکاف فاسد کرنا جائز ہے۔

(۴) اعتکاف کرنے والے کو زبردستی مسجد سے باہر کر دیا جائے مثلاً حکومت گرفتار کر کے لے جائے تو بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

(۵) اگر کوئی جنازہ آ جائے اور نماز پڑھانے والا کوئی اور نہ ہو، تب بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

ان تمام صورتوں میں اس اعتکاف کی قضاء کرنی ضروری ہے، اگر چہ ان مجبوریوں کی وجہ سے وہ اعتکاف توڑنے کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوگا (۱)۔

اعتکاف ٹوٹنے کا حکم

نفل اعتکاف کی قضاء واجب نہیں ہے، اس لئے کہ نفل اعتکاف مسجد سے نکلنے سے ٹوٹتا نہیں، بلکہ ختم ہو جاتا ہے۔

واجب اعتکاف اگر ٹوٹ جائے تو ان تمام ایام کی قضاء واجب ہوگی، جتنے دن کی اس نے منت مانی ہوئی تھی، کیونکہ ان روزوں کو مسلسل رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

مسنون اعتکاف ٹوٹ جائے یا توڑ دیا جائے، تو اس کا حکم یہ ہے کہ جس دن میں اعتکاف ٹوٹا ہے، صرف اس دن کی قضاء واجب ہے، پورے دس دن کی قضاء واجب نہیں ہے، اور اس ایک دن کی قضاء کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اسی رمضان میں وقت باقی ہو، تو اسی رمضان میں کسی دن غروب آفتاب سے اگلے دن کے غروب آفتاب تک، قضاء کی نیت سے اعتکاف کرلیا جائے اور اگر اس رمضان میں وقت باقی نہ ہو یا کسی وجہ سے اس میں اعتکاف نہ ہوسکتا ہو، تو رمضان کے علاوہ کسی بھی دن روزہ رکھ کر ایک دن کے لئے اعتکاف کیا جاسکتا ہے، اور اگر اگلے رمضان میں قضاء کی جائے، تو بھی قضاء صحیح ہو جائے گی، لیکن چونکہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں ہے، اس لئے جلد ہی قضاء کرلینی چاہیے۔

---

(۱) شامی (۲:۴۴۴)

آداب اعتکاف

اعتکاف میں چونکہ آدمی دنیوی تعلقات اور مصروفیات سے الگ ہو کر کچھ وقت کے لئے کسی مسجد میں یکسوئی سے اللہ کی عبادت کے لئے جا بیٹھتا ہے، اس لئے دورانِ اعتکاف غیر ضروری باتوں اور کاموں سے بچنا چاہیئے اور اعتکاف میں قرآن مجید کی تلاوت، درود شریف، ذکر و تسبیح، دینی علم سیکھنا اور سکھانا، انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ، اور بزرگان دین کے حالات پڑھنا اور سننا اپنا معمول بنائے رکھے۔

بعض لوگ اعتکاف کی حالت میں بالکل ہی کلام نہیں کرتے، بلکہ سر منہ لپیٹ لیتے ہیں اور اس خاموش رہنے کو عبادت سمجھتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے، خاموش رہنا، اس دوران کوئی عبادت نہیں ہے، اگر اس کو عبادت سمجھ کر کیا جائے گا، تو اسے ثواب نہیں، گناہ ہو گا، اچھی باتیں کرنے کی اجازت ہے، بری باتیں ہرگز نہ کی جائیں، اور اگر خاموشی کو عبادت نہ سمجھا جائے، لیکن غیر ضروری باتوں سے بچنے کے لئے خاموشی کا اہتمام کیا جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ جہاں بولنے کی ضرورت ہو، وہاں ضرور کلام کرنا چاہیئے (۱)۔

عورتوں کا اعتکاف

اعتکاف کی عبادت صرف مردوں کے ساتھ ہی خاص نہیں، بلکہ عورتیں بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں، لیکن عورتوں کو مسجد میں اعتکاف کرنا درست نہیں ہے، بلکہ گھر میں جو جگہ نماز پڑھنے اور عبادت کے لئے بنائی ہوئی ہو، اسی جگہ پر اعتکاف بیٹھ جائیں، اور اگر پہلے سے گھر میں ایسی کوئی جگہ مخصوص نہ ہو، تو اعتکاف سے پہلے ایسی کوئی جگہ مقرر کر لی جائے، اور پھر اس میں اعتکاف کر لیا جائے، باقی اس کے تمام احکام وہی ہیں، جو اوپر مذکور ہوئے ہیں (۲)۔

---

(۱) فتاویٰ ہندیہ (۱:۲۱۲)　　(۲) ردالمحتار (۲:۴۴۱)

مسائل قربانی

قربانی ایک اہم عبادت ہے، اور اسلام کے شعائر میں سے ہے، اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا مگر بتوں کے نام قربانی کی جاتی تھی، اسی طرح آج تک بھی دوسرے مذاہب میں مذہبی رسم کے طور پر قربانی ادا کی جاتی ہے بعض بتوں کے نام کرتے ہیں، اور بعض مسیح کے نام، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ جس طرح نماز اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہوسکتی، اسی طرح قربانی بھی اسی کے نام پر ہونی چاہیئے، کسی اور کے لئے قربانی جائز نہیں ہے۔

آپ ہر سال مدینہ منورہ میں قربانی کیا کرتے تھے، اور مسلمانوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے، اس لئے جب کسی مسلمان پر قربانی واجب ہو جائے، تو اسے ضرور قربانی ادا کرنی چاہیئے۔

قربانی کا وجوب

قربانی ہر اس عاقل، بالغ اور مقیم، مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، جو ضرورت سے زائد ''نصاب'' کا مالک ہو۔

آج کل عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ گھر میں اگر ایک آدمی قربانی کر لے، تو یہ کافی ہے، دوسروں کو قربانی کی ضرورت نہیں ہے، یہ طریقہ غیر اسلامی ہے، اسلام کا حکم یہ ہے کہ ہر بالغ مرد وعورت کو اپنے پاس مالیت کا جائزہ لینا چاہئے، اگر وہ نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو اس پر قربانی واجب ہے، یہ نصاب پورے گھر میں اگر ایک آدمی کے پاس ہے، تو صرف اسی پر قربانی واجب ہوگی، گھر کے دو افراد کے پاس یہ مالیت موجود ہے، تو دونوں پر قربانی واجب ہوگی، غرض گھر کے جتنے افراد کے پاس نصاب کے برابر مالیت

موجود ہوگی، ان تمام پر قربانی واجب ہوگی، اس صورت میں صرف ایک آدمی کے قربانی کرنے سے گھر کے بقیہ افراد کی طرف سے قربانی ادا نہیں ہوگی، اور اگر گھر کے کسی فرد کے پاس نصاب کے برابر مالیت نہیں ہے، تو پھر کسی پر بھی قربانی واجب نہیں ہے (۱)۔

نصاب کی تفصیل

مندرجہ ذیل نصابوں میں سے کوئی ایک نصاب بھی اگر کسی کے پاس ہو، تو اس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے:

(۱) سونا جبکہ ساڑھے سات تولے (۸۷ء۴۷۹ گرام) یا اس سے زیادہ ہو۔

(۲) یا چاندی جبکہ ساڑھے باون تولے ہو (۳۵ء۶۱۲ گرام ہو)۔

(۳) یا ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر نقد رقم ہو۔

(۴) یا نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ مالِ تجارت ہو۔

(۵) یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان ہو، جس کی قیمت نصابِ زکوٰۃ کے برابر ہو۔

(۶) یا ''مخلوط نصاب'' ہو یعنی کوئی ایک مکمل نصاب تو نہیں ہے لیکن مثلاً تھوڑی چاندی ہے، کچھ سونا ہے اور کچھ مالِ تجارت ہے، ان سب کی مجموعی مالیت اگر نصابِ زکوٰۃ کے برابر پہنچ جائے، تو پھر قربانی واجب ہے، ورنہ واجب نہیں ہے۔

قربانی کے وجوب کے لئے اس نصاب پر زکوٰۃ کی طرح سال گذرنا شرط نہیں ہے (۲)۔

ایامِ قربانی

قربانی کی عبادت صرف تین دنوں کے ساتھ ہی خاص ہے، دوسرے ایام میں یہ عبادت منقول نہیں ہے، قربانی کے ایام ماہ ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں

---

(۱) شامی (۶:۳۱۳) (۲) فتاویٰ ہندیہ (۵:۲۹۲)

تاریخیں ہیں، ان میں جب چاہے قربانی کر سکتا ہے، البتہ پہلے دن یعنی دس ذی الحجہ میں قربانی کرنا افضل ہے، اسی طرح رات کے بجائے دن میں قربانی کرنا بہتر ہے۔

قربانی کا وقت

نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کردی، تو اس کی قربانی ادا نہیں ہوگی، اس پر دوبارہ قربانی کرنا لازم ہے، لیکن چھوٹے گاؤں اور وہ علاقے جہاں جمعہ اور عیدین کی نمازیں نہیں ہوتیں، وہاں پر دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد قربانی کی جا سکتی ہے۔

ایسے ہی اگر کسی عذر سے نمازِ عید پہلے دن ادا نہ ہو سکے، تو نمازِ عید کا وقت گذر جانے کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔

قربانی کے بدلے صدقہ وخیرات

اگر قربانی کے تینوں ایام گذر جائیں، لیکن کسی نے ناواقفیت یا غفلت یا کسی وجہ سے قربانی ادا نہیں کی، تو اب اس پر لازم ہے کہ قربانی کی قیمت فقراء اور مساکین پر صدقہ کردے اور اگر قربانی کے لئے جانور تو خریدا ہوا تھا، لیکن کسی وجہ سے وہ ان ایام میں قربانی نہ کر سکا، تو اب اس جانور کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کرنا ضروری ہے۔

قربانی کے جانور

(۱) بکرا، بکری، دنبہ اور بھیڑ ایک شخص کی طرف سے قربانی کیا جا سکتا ہے، اور گائے، بیل بھینس اور اونٹ میں سات حصے ہو سکتے ہیں، اور اگر ان میں سات حصوں سے کم حصے کر لیئے جائیں مثلاً چھ حصے کر کے چھ آدمیوں نے ایک ایک حصہ لے لیا یا پانچ آدمیوں نے پانچ حصے کر کے ایک ایک حصہ لے لیا تب بھی قربانی درست ہو جائیگی، بشرطیکہ کسی کا حصہ ساتویں

حصے سے کم نہ ہواور سب کی نیت ثواب کی ہو، کسی کی نیت محض گوشت کھانے کی نہ ہو، ان حصوں میں کچھ حصے عقیقہ کے اور کچھ نفلی قربانی کے بھی رکھے جاسکتے ہیں، اور اگر آٹھ حصے بنا لیئے اور آٹھ قربانی والے شریک ہو گئے تو کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔

(۲) بکرا، بکری، ایک سال کا پورا ہونا ضروری ہے، بھیڑ اور دنبہ اگر اتنے موٹے اور تیار ہوں، کہ دیکھنے میں سال بھر کے معلوم ہوں تو ان کی قربانی بھی جائز ہے۔

گائے، بیل اور بھینس دو دو سال، اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، اس سے کم عمر والے جانور کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳) اگر جانوروں کو بیچنے والا پوری عمر بتاتا ہے، اور جانوروں کی ظاہری حالت سے بھی اس کی تائید ہو رہی ہے، تو اس کی بات پر اعتماد کرنا جائز ہے۔

(۴) جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں، یا بیچ میں سے ٹوٹ گیا ہو، اس کی قربانی کرنا جائز ہے، ہاں اگر سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو، جس کا اثر دماغ پر ہونا لازم ہے، تو اس کی قربانی درست نہیں ہے۔

(۵) خصی بکرے یا بیل کی قربانی افضل ہے۔

(۶) جس جانور کا تہائی سے زیادہ کان یا دم کٹی ہوئی ہو، یا وہ اندھا ہو، اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

(۷) جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں، یا اکثر نہ ہوں، اس کی قربانی جائز نہیں ہے، اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر بالکل نہ ہوں، اس کی قربانی درست نہیں ہے۔

(۸) اگر قربانی کا جانور اس نیت سے خریدا کہ بعد میں کوئی مل گیا، تو شریک کرلونگا، پھر کسی کو قربانی یا عقیقہ کی نیت سے شریک کرلیا، تو قربانی درست ہے، اور اگر خریدتے وقت کسی اور کو شریک کرنے کی نیت نہ تھی، بلکہ پورا جانور اپنی طرف سے قربانی کرنے کی نیت سے

خریدا تھا، تو اب آیا کسی کو شریک کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ آدمی اگر غریب ہے، تو پھر کسی اور کو شریک نہیں کرسکتا، اور اگر مالدار ہے تو شریک کرسکتا ہے، البتہ بہتر نہیں ہے (۱)۔

قربانی کا مسنون طریقہ اور اس کی دعا

قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے، اگر خود ذبح نہ کرسکتا ہو، تو دوسرے سے ذبح کرا سکتا ہے، مگر ذبح کے وقت حاضر ہونا بہتر ہے، جانور کو ذبح کرتے وقت اس کو قبلہ رخ لٹائیں، اور اس کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ قُلْ اِنَّ صَلاَتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (۲) اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ (۳)۔

ترجمہ:- میں یکسو ہو کر اپنا رُخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہاں کا، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے، اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔ اے اللہ! یہ قربانی تیری ہی عطا ہے اور خالص تیری رضا کے لئے ہے۔

---

(۱) ردالمختار (۶:۳۱۷) (۲) سورہ انعام آیت نمبر (۷۹) (۳) مشکاۃ (۱:۱۲۸)

اس کے بعد ''بسم اللّٰہ، اللّٰہ اکبر'' کہہ کر ذبح کریں۔

قربانی کا گوشت

(۱) جس جانور میں کئی حصے دار ہوں، تو گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے، اندازے سے تقسیم نہ کیا جائے۔

(۲) قربانی کے گوشت میں بہتر یہ ہے کہ تین حصے کئے جائیں، ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لئے، ایک حصہ رشتہ داروں کے لئے، اور ایک حصہ غرباء اور مساکین میں تقسیم کیا جائے، اور جس گھر کے افراد زیادہ ہوں، سارا گوشت اپنے لئے رکھ لیں، تو کوئی حرج نہیں، ایسا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

(۳) قربانی کا گوشت بیچنا ناجائز اور حرام ہے۔

(۴) قصائی کو مزدوری کے طور پر گوشت یا کھال دینا جائز نہیں ہے۔

قربانی کی کھال

قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں لانا مثلاً مصلیٰ بنالیا جائے یا چمڑے کی کوئی چیز مثلاً ڈول بنالیا جائے، یہ جائز ہے، لیکن اگر اس کو بیچ دیا تو اس کی قیمت اپنے تصرف میں لانا جائز نہیں ہے، بلکہ اس کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

قربانی کی کھال کسی خدمت کے بدلے میں دینا جائز نہیں ہے، چنانچہ مسجد کے مؤذن یا امام وغیرہ کو تنخواہ کے طور پر کھال دینا درست نہیں ہے۔

قربانی کی کھال کسی غریب آدمی کو دینی چاہیئے، اس زمانے میں چرمِ قربانی کا بہترین مصرف دینی مدارس اور دینی ادارے ہیں (۱)۔

---

(۱) جواہر الفقہ (۱: ۴۴۷-۴۵۲)

عقیقے کے مسائل

ہر زمانے میں بچے کی پیدائش پر کسی نہ کسی طریقے سے خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے، چنانچہ اسلام کی آمد سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں بھی عقیقہ کا رواج تھا، ان کا طریقہ یہ تھا کہ بچے کی ولادت کے چند روز بعد اس کے پیدائشی سر کے بال صاف کرادیئے جاتے، اور اس دن خوشی میں کسی جانور کی قربانی کی جاتی تھی، پھر جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اس طریقے کو جاری رکھا، اس کی ترغیب دی، اور اس کے بارے میں مناسب ہدایات دیں، اور عملی طور پر خود آپ نے عقیقے بھی کیئے، یوں اس طریقے نے اب اسلام میں ایک عبادت کا درجہ اختیار کرلیا ہے۔

لہٰذا جب کسی کے ہاں کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو اس کا عقیقہ کرنا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں ہے، اگر گنجائش ہو تو اس سنت پر ضرور عمل کرنا چاہیئے، بہت ہی مبارک اور باعث رحمت ہے، اس سے بچے کی الابلا (بری چیزیں وبال) دور ہو جاتی ہے، اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص عقیقہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا یا گنجائش کے باوجود عقیقہ نہ کرے تو شرعاً اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

عقیقہ کا وقت مستحب ساتواں دن یا چودھواں دن یا اکیسواں دن ہے، ان دنوں کے علاوہ کسی اور دن عقیقہ کیا جائے تو گو ادا ہو جائے گا، لیکن اس کا وہ استحباب اور ثواب جو ساتویں دن، چودھویں دن یا اکیسویں دن کرنے میں تھا، وہ حاصل نہ ہوگا، یہی وجہ ہے کہ بعض فقہاء کے قول کے مطابق اس کی فضیلت مسنون عقیقہ کی نہیں رہتی بلکہ عام نفلی صدقہ وخیرات کی طرح ہو جاتی ہے۔

اور بعد میں بھی جب عقیقہ کیا جائے تو ساتویں دن کا لحاظ کرنا بہتر ہے، اور اس کا

طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو، اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کیا جائے مثلاً اگر جمعہ کو پیدا ہوا ہے تو جمعرات کو عقیقہ کیا جائے اور اگر جمعرات کو ولادت ہوئی ہے تو بدھ کو عقیقہ کر دیا جائے۔

اگر نومولود لڑکا ہو تو اس کی طرف سے دو بکری یا دو بھیڑ اور لڑکی ہو تو ایک بکری یا ایک بھیڑ ذبح کی جائے، یا قربانی کے بڑے جانور میں لڑکے کے لئے دو حصے اور لڑکی کے لئے ایک حصہ رکھ لیا جائے، لیکن اگر کوئی لڑکے کے عقیقے میں دو قربانیوں کی طاقت نہیں رکھتا تو ایک جانور ہی ذبح کر دے، یہ کافی ہے، اس کا ثبوت بھی حدیث میں موجود ہے، حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقے میں ایک ایک جانور ذبح کیا تھا۔

سنت یہ ہے کہ بچے کے سر کے بال اتارے جائیں اور گنجائش ہو تو اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی یا اس کی قیمت صدقہ کر دی جائے۔

جن جانوروں کی قربانی کرنا جائز ہے ان سے عقیقہ کرنا بھی جائز ہے، اور جن جانوروں میں سات حصے قربانی کے ہو سکتے ہیں ان میں کچھ حصے یا ساتوں حصے عقیقے کے بھی ہو سکتے ہیں، اور ایک لڑکے یا لڑکی کے عقیقے میں ایک بڑا جانور مثلاً گائے وغیرہ بھی ذبح کیا جا سکتا ہے۔

عقیقہ کا گوشت والدین، تمام اہل خانہ اور ان کے رشتہ دار سب لوگ کھا سکتے ہیں، البتہ گوشت کا ایک تہائی حصہ غرباء اور مساکین میں تقسیم کرنا افضل ہے۔(۱)

---

(۱) بہشتی زیور تیسرا حصہ (ص:۴۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۴:۲۲۴) معارف الحدیث (۶:۲۲) ابوداود (۲:۳۹۱)

مسائل حج

لغت میں ''حج'' کسی عظیم اور بڑے مقصد کا ارادہ کرنے کو کہتے ہیں اور اسلام میں اس لفظ سے وہ خاص اعمال مراد ہیں، جو مخصوص ایام میں، ایک خاص مقام پر خاص طریقہ سے ادا کئے جاتے ہیں۔

حج کا حکم

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے، جو مخصوص شرطوں کے بعد فرض ہوتا ہے، اور یہ ایسا فریضہ ہے کہ پوری زندگی میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے، اس لئے جب کسی مسلمان پر حج فرض ہو جائے، تو اس کی ادائیگی میں بلاوجہ تاخیر نہ کرے، کیونکہ اس پر حدیث میں بڑی سخت وعید آئی ہے، جتنا جلد ہو سکے، اس کو ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

حج کس پر فرض ہے

حج ہر اس آزاد، عاقل، تندرست اور بالغ مسلمان، مرد وعورت پر فرض ہے، جو بیت اللہ تک جانے کی طاقت رکھے، اس کے پاس راستے کا خرچ ہو اور راستہ بھی پر امن ہو، حکومت کی طرف سے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہ ہو، اور سفر کے اخراجات کے علاوہ اس کے پاس اتنا مال ہو، جو اس کے اہل وعیال اور گھریلو ضروریات کے لئے کافی ہو سکے۔

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں جب کسی پر حج فرض ہو جائے، تو شرعاً اس پر لازم ہے کہ اس کی ادائیگی کے لئے عملی طور پر کوشش شروع کر دے، باپ ہے تو اس انتظار میں نہ رہے کہ جب اولاد کی شادی ہو جائے گی، تو حج کروں گا، بیٹا ہے تو اسے والدین سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، کیونکہ حج فرض کے لئے والدین سے اجازت لینا شرط نہیں اگر عورت ہے، تو حج فرض کے لئے اپنے شوہر سے اجازت ضروری نہیں، البتہ عورت پر اس

وقت حج فرض ہوتا ہے، جب کہ کوئی محرم اس کے ساتھ جانے والا ہو، اگر محرم میسر نہ ہوتو مرنے سے پہلے حج بدل کی وصیت کردے تاہم اگر کوئی عورت محرم کے بغیر ہی سفر حج کر لے اور وہاں جا کر حج کے ارکان ادا کرلے تو اس کا حج فرض اگر چہ ادا ہو جائے گا، لیکن محرم کے بغیر سفر کرنے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگی (۱)۔

اسی طرح اگر کوئی شخص حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی طرح مکہ مکرمہ پہنچ جائے یا صرف عمرے کے ویزے پر گیا تھا اور پھر حج کر کے لوٹا، تو ان صورتوں میں گو اس کا حج فرض ادا ہو جائے گا لیکن سرکاری قانون توڑ کر اس نے برا کیا، ایسا کرنے سے اجتناب بہتر ہے۔

حرام اور ناجائز آمدن سے حج کرنے کا حکم

اگر کسی کے پاس خالص حرام کی رقم ہو، مثلاً رشوت یا سودی رقم یا کسی بانڈ کی انعامی رقم یا اور کوئی ناجائز ملازمت اور غیر شرعی طریقے سے حاصل شدہ رقم ہو، تو اس طرح کی رقم سے حج اور عمرہ کرنا جائز نہیں ہے، ایسی رقم اول تو وصول ہی نہیں کرنی چاہیئے، اور اگر وصول کر لی، تو اسے ثواب کی نیت کے بغیر صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے، حج کی عبادت حلال رقم سے ادا کرنا ضروری ہے، ہاں اگر کسی آدمی کے پاس ملا جلا مال ہو، کچھ حلال اور کچھ حرام لیکن زیادہ تر رقم حلال کی ہو، تو اس آدمی پر اس کی وجہ سے حج فرض ہو جاتا ہے، اور اس طرح کی رقم سے اس کے لئے حج اور عمرہ کرنا شرعاً جائز ہے (۲)۔

---

(۱) فتاویٰ ہندیہ (۱:۲۱۸) (۲) جدید فقہی مسائل (۱:۱۳۰)

حج کے فرائض

حج میں تین چیزیں فرض ہیں:

(۱) احرام باندھنا: احرام کا معنی ہے حرام کرنا، جب حاجی حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے تلبیہ پڑھتا ہے تو اس پر چند حلال اور جائز چیزیں بھی احرام کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں، اس وجہ سے اسے احرام کہا جاتا ہے، اور پھر ان چادروں کو بھی احرام کہہ دیتے ہیں، جن کو احرام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

(۲) وقوف عرفہ: ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو زوال آفتاب کے وقت سے دس ذی الحجہ کی صبح صادق تک کسی وقت عرفات میں ٹھہرنا، اگرچہ ایک لمحہ کے لئے ہی ہو۔

۳) طواف زیارت: اس کا وقت دس ذی الحجہ کی صبح صادق سے بارہ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک ہے، مگر دس ذی الحجہ کو کرنا بہتر ہے۔

واجبات حج

حج میں بہت سے امور واجب ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) دس ذی الحجہ کی صبح صادق کے بعد کچھ وقت کے لئے مزدلفہ ٹھہرنا۔

(۲) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

(۳) رمی جمار یعنی شیطان کو کنکریاں مارنا۔

(۴) سر کے بال منڈانا یا کتروانا۔

(۵) آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والے کا طواف وداع کرنا۔

طواف کی اقسام

طواف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) طواف قدوم: مکہ مکرمہ داخل ہونے کے بعد بیت اللہ پہنچ کر جو طواف کیا جاتا ہے اسے طوافِ قدوم کہا جاتا ہے، یہ اس آفاقی کے لئے سنت ہے جو صرف حج مفرد یا قران کرے، اور تمتع اور عمرہ کرنے والے کے لئے سنت نہیں، اگرچہ وہ آفاقی ہو(۱)۔

مسئلہ:- طواف قدوم کا وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے وقت سے وقوف عرفہ تک ہے، اگر وقوف عرفہ کرلیا اور طواف نہیں کیا تو پھر یہ طواف ساقط ہوجاتا ہے کیوں کہ اب اس کا وقت نہیں رہا۔

مسئلہ:- اگر کسی نے وقوف عرفہ سے پہلے نفلی طواف کرلیا، اور طواف قدوم کی نیت نہیں کی، تو اس سے طواف قدوم ادا ہوجاتا ہے، کیوں کہ طواف قدوم کے لئے کوئی خاص نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۲) طوافِ زیارت: اس کی تشریح پہلے تحریر ہوچکی ہے۔

(۳) طوافِ وداع: بیت اللہ سے واپسی پر جو طواف کیا جاتا ہے اسے طوافِ وداع کہتے ہیں، یہ طواف آفاقی پر واجب ہے۔

حج کی قسمیں

حج کی تین قسمیں ہیں: افراد، قران اور تمتع

---

(۱) معلم الحجاج (ص:۱۳۶)

(۱) حج افراد : اگر میقات سے صرف حج کا احرام باندھا جائے ،اور احرام باندھتے وقت صرف حج کی نیت کی جائے، تو یہ حج افراد کہلاتا ہے۔

یہ احرام بقرہ عید تک بندھا رہے گا، حج کرنے کے بعد کھلے گا، کیونکہ اس میں عمرہ شامل نہیں ہوتا، یہ احرام لمبا ہو جاتا ہے، ہاں اگر ایام حج کے قریب باندھا جائے تو پھر لمبا نہ ہوگا، اس حج میں قربانی واجب نہیں ہوتی۔

(۲) حج قران: اگر میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھیں، اور ایک ہی احرام سے دونوں کو ادا کرنے کی نیت کریں، تو یہ حج قران کہلاتا ہے۔

یہ احرام بھی بقرہ عید تک بندھا رہے گا، پہلے عمرہ کیا جائے گا، عمرہ کے بعد احرام برقرار رہے گا، اس میں عمرہ کر کے بال کٹوانا جائز نہیں، اور پھر حج کر کے قربانی کے بعد، سر کے بال کترواکر، یہ احرام کھلے گا، یہ احرام بھی بعض دفعہ لمبا ہو جاتا ہے، اس حج میں بطور شکرانے کے قربانی واجب ہوتی ہے۔

(۳) حج تمتع : اگر میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھیں اور شوال کا مہینہ شروع ہونے کے بعد، عمرہ کر کے احرام کھول دیں، پھر عام شہریوں کی طرح رہیں، اور پھر ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ کو حج کا احرام باندھ کر حج کریں، تو یہ ''حج تمتع'' کہلاتا ہے، اس حج میں بھی بطور شکرانے کے قربانی واجب ہوتی ہے (۱)۔

حج بدل

جس شخص پر حج فرض ہو جائے، اور اس نے حج ادا کرنے کا زمانہ بھی پالیا تھا، مگر

---

(۱) عمدۃ الفقہ (۴:۷۱)

قدرت کے باوجود کسی وجہ سے حج ادا نہ کیا، پھر وہ حج کرنے سے معذور اور عاجز ہو گیا، تو شرعاً اس پر فرض ہے کہ اپنی طرف سے کسی کو بھیج کر حج بدل کرائے، اور اگر زندگی میں حج بدل نہ کرا سکا تو موت کے وقت اس بات کی وصیت کرنا واجب ہے کہ میری طرف سے حج بدل کرایا جائے۔

حج بدل کی شرائط

حج بدل صحیح ہونے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) جس شخص کی طرف سے حج بدل کیا جا رہا ہو، اس پر حج بدل کرانے کے وقت حج فرض ہو، اگر اس وقت اس پر حج فرض نہیں تھا، اور اس حالت میں اپنی طرف سے حج بدل کرا دیا، تو یہ نفلی حج ہو گا، اس کے بعد اگر اس پر حج فرض ہو جائے، تو اب دوبارہ خود حج کرنا پڑیگا، خود نہ کر سکا، تو حج بدل دوبارہ کرانا پڑے گا۔

(۲) آمر (حج کرانے والا آدمی) دائمی طور پر خود حج کرنے سے عاجز اور معذور ہو، اور اس کا یہ عجز موت تک باقی رہے، اگر حج بدل کرانے کے بعد اس معذور کا عذر ختم ہو جائے، مثلاً بیمار تھا صحیح ہو گیا یا عورت کو محرم مل گیا، تو اب دوبارہ خود حج کرنا ضروری ہو گا، اور جو حج بدل کرایا ہے، وہ نفلی حج ہو جائے گا۔

(۳) آمر دوسرے شخص کو اپنی طرف سے حج بدل کرانے کے لئے حکم کرے، یا کم از کم اسے حج بدل کرنے کی اجازت دیدے، اگر اس کے امر اور اجازت کے بغیر کسی شخص نے اس کی طرف سے حج بدل کر دیا تو اس کا فرض حج ادا نہیں ہو گا۔

(۴) ''مأمور'' یعنی حج بدل کرنے والا، مسلمان اور عاقل ہو، پاگل نہ ہو اور بالغ ہو، اگر نابالغ ہو تو اس میں اتنی سمجھداری اور صلاحیت ہو کہ احکامِ حج ادا کرنے اور سفر کے انتظام کی

تمیز رکھتا ہو۔

(۵) حج بدل کرنے پر اجرت اور معاوضہ لینا دینا جائز نہیں، اگر کسی نے باقاعدہ اجرت طے کر کے کسی سے حج بدل کرایا، تو لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہونگے، مگر آمر کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا، اور حج کے اخراجات کے علاوہ اس نے جو معاوضہ لیا ہے، وہ واپس کرنا واجب ہوگا۔

(۶) سفر حج کے تمام ضروری اخراجات آمر پر واجب ہیں، اگر مأمور نے اپنا مال خرچ کر کے اس کی طرف سے حج بدل کر دیا، تو آمر کا حج فرض ادا نہ ہوگا۔

(۷) اگر آمر زندہ ہے، اور اسکے حکم سے یا مرحوم کی وصیت سے حج بدل کیا جا رہا ہو، تو آمر اور وصیت کرنے والے مرحوم کے وطن سے حج بدل کا سفر شروع کیا جائے گا، لیکن یہ حکم جب ہے کہ وصیت کرنے والے کے کل مال کا ایک تہائی اتنا ہو، کہ اس کے وطن سے حج کرایا جا سکے، اور اگر تہائی مال میں یہ گنجائش نہ ہو اور وارث بھی تہائی سے زائد خرچ کرنے کے لئے راضی نہیں تو پھر ایک تہائی مال میں جس جگہ سے بھی حج کرایا جا سکتا ہو، کرایا جائے۔

اسی طرح اگر مرنے والے نے خود اپنے وطن کے علاوہ کسی دوسری جگہ سے حج بدل کرنے کی وصیت کر دی ہو تو پھر اسی جگہ سے حج بدل کرایا جائے گا مثلاً اس نے وصیت کی کہ جدہ سے یا مکہ مکرمہ سے میری طرف سے حج بدل کرا دیا جائے تو اسی طرح کیا جائے گا اور اگر کسی نے حج کا حکم یا وصیت تو نہیں کی، مگر اس کا کوئی آدمی از خود ہی تبرعاً اس کی طرف سے حج بدل کرنا یا کرانا چاہتا ہے، تو اس کے لئے اس مرحوم کے وطن سے سفر شروع کرنا شرط نہیں ہے، یہ سفر کسی بھی جگہ سے کیا جا سکتا ہے، چنانچہ مکہ یا مدینہ میں رہنے والا بھی اس کے لئے حج بدل کر سکتا ہے۔

(۸) مامور یعنی حج بدل کرنے والے پر لازم ہے کہ احرام باندھتے وقت حج کرانے والے

آمر کی طرف سے حج کی نیت کرے۔

(۹) مامور کو چاہیئے کہ خود ہی آمر کی طرف سے حج بدل کرے، آمر کی اجازت کے بغیر مامور کے لئے کسی دوسرے سے حج بدل کرانا جائز نہیں، اگر آمر کی اجازت کے بغیر، کسی کو بھیج دیا، تو وہ مامور کا حج ہو جائے گا، آمر کا نہیں ہوگا، اور اس کو آمر کی رقم واپس کرنی پڑے گی۔

(۱۰) مامور پر لازم ہے کہ وہ حج بدل مکمل ارکان، واجبات اور آداب کے ساتھ ادا کرے، نہ تو حج کو فاسد کرے، اور نہ فوت ہونے دے، فاسد ہونے کی صورت یہ ہے، کہ وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کرلے، اور فوت کرنے کی صورت یہ ہے، کہ احرام کے باوجود وقوفِ عرفہ نہ کرے، لہٰذا اگر فاسد کر دیا یا فوت کر دیا، تو آمر کا حج ادا نہیں ہوا، اور فاسد کرنے والے پر واجب ہوگا، کہ آمر نے جتنی رقم حج بدل کے لئے اسے دی تھی، وہ واپس کرے اور آئندہ سال اپنے مال سے حج کی قضاء کرے، یہ قضاء بھی اسی مامور کی طرف سے ہوگی، آمر کی طرف سے نہیں ہوگی، آمر کو اپنا حج بدل الگ کرانا ہوگا۔

(۱۱) مامور جب حج کا احرام باندھے تو صرف ایک ہی حج کی نیت کرے، بیک وقت دو حج کی نیت کر کے احرام باندھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ ایک ہی شخص کی طرف سے حج بدل کا احرام باندھے، ایسا نہ کرے کہ دو آدمیوں کی طرف سے حج بدل کی نیت کرے، اگر ایسا کر لیا، تو کسی کا بھی حج نہیں ہوگا۔

(۱۲) مامور یعنی حج بدل کرنے والا؛ آمر یعنی حج کرانے والے کی میقات سے احرام باندھے، یعنی اس کے وطن سے مکہ معظّمہ جاتے ہوئے جو میقات آتی ہے، اس سے حج بدل کا احرام باندھے۔

(۱۳) مامور آمر کی مخالفت نہ کرے مثلاً اگر آمر نے اسے حج افراد کا کہا ہے تو یہ یہی حج کرے، اگر قران یا تمتع کا کہا ہے، تو اسی کے مطابق حج کرے، اس کی خلاف ورزی نہ

کرے ورنہ یہ حج مامور کی طرف سے ہو جائے گا، آمر کی طرف سے نہیں ہوگا، اس صورت میں مامور پر لازم ہوگا کہ آمر کو اس کی رقم واپس کرے۔

جس نے اپنا حج نہیں کیا اس سے حج بدل کرانا

افضل اور بہتر یہی ہے کہ حج بدل اس شخص سے کرایا جائے، جو اپنا حج فرض ادا کر چکا ہو، اور جس نے اپنا حج ادا نہیں کیا، اگر وہ ایسا ہے کہ اس پر حج فرض ہی نہیں، تو اس کا حج بدل کے لئے جانا جائز ہے، مگر بہتر نہیں ہے، اور اگر خود اس شخص کے ذمہ حج فرض ہے، اور اس نے ابھی تک ادا نہیں کیا، اس حالت میں دوسرا کوئی اس کو اپنی طرف سے حج بدل کے لئے بھیج دے، تو بھیجنے والے کے لئے تو مکروہ ہے، مگر اس شخص کا حج بدل کے لئے جانا ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ جب اس کو حج کی سہولت میسر آ جائے، تو اپنا حجِ فرض ادا کرے، تاہم ایسا آدمی اگر حج بدل کے لئے چلا جائے، تو آمر کی طرف سے حج بدل ادا ہو جائے گا۔

جس شخص پر حج فرض نہ ہو، اگر یہ کسی دوسرے کی طرف سے حج بدل پر چلا جائے اور اسی کی طرف سے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں داخل ہو جائے، تو محض بیت اللہ کے پاس پہنچنے سے خود اس کے ذمہ حج فرض نہیں ہوتا، کیونکہ یہ شخص اس وقت دوسرے آدمی کے لئے حج کرنے آیا ہے اور اسی کے خرچ پر پہنچا ہے، اور اپنا حج کرنے کی اس حالت میں اسے قدرت نہیں ہے، اس لئے محض بیت اللہ کے پاس پہنچنے سے خود اس پر حج فرض نہیں ہوتا، ہاں جب یہ واپس اپنے وطن چلا جائے، اور حج اس پر فرض ہو جائے، تو پھر اس پر اپنے حج کی ادائیگی لازم ہوگی (۱)۔

---

(۱) جواہر الفقہ (۱:۴۹۷-۵۱۵)

عورت کی طرف سے مرد کا اور مرد کی طرف سے عورت کا حج بدل کرنا

حج بدل کے لئے کسی بھی شخص کو بھیجا جا سکتا ہے، چنانچہ عورت کی طرف سے مرد بھی حج بدل کر سکتا ہے اور مرد کی طرف سے عورت بھی حج بدل کر سکتی ہے (۱)۔

حج بدل میں افراد، قران اور تمتع میں سے کس کی نیت کی جائے

حج بدل میں بہتر یہ ہے کہ حج بدل کرنے والا حج مفرد کی نیت کرے، کیوں کہ اس میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، لیکن اگر آمر نے حج بدل کرنے والے کو عام اجازت دیدی ہو کہ تمہیں اختیار ہے جس طرح کا چاہو میری طرف سے حج کرلو خواہ حج مفرد ہو یا قران یا تمتع، تو اس صورت میں مامور کے لئے حج مفرد اور قران کرنا تو بالاتفاق جائز ہے، مگر حج تمتع کے درمیان فقہاء کا اختلاف ہے، بعض حضرات حج بدل میں تمتع کی بالکل اجازت نہیں دیتے، اگرچہ آمر نے اس کی اجازت بھی دی ہو، تاہم دلائل کے اعتبار سے راجح یہی ہے کہ حج بدل میں آمر کی اجازت سے حج تمتع کرنا بھی جائز ہے، معاملہ چونکہ ایک فرض کی ادائیگی کا ہے، اس لئے احتیاط لازم ہے، لہٰذا جہاں تک ممکن ہو، حج بدل میں افراد یا قران کیا جائے، حج تمتع نہ کیا جائے، لیکن اس زمانے میں حج وعمرہ کرنے میں عام آدمی چونکہ آزاد نہیں کہ جب اور جس وقت چاہیں جا سکیں، اور احرام کے لمبا ہونے سے بچنے کے لئے ایام حج کے بالکل قریب سفر کریں، ہر طرف حکومتوں کی سخت پابندیاں اور ضابطے ہیں، اس لئے اگر کسی حج بدل کرنے والے کو وقت سے زیادہ پہلے جانے کی مجبوری ہو، اور طویل احرام میں واجباتِ احرام کی پابندی مشکل نظر آئے تو اس کے لئے حج تمتع کر لینے میں بھی گنجائش ہے، مگر پھر بھی کوشش کرے کہ ایسے جہاز سے جائے جس کے بعد حج میں زیادہ دیر نہ ہو تاکہ وہ حج مفرد یا قران کی نیت کر سکے، اور حج تمتع کے لئے مجبور نہ ہو۔ (۲)

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۴:۵۷) (۲) جواہر الفقہ (۱:۵۱۶)

عمرہ اور حج ادا کرنے کا طریقہ

تلبیہ

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَاشَرِیْکَ لَکَ.

"حاضر ہوں اے اللہ، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بلاشبہ تمام تعریفیں اور سب نعمتیں آپ ہی کے لئے ہیں، اور ملک بھی آپ ہی کا ہے، اور آپ کا کوئی شریک نہیں ہے"۔

((یہ کلمات تمام عازمین حج وعمرہ کو یاد کر لینے چاہیئے))

سفرِ حج سے پہلے

جب کسی شخص کا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ ہو، تو اسے مندرجہ ذیل کام کر لینے چاہئیں۔

(۱) سب سے پہلے اپنی نیت خالص کرلے کہ میں یہ سفر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کر رہا ہوں۔

(۲) اگر مکروہ وقت نہ ہو، تو توبہ کی نیت سے دو رکعت نفل پڑھے، اور گذشتہ تمام گناہوں سے دل کی گہرائیوں سے توبہ کرے۔

(۳) نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقۂ فطر، قربانی اور منت وغیرہ کے فرض و واجب ہونے کے بعد سے ان کی ادائیگی میں اگر کچھ کوتاہیاں ہوئی ہوں، تو ان کی تلافی کا پختہ ارادہ کرے، اور حسبِ طاقت قضا کرنا شروع کردے۔

(۴) کسی سے لڑائی جھگڑا ہو گیا ہو، یا برا بھلا کہہ دیا ہو، یا کوئی حق تلفی ہوگئی ہو، تو معافی مانگے، اور کہا سنا معاف کرائے خصوصاً رشتہ داروں اور ملنے جلنے والوں سے صلح وصفائی کرے، اگر والدین زندہ ہوں، اور ناراض ہوں، تو انہیں سب سے پہلے راضی کرے۔

(۵) اپنے اوپر کسی کا کوئی مالی حق واجب ہو مثلاً قرض ہو یا امانت ہو تو اس کو ادا کرے، ورنہ ادا کرنے کی وصیت لکھدے، اور اپنے لین دین کا سارا حساب کسی قابلِ اعتماد شخص کے سپرد کرے۔

(۶) سفرِ حج سے واپس آنے تک اہل وعیال کے اخراجات وغیرہ کا مناسب انتظام کرے (۱)۔

---

(۱) ردالمختار (۲:۴۶۲)

۷) حج اور عمرہ کرنے کا طریقہ اور ان کے ضروری مسائل سیکھنا شروع کردے، اس مقصد کے لئے کسی معتبر عالم دین اور مفتی سے استفادہ کرے، اور حج کے موضوع پر تحریر کردہ رسائل اور کتابوں کا مطالعہ کرے۔

سفر حج کا آغاز

حج کے سفر کے لئے جب گھر سے نکلنے لگیں اور وہ وقت مکروہ نہ ہو تو گھر میں عام نوافل کی طرح دو رکعت ادا کریں، چونکہ سفر حج ۴۸ میل (۷۷ کلومیٹر) سے زیادہ کا ہے، اس لئے جب آپ اپنے شہر کی حدود سے باہر نکل جائیں گے تو آپ ''شرعی مسافر'' ہو جائیں گے، لہذا اب ظہر عصر اور عشاء کے وقت چار کے بجائے دو رکعت فرض پڑھنے ہو نگے، البتہ کوئی امام مقیم ہو اور آپ اس کے پیچھے باجماعت نماز ادا کریں، تو اس کے پیچھے چار رکعت ہی ادا کی جائیگی، ہاں اگر امام بھی مسافر ہو، یا جماعت نکل گئی ہو، تو پھر دو رکعت فرض ادا کئے جائیں گے، اور فجر و مغرب کے فرض بدستور پورے پڑھے جائیں، ان میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

خواتین چونکہ تنہا نماز ادا کرتی ہیں، اس لئے وہ ظہر عصر اور عشاء میں دو رکعت ادا کریں گی، اور فجر کی دو اور مغرب کی تین رکعت ہی ادا کرنی ہونگی۔

سنتوں اور نفلوں کا حکم مردوں اور خواتین کے لئے یکساں ہے، کہ اگر اطمینان کا وقت ہے تو سنت اور نوافل پورے پڑھے جائیں گے، اور اگر جلدی ہے، یا تکلیف ہوتی ہے، یا اور کوئی دشواری ہے تو سنن اور نوافل کو چھوڑنا جائز ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

پاکستان سے حج کے لئے جدہ روانگی

جو شخص پاکستان سے حج یا عمرہ کے لئے جائے تو اگر وہ ہوائی جہاز کے ذریعے جدہ

جارہا ہو، تو اسے ائرپورٹ سے ہی احرام باندھ لینا چاہیئے، اور جب جہاز پرواز کرنا شروع کردے، تو کچھ دیر کے بعد حج یا عمرہ کی نیت کا تلبیہ پڑھ لے، اور اگر اس کا یہ سفر بحری راستے سے ہو، تو پھر کراچی بندرگاہ سے احرام باندھنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ جدہ سے پہلے مقام ''یلملم'' سے احرام باندھا جائے گا، اس کا جہاز میں اعلان بھی کردیا جاتا ہے، لیکن احرام باندھنے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے، کہ وہ شخص کس قسم کا احرام باندھنا چاہتا ہے، کیونکہ حج کی کئی قسمیں ہیں، جو پہلے ذکر کی جاچکی ہیں، ان میں سے جس قسم کا بھی حج کیا جائے تو اس کی نیت کرنا ضروری ہے اس لئے احرام باندھنے سے پہلے اس کی تعیین ضروری ہے، (۱)

حج کی مذکورہ تین قسموں میں سے چونکہ حجاج کے لئے تمتع زیادہ آسان ہے، لہذا اسی کے مطابق پہلے عمرہ کا طریقہ اور پھر حج کا طریقہ تحریر کیا جائے گا۔

عمرہ

لغت میں عمرہ ''زیارت'' کرنے کو کہتے ہیں اور شریعت میں احرام باندھ کر اسلام کے بتائے ہوئے مخصوص طریقے کے مطابق بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے کو عمرہ کہتے ہیں۔

عمرہ کا حکم

جو شخص بیت اللہ جانے کی طاقت رکھتا ہو، کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہ ہو، تو ایسے مسلمان پر زندگی میں ایک بار عمرہ کرنا ''سنت مؤکدہ'' ہے۔

---

(۱) ہدایہ (۱:۲۳۴)

عمرہ کے فرائض

عمرہ میں دو چیزیں فرض ہیں: (۱) احرام (۲) بیت اللہ کا طواف۔

عمرہ کے واجبات

عمرہ میں دو چیزیں واجب ہیں: (۱) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا (۲) بال منڈانا یا کتروانا (۱)۔

عمرہ کے فضائل

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، اگر وہ دعاء کریں تو وہ ان کی دعا قبول فرمائے اور اگر وہ اس سے مغفرت طلب کریں تو وہ ان کی مغفرت فرمادے (۲)۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عمرہ سے دوسرے عمرے تک کفارہ ہو جاتا ہے ان کے درمیان کے گناہوں کا اور "حج مبرور" (پاک اور مخلصانہ حج) کا بدلہ تو بس جنت ہے (۳)۔

رمضان میں عمرہ کا ثواب

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میرے خاوند اور ان کے بیٹے تو حج کر کے چلے گئے اور مجھے چھوڑ گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے (۴)۔

---

(۱) ردالمحتار (۲:۴۷۲) (۲) سنن ابن ماجۃ (ص: ۲۰۷)

(۳) صحیح بخاری (۱:۲۳۸) (۴) جامع ترمذی (۱:۱۸۶)

اس حدیث میں رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت اس قدر ہے کہ گویا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج ادا کیا، اس کا یہ معنی نہیں کہ جو شخص رمضان میں عمرہ کر لے، تو اس کا حج فرض بھی ادا ہو جاتا ہے، اگر اس پر حج فرض ہے تو اس کی ادائیگی اس پر لازم ہوگی، رمضان میں عمرہ کرنے سے وہ حج ادا نہیں ہوگا۔

احرام کا طریقہ اور اس کے آداب

حج یا عمرہ کا احرام باندھنے سے پہلے مندرجہ ذیل کام کر لینے چاہیں:

(۱) سر کے بال سنواریں، خط بنوائیں، مونچھیں کتریں، زیر ناف بال اور بغل کے بال صاف کر لیں۔

(۲) احرام کی نیت سے غسل کریں، ورنہ کم از کم وضو کر لیں، پھر سر اور ڈاڑھی میں تیل لگائیں، کنگھا کریں، جسم اور احرام کی چادروں پر ایسی خوشبو لگائیں جس کا دھبہ نہ لگے۔

(۳) مرد حضرات سلے ہوئے کپڑے اتار دیں اور ایک سفید چادر ناف کے اوپر تہبند کے طور پر باندھ لیں اور ایسے جوتے اور چپل اتار دیں، جن سے پیروں کے پشت کی ابھری ہوئی ہڈی چھپ جاتی ہو، اور ہوائی چپل پہن لیں، جس میں مذکورہ ہڈی کھلی رہتی ہے، البتہ خواتین سلے ہوئے کپڑے اور جوتے وغیرہ بدستور پہنے رکھیں۔

(۴) اگر مکروہ وقت نہ ہو تو احرام کی نیت سے سر ڈھانک کر، عام نفلوں کی طرح دو رکعت نفل پڑھیں اور اگر مکروہ وقت ہو، تو نفل پڑھے بغیر ہی عمرہ کی نیت کر لیں (۱)۔

عمرہ کی نیت اور اس کا بہتر وقت

(۱) پاکستان سے ہوائی جہاز کے ذریعہ مکہ مکرمہ جانے والے خواتین وحضرات پر لازم ہے

---

(۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ (۳:۲۱۱) عمدۃ الفقہ (۴:۱۲۰)

کہ جہاز پر سوار ہونے سے پہلے احرام باندھ لیں، یا جہاز روانہ ہونے کے ڈیڑھ گھنٹہ کے اندر جہاز میں احرام باندھ لیں تا کہ احرام کے بغیر میقات سے گزرنا لازم نہ آئے، کیونکہ ہوائی جہاز کے راستے میں میقات آجاتی ہے، اگر ہوائی جہاز میں احرام نہ باندھا تو گناہ بھی ہوگا اور ایک دم (قربانی) بھی لازم ہوگا۔

لیکن احرام باندھ کر فوراً ہی عمرہ کی نیت اور تلبیہ نہ پڑھیں، کیونکہ بعض اوقات احرام باندھنے کے بعد جہاز کی روانگی منسوخ یا لیٹ ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے احرام کی حالت میں رہنا دشوار ہوتا ہے ہاں جب جہاز فضا میں پرواز شروع کر دے، اور آپ اطمینان وسکون کے ساتھ اپنی سیٹ پر بیٹھ جائیں، تو اس وقت جہاز میں نیت اور تلبیہ پڑھ لیں، اب جب نیت اور تلبیہ پڑھ لیا، تو احرام کی پابندیاں شروع ہوگئیں،

اور بحری جہاز سے مکہ مکرمہ جانے والے خواتین وحضرات کو "یلملم" کی محاذات سے احرام باندھنا افضل ہے اور اگر وہ جدہ پہنچ کر احرام باندھیں تو اس کی بھی گنجائش ہے، مرد حضرات عمرہ کی نیت کے وقت اپنا سر کھول دیں البتہ دونوں کاندھے چادر سے ڈھکے رہنے دیں اور عمرہ کی نیت یوں کریں:

اے اللہ! میں آپ کی رضا کے لئے عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں، آپ اس کو میرے لئے آسان کر دیجئے، اور اسے قبول کر لیجئے۔

اس کے فوراً بعد عمرہ کے احرام کی نیت سے درمیانی آواز کے ساتھ تین مرتبہ لبیک کہیں، لبیک یہ ہے:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَاشَرِیْکَ لَکَ.

اس کے بعد آہستہ آہستہ درود شریف پڑھیں، اور دعا مانگیں، پھر کثرت سے

تلبیہ پڑھتے رہیں، کھڑے، بیٹھے، چلتے، پھرتے، اترتے، چڑھتے پاکی وناپاکی، ہر حالت میں خصوصاً فرض نمازوں کے بعد کثرت سے تلبیہ پڑھتے رہیں مرد حضرات ذرا بلند آواز سے اور خواتین آہستہ آواز سے پڑھیں، پھر آہستہ آواز سے درود شریف پڑھ کر کوئی بھی دعا مانگیں اور تلبیہ جب بھی پڑھیں، لگاتار تین مرتبہ پڑھیں (۱) ۔

(۲)......احرام باندھنے کا مذکورہ حکم، اس شخص کے لئے ہے جو آفاقی ہو، کیونکہ آفاقی شخص اگر عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ آئے، تو اپنی میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر آنا اس پر لازم ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ سے عمرہ کرنا چاہتا ہے، تو وہ احرام باندھنے کے لئے ''حل'' میں آئے گا، یہی اس کی میقات ہے، اس لئے ''حل'' میں جا کر جس جگہ سے بھی احرام باندھے، جائز ہے، لیکن مقام تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھنا، اس کے لئے افضل ہے (۲) ۔

خواتین کا احرام

خواتین تمام سلے ہوئے کپڑے بدستور پہنے رکھیں اور احرام باندھنے سے پہلے جو کام اوپر لکھے گئے ہیں، ان میں جو کام ان کے مناسب ہیں، ان کو کریں، اگر مکروہ وقت نہ ہو، اور ماہواری بھی نہ آرہی ہو، تو احرام باندھنے کی نیت سے دو رکعت نفل ادا کریں، اور اگر مکروہ وقت ہو یا ماہواری کے ایام ہوں تو پھر نفل نہ پڑھیں، غسل یا صرف وضو کر لیں، اور جب جہاز پرواز کرنا شروع کر دے، تو چہرے سے کپڑا ہٹا لیں، اور عمرہ کی نیت یوں کریں:

اے اللہ! میں آپ کی رضا کے لئے عمرہ کرنے کی نیت کرتی ہوں، آپ اس کو میرے واسطے آسان کر دیجئے، اور اسے قبول کر لیجئے۔ آمین۔

---

(۱) البحر الرائق (۲:۳۲۵) (۲) ھدایہ (۱:۲۳۵)

اس کے فوراً بعد تین مرتبہ آہستہ آواز سے لبیک کہیں، یا کوئی دوسری عورت، یا اس کا محرم کہلوادے، اس کے بعد ہلکی آواز سے درود شریف پڑھیں، اور یہ دعا کریں:

اے اللہ! میں آپ سے آپ کی رضا اور جنت مانگتی ہوں، اور آپ سے آپ کی ناراضگی اور دوزخ سے پناہ مانگتی ہوں۔ آمین۔

اس کے بعد کثرت سے مگر آہستہ آواز سے تلبیہ پڑھتی رہیں۔

*......خواتین کو احرام کی حالت میں سر ڈھانکنا واجب ہے۔

*......خواتین کو احرام کی حالت میں ہر قسم کے جوتے، چپل اور ہر قسم کے سلے ہوئے کپڑے استعمال کرنا جائز ہے، اگرچہ رنگین ہوں۔

*......نیت اور تلبیہ کے بعد چونکہ احرام کی پابندیاں شروع ہو جاتی ہیں، اس لئے خواتین صرف چہرہ سوتے، جاگتے، چلتے، پھرتے، ہر وقت کھلا رکھیں، کسی وقت بھی اس پر کپڑا نہ لگنے دیں، اور نہ کپڑے سے ڈھانکیں، لیکن اس کے ساتھ، چونکہ شرعی پردہ کرنا بھی فرض ہے، اس لئے اس میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے، احرام کی حالت میں خواتین کے لئے شرعی پردہ کا طریقہ اگلے عنوان میں آرہا ہے(۱)۔

احرام اور پردہ

خواتین کو حج یا عمرہ کے احرام کی حالت میں، اور احرام کے بغیر بھی مکہ مکرمہ، یا مدینہ منورہ میں، دوران قیام نامحرم مردوں سے پردہ کرنا فرض ہے، شرعی پردہ نہ کرنا، اور بے پردہ ہو کر سامنے آنا، ساتھ رہنا، ملنا، جلنا، سب ناجائز اور حرام ہے، اور سخت گناہ ہے، جس سے بچنا، اور توبہ کرنا ضروری ہے، حرمین شریفین میں، حرم محترم کی عظمت کے پیش نظر

---

(۱) اسلامی فقہ (۱:۴۹۶) زبدۃ المناسک (ص:۹۹)

بے پردگی کا یہ گناہ اور زیادہ سنگین ہو جاتا ہے، اس لئے وہاں شرعی پردے کا اہتمام کرنا اور زیادہ ضروری ہے (۱)۔

جاہلوں میں مشہور ہے کہ حج یا عمرہ کا سفر شروع ہوتے ہی نامحرم مرد اور عورت سگے بہن بھائی کی طرح ہو جاتے ہیں، اس لئے خواتین نامحرم مردوں سے اپنا پردہ ختم کر دیتی ہیں، اور جہاز میں سوار ہوتے ہی برقعہ اتار دیتی ہیں، اور پھر پورے سفر حج میں قیام کے دوران بے پردہ رہتی ہیں، یہ بالکل غلط ہے، اور ناجائز ہے، ہر موقع پر شرعی پردہ فرض ہے، اور اس کا اہتمام ضروری ہے۔

اسی طرح بعض جاہل لوگ کہتے ہیں، کہ سفر حج میں کسی کو اتنی فرصت ہے کہ عورتوں کو بری نگاہ سے دیکھے، اور ان سے برائی کا ارادہ کرے، اس لئے پردہ کی کوئی ضرورت نہیں، یہ بھی سراسر غلط ہے، اور اس وجہ سے شرعی پردہ چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

احرام میں شرعی پردہ کرنے کا طریقہ

خواتین کو حج یا عمرہ کے احرام میں بھی نامحرم مردوں سے پردہ کرنا فرض ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ کپڑا چہرے سے نہ لگے۔

ان دونوں پر عمل کرنے کی آسان ترکیب یہ ہے، کہ خواتین ایک ولایتی ٹوپی خرید لیں، اور اس میں آنکھوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے، جو گتہ چھجے کی طرح آگے لگا ہوا ہوتا ہے، اس پر باریک کپڑے کی نقاب سی لیں، جس میں چہرہ بھی نہ جھلکے، اور آنکھوں کے سامنے، باریک سی جالی سی لیں، تاکہ راستہ بآسانی نظر آسکے، اور اس کو سر اور پیشانی کے اوپر اوڑھ لیں، اور برقعہ کی نقاب سر کے پیچھے کرلیں، اور باقی تمام جسم کو برقعہ سے

---

(۱) زبدۃ المناسک (ص:۲۴۶)

ڈھانپ لیں، اور چہرے کے سامنے ٹوپی کی نقاب ایک ہاتھ سے تھامے رکھیں، تاکہ وہ ہوا سے اڑکر چہرے پر نہ لگنے پائے، اس طرح نامحرم مردوں سے پردہ بھی ہو جائے گا، اور نقاب بھی چہرے سے دور رہے گی، یہ طریقہ قابل عمل ہے، چنانچہ حرم میں بہت سی خواتین کو اس طرح پردہ کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

اگر کسی خاتون کا حالتِ احرام میں، نقاب کا کپڑا یا کوئی دوسرا کپڑا چہرے سے لگ جائے، اور وہ فوراً ہٹا دے تو اس میں کوئی جرمانہ واجب نہیں، خواہ کتنی بار لگے لیکن اس سے بھی بہر حال بچنا چاہیئے، اور اگر کچھ دیر تک کپڑا چہرے سے لگا رہے، لیکن ایک گھنٹہ سے کم کم لگے، تو ہر مرتبہ میں، ایک مٹھی گندم صدقہ دینا واجب ہے، اور اگر ایک گھنٹہ سے زیادہ، اور ایک دن یا ایک رات سے کم کپڑا چہرے سے لگا رہے، تو صدقہ فطر کے برابر یعنی پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے، اور اگر کامل ایک دن یا کامل ایک رات کپڑے سے چہرہ چھپائے رکھے، اور کپڑا چہرہ سے لگا رہے، اور ایسا کرنا کسی عذر کے بغیر ہو، تو ایک دم (قربانی) واجب ہے (۱)۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

عام طور پر احرام کی حالت میں، خواتین سر پر سفید رومال باندھنا ضروری سمجھتی ہیں، اور وہ اسی کو احرام سمجھتی ہیں، یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ خواتین کا احرام چہرہ میں ہے، کہ اسے کھلا رکھیں اور اس پر کوئی کپڑا لگنے نہ پائے، ان کا سر احرام میں داخل ہی نہیں، البتہ اگر خواتین اپنے سر پر رومال باندھ لیں، تو یہ جائز ہے، کیونکہ سر ڈھانکنا عورت پر فرض ہے، لیکن پیشانی سے اوپر باندھیں، اور اس کو احرام کا جزء یا ضروری نہ سمجھیں۔

---

(۱) ھدایۃ (۱:۲۵۵) سنن ابی داود (۱:۲۵۴) غنیۃ المناسک (ص:۱۴۷)

اور جب وضو کرنے لگیں تو اس سفید رومال کے اوپر سر کا مسح نہ کریں، یہ جائز نہیں ہے، بلکہ اسے کھول کر کم از کم چوتھائی سر پر مسح کرنا فرض ہے، اگر کسی نے رومال کے اوپر ہی مسح کر دیا، تو اس کا وضو صحیح نہیں ہوگا، اور جب وضو صحیح نہیں ہوا، تو نماز بھی اس سے صحیح نہیں ہوگی (۱)۔

احرام کی حالت میں ممنوع امور

درج ذیل امور احرام کی حالت میں ممنوع ہیں، ان کے کرنے سے گناہ بھی ہوتا ہے، اور جرمانہ بھی واجب ہوتا ہے، چنانچہ ان کا ارتکاب کرنے سے بعض صورتوں میں قربانی واجب ہوتی ہے، اور بعض صورتوں میں صدقہ لازم ہوتا ہے، اور بعض صورتوں میں گناہ ہوتا ہے، اگر ایسی کوئی غلطی ہو جائے، تو کسی ماہر عالم سے اس کا حکم دریافت کر لیا جائے، یا کسی معتبر کتاب میں اس کا حکم دیکھ لیا جائے۔

ان امور کے ارتکاب سے چونکہ حج یا عمرہ کے ثواب میں کمی واقع ہو جاتی ہے، اس لئے ان سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا چاہیئے۔

(۱) مرد حضرات کے لئے احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے، ٹوپی، موزہ اور دستانے وغیرہ پہننا منع ہے، اسی طرح ایسا جوتا پہننا بھی منع ہے، جس میں پیروں کے پشت کی درمیانی ابھری ہوئی ہڈی چھپ جائے، البتہ خواتین حالتِ احرام میں سلے ہوئے کپڑے بدستور پہنے رکھیں، اور ان کے لئے ہر قسم کا جوتا، اور ہر طرح کا سلا ہوا لباس استعمال کرنا بھی درست ہے۔

(۲) احرام کی حالت میں مرد حضرات کو سر اور چہرہ سے اور خواتین کو صرف چہرے سے کپڑا

---

(۱) معلم الحجاج (ص:۱۱۶)

لگانا، اوران کو کپڑے سے ڈھانکنا منع ہے، سوتے، جاگتے، غرض ہر وقت، ان کو کھلا رکھنا ضروری ہے۔

(۳) مردوں کے لئے حالت احرام میں جانگیہ پہنا جائز نہیں، نیز سر اور چہرے پر پٹی باندھنا بھی درست نہیں، اگر کسی نے سر یا چہرے پر پٹی باندھ لی اگر چہ بیماری کی وجہ سے ہو، اور اس نے چوتھائی یا اس سے زیادہ سر یا چہرے کو ڈھانک رکھا ہو، اور دن رات یا اس سے زیادہ عرصہ تک باندھی رہے، تو پھر ایک دم (قربانی) لازم ہوگا، لیکن اگر دن رات سے کم عرصہ رہی، یا چوتھائی سر یا چہرے سے کم ڈھانکا ہو، تو پھر صدقہ واجب ہوگا۔

(۴) خوشبودار سرمہ لگانا منع ہے، البتہ بغیر خوشبو کا سرمہ لگانا جائز ہے، لیکن اس کا بھی نہ لگانا بہتر ہے۔

(۵) خوشبودار صابن، منجن اور ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا منع ہے، نیز خوشبودار تمباکو وغیرہ استعمال کرنا بھی درست نہیں۔

(۶) جسم یا کپڑوں پر کسی بھی قسم کی خوشبو لگانا، سر یا جسم پر خوشبودار تیل لگانا، یا خالص زیتون یا تل کا تیل لگانا منع ہے، البتہ ان تیلوں کے سوا وہ تیل لگانا، جسمیں خوشبو نہ ہو، جائز ہے۔

(۷) سر اور جسم کے کسی حصے کے بال کاٹنا یا کٹوانا، اور ناخن کترنا منع ہے۔

(۸) اپنے سر یا جسم یا اپنے کپڑے کی جوں مارنا یا جوں مارنے کے لئے اسے دھوپ میں ڈالنا ممنوع ہے۔

(۹) بیوی سے ہمبستری کرنا، یا اس کے متعلق آپس میں باتیں کرنا، یا شہوت سے بوس وکنار کرنا، یا شہوت سے چھونا، ناجائز اور حرام ہے۔

(۱۰) احرام کی حالت میں ہر قسم کے گناہوں سے بطور خاص بچنا جیسے غیبت کرنا، چغلی کرنا، فضول باتیں کرنا، بے فائدہ کام کرنا، بے جا مذاق کرنا، کسی کو ناحق ذلیل ورسوا کرنا،

حسد کرنا، اور خاص کر خواتین کا بے پردہ رہنا، یہ سب چیزیں احرام کے بغیر بھی ناجائز ہیں، لیکن احرام کی حالت میں ان کا گناہ اور قباحت مزید بڑھ جاتی ہے۔

(۱۱) حالتِ احرام میں لڑائی جھگڑا کرنا، یا بے جا غصہ کرنا، بڑا گناہ ہے، اس سے بطور خاص بچنا چاہیئے، بعض حجاج اس گناہ میں بہت مبتلا نظر آتے ہیں۔

مکروہ چیزیں

احرام باندھنے کے بعد درج ذیل امور کا ارتکاب مکروہ اور گناہ ہے، ان سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیئے، اگر غلطی سے ارتکاب ہو جائے، تو توبہ واستغفار کرنا چاہیئے، لیکن ان میں کوئی جرمانہ واجب نہیں۔

(۱) لونگ، الائچی، اور خوشبودار تمباکو ڈال کر پان کھانا مکروہ ہے، لیکن سادہ پان کھانا جائز ہے۔

(۲) جسم سے میل دور کرنا، اور بغیر خوشبو والے صابن سے جسم کو دھونا مکروہ ہے۔

(۳) سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں کنگھا کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۴) اگر بالوں کے ٹوٹنے، اور اکھڑنے کا خطرہ ہو، تو سر کھجلانا بھی مکروہ ہے، ہاں آہستہ کھجلانا، کہ بال اور جوں نہ گرے، تو جائز ہے۔

(۵) اگر احرام کی چادریں تبدیل کرنی ہوں، یا خواتین کو کپڑے بدلنا ہوں، تو ان میں کسی قسم کی خوشبو بسی ہوئی نہ ہونی چاہیئے، ورنہ مکروہ ہوگا۔

(۶) خوشبودار میوہ اور خوشبودار گھاس سونگھنا، اور چھونا مکروہ ہے، اور خوشبو کو چھونا، اور سونگھنا بھی مکروہ ہے، البتہ اگر بلا ارادہ خوشبو آجائے، تو کوئی حرج نہیں۔

(۷) خوشبودار پھول سونگھنا، یا ان کا ہار گلے میں ڈالنا، مکروہ اور منع ہے۔

(۸) خوشبودار کھانا جبکہ پکا ہوا نہ ہو مکروہ ہے، البتہ پکا ہوا خوشبودار کھانا مکروہ نہیں۔

(۹) اوندھا ہو کر منہ کے بل لیٹ کر تکیہ پر پیشانی رکھنا مکروہ ہے، مگر سر، یا رخسار تکیہ پر رکھنا مکروہ نہیں، جائز ہے۔

(۱۰) کپڑے یا تولیہ سے منہ پونچھنا مکروہ ہے، لہذا ہاتھ سے چہرہ صاف کریں، کپڑا استعمال نہ کریں، اسی طرح کعبہ کے پردے کے نیچے اس طرح کھڑے ہونا، کہ پردہ منہ کو لگے مکروہ ہے، اور اگر چہرے کو پردہ نہ لگے، تو جائز ہے۔

(۱۱) احرام کے تہبند کے دونوں کناروں کو آگے سے سینا مکروہ ہے، اسی طرح اس میں گرہ لگانا، یا پن لگانا، یا دھاگہ وغیرہ، سے باندھنا بھی مکروہ ہے، تاہم اگر کسی نے ستر کی حفاظت کے لئے ایسا کرلیا، تو اس کی وجہ سے اس پر کوئی دم (قربانی) یا صدقہ واجب نہ ہوگا۔

(۱۲) سر اور چہرے کے سوا جسم کے دیگر اعضاء پر بغیر عذر کے پٹی باندھنا مکروہ ہے، اور عذر میں مکروہ نہیں، لیکن سر اور چہرے پر پٹی وغیرہ، باندھنا درست نہیں، خواہ عذر ہو یا نہ ہو۔

حالتِ احرام میں جائز امور

احرام کی حالت میں درج ذیل امور بغیر کسی کراہت کے جائز ہیں:

(۱) ٹھنڈک یا تازگی حاصل کرنے یا گرد وغبار دور کرنے کے لئے خالص پانی سے، ٹھنڈا ہو یا گرم، غسل کرنا جائز ہے، لیکن جسم سے میل دور نہ کی جائے۔

(۲) انگوٹھی پہننا، چشمہ لگانا، چھتری استعمال کرنا، آئینہ دیکھنا، مسواک کرنا، دانت اکھاڑنا، ٹوٹے ہوئے ناخن کاٹنا، درست ہے۔

(۳) دستانے پہننا جائز ہے مگر نہ پہننا بہتر ہے، اسی طرح خواتین کو زیورات پہننا جائز ہے، مگر نہ پہننا بہتر ہے۔

(۴) بغیر خوشبو والا سرمہ لگانا، اور زخمی اعضا پر پٹی باندھنا جائز ہے، لیکن زخمی سر اور چہرے

پر پٹی باندھنا درست نہیں، البتہ صرف دوا لگانا جائز ہے۔

(۵) سر یا رخسار تکیہ پر رکھنا، اپنا یا دوسرے کا ہاتھ منہ یا ناک پر رکھنا۔

(۶) بالٹی یا کین یا تسلہ وغیرہ سر پر اٹھانا۔

(۷) زخم یا سوجن پر بغیر خوشبو والا تیل لگانا۔

(۸) موذی جانوروں کو مارنا جائز ہے، چاہے وہ حرم ہی میں ہوں، جیسے سانپ، بچھو، مکھی، مچھر، بھڑ، تتیا اور کھٹمل وغیرہ۔

(۹) سوڈا یا اور کوئی پانی کی بوتل یا شربت جس میں خوشبو ملی ہوئی نہ ہو، پینا جائز ہے، اور جس بوتل میں خوشبو ملی ہوئی ہو، اگرچہ برائے نام ہو، اس کو پینے سے بچنا چاہیئے، ورنہ صدقہ واجب ہوگا۔

(۱۰) پیٹی یا ہمیانی، لنگی کے اوپر، نیچے باندھنا جائز ہے اور قطرہ یا ہرنیا کی بیماری میں لنگوٹ کس کر باندھنا جائز ہے، لیکن جانگیہ پہننا جائز نہیں۔

(۱۱) احرام کے تہبند میں روپیہ یا گھڑی وغیرہ رکھنے کے لئے جیب لگانا جائز ہے۔

(۱۲) مسائل اور دینی امور میں گفتگو اور بحث ومباحثہ کرنا جائز ہے۔

(۱۳) حالتِ احرام میں اپنا یا کسی دوسرے کا نکاح کرنا جائز ہے، لیکن ہمبستری کرنا جائز نہیں ہے (۱)۔

بال ٹوٹنے کا مسئلہ

احرام پہننے کے بعد حج یا عمرہ کرنے والے ہر آدمی کو بالوں کے ٹوٹنے کا مسئلہ پیش آتا ہے، اس لئے یہ مسئلہ خاص طور پر یاد رکھنا چاہیئے، اگر سر یا ڈاڑھی یا جسم کے کسی بھی

---

(۱) فقہی رسائل (۲: ۲۲۰-۲۲۴)

حصہ کے بال خود بخود ٹوٹ جائیں اور گر جائیں تو کچھ بھی واجب نہیں۔

وضو اور غسل سے بال گرنے کا حکم

احرام کی حالت میں وضو اور غسل بہت احتیاط سے کرنا چاہیئے، تا کہ کوئی بال ٹوٹنے نہ پائے، تاہم اگر وضو یا غسل کی وجہ سے سر یا ڈاڑھی کے بال ٹوٹ جائیں، تو ایک یا دو بال ٹوٹنے سے کچھ واجب نہیں ہوتا۔

*.....اگر تین بال گریں، تو ایک مٹھی گندم یا اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

*.....اگر تین بال سے زیادہ اور چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی سے کم کم بال گریں، تو پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

*.....اگر چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی یا پورے سر، یا پوری ڈاڑھی کے بال ٹوٹ جائیں، یا کاٹ لئے جائیں، تو دم (قربانی) واجب ہوگا۔

کھجانے سے بال ٹوٹنے کا حکم

اگر سر یا ڈاڑھی کو کھجانے یا ویسے ہی جان بوجھ کر ایک دو بال یا تین بال توڑے جائیں، تو ہر بال کے بدلے روٹی کا ایک ٹکڑا یا اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

اگر چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی کے برابر بال توڑ لئے، یا کتر لئے، یا مونڈ لئے، تو دم (قربانی) واجب ہوگا۔

مونچھوں کا مسئلہ

حالتِ احرام میں اگر کسی نے اپنی ساری مونچھیں یا اس کا کچھ حصہ مونڈ لیا، یا اس کو کتروا کر باریک کرلیا، تو پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے (۱)۔

---

(۱) معلم الحجاج (ص:۲۴۴)

دورانِ سفر تلبیہ کثرت سے پڑھنا چاہیئے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ جب حج یا عمرہ کا مبارک سفر شروع ہو جائے، تو خوب کثرت سے تلبیہ پڑھنا چاہیئے، لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ عموماً لوگ اس میں کوتاہی کر جاتے ہیں، لہو ولعب اور ادھر ادھر کی باتوں میں یہ قیمتی وقت ضائع کر دیا جاتا ہے، اس لئے سفر کے دوران اخبارات کے مطالعے، ٹی وی دیکھنے، خبروں پر تبصرہ کرنے، گناہوں کی باتیں کرنے، اور بے معنی گفتگو، اور کاموں سے خاص طور سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیئے، یہ وقت ذکر وفکر، تلاوت قرآن اور تسبیحات میں گذارا جائے، اور مردوں کو ذرا بلند آواز سے اور خواتین کو آہستہ آواز سے تلبیہ پڑھنا چاہیئے، توبہ واستغفار اور دعا میں مشغول رہنا چاہیے۔

جہاز میں نماز کا مسئلہ

ہوائی یا بحری جہاز میں دورانِ پرواز، جب کسی نماز کا وقت ہو جائے، تو جہاز ہی میں وضو کر کے کھڑے ہو کر قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کی جائے، کیونکہ ہوائی یا بحری جہاز میں نماز ہو جاتی ہے اور جہاز کا عملہ یہ سب انتظام کر دیتا ہے اور اگر وہ انتظام نہ بھی کریں، تب بھی وقت پر نماز پڑھنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیئے، تاکہ نماز قضاء نہ ہو جائے، لاپرواہی اور سستی کرنا جائز نہیں ہے۔

سیٹ پر بیٹھ کر اور قبلہ کی طرف رخ کئے بغیر نماز ادا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اگر کسی نے غلطی سے اس طرح کوئی نماز پڑھ لی ہو، تو اس کو وقت کے اندر ہی دوبارہ پڑھنا ضروری ہے اور اگر وقت گذر جائے تو بعد میں اس کی قضاء کرنا لازم ہے۔

اس مسئلہ میں بھی حاجی حضرات بہت کوتاہی کرتے ہیں، جدہ جاتے ہوئے یا

جدہ سے واپسی میں عموماً چونکہ حاجی تھکے ہوئے ہوتے ہیں، اس لئے وہ جہاز میں دوران پرواز سو جاتے ہیں، یا کھانے پینے میں مشغول رہتے ہیں، اور بہت سے لوگ یہ سوچ کر نماز نہیں پڑھتے کہ بعد میں اکٹھی سب کی قضاء پڑھ لیں گے، یہ سب غلط ہے، اسلام میں نماز چھوڑنا کسی حال میں جائز نہیں ہے، اس مبارک سفر میں تو اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لانے کا خوب اہتمام کرنا چاہئے (۱)۔

مکہ مکرمہ پہنچنا

جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوں، تو خوب ذوق وشوق سے تلبیہ پڑھیں، دعا، استغفار، اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں، رہائش اور سامان وغیرہ کا انتظام کر کے دیکھیں، اگر تو آرام کی ضرورت ہو، تو آرام کریں، ورنہ وضو یا غسل کر کے عمرہ کے لئے مسجد حرام کی طرف چل پڑیں، اور تلبیہ جاری رکھیں۔

جس خاتون کو ماہواری آرہی ہو، وہ اپنی رہائش ہی پر قیام کرے، مسجد حرام میں نہ جائے، پھر جب وہ ماہواری سے فارغ ہوجائے، تو عمرہ کرے، کیونکہ ماہواری کی حالت میں حرم شریف میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، البتہ حرم شریف کے دروازوں کے باہر سے خانہ کعبہ کی زیارت کرنا جائز ہے، اور وہاں دعا کرنا، اور ذکر وتسبیح کرنا درست ہے۔

بیت اللہ شریف پر پہلی نظر

مسجد حرام کا ایک دروازہ ہے، جسے ''باب الفتح'' کہتے ہیں، اگر وہ معلوم ہو، تو اس سے مسجد حرام میں داخل ہونا بہتر ہے، اور اگر یہ دروازہ معلوم نہ ہو، تو کسی بھی

(۱) آپ کے مسائل (۲:۳۸۶)

دروازے سے داخل ہونا بغیر کسی کراہت کے درست ہے، اور جب بیت اللہ پر پہلی نظر پڑے، تو راستہ سے ہٹ کر ایک طرف کھڑے ہو جائیں، اور تین مرتبہ اللہ اکبر اور تین مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھیں، پھر دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائیں، اور درود شریف پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خوب دعا مانگیں، یہ دعا کی قبولیت کا خاص وقت ہے، اور یہ دعا بھی مانگیں :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ .

اے اللہ! میں آپ سے آپ کی رضا اور جنت مانگتا ہوں، اور آپ کی ناراضگی اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں۔

اور یہ دعا بھی مانگے :

یا اللہ! خانہ کعبہ نظر آنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی دعائیں مانگی ہیں، یا بتلائی ہیں، وہ سب میری طرف سے قبول فرما لیجئے، اور اے اللہ! مجھے میری دعا قبول ہونے والا بنا دیجئے، آمین (۱)۔

عمرہ ادا کرنے کا طریقہ

جب عمرہ کرنا ہو، تو پھر مسجد حرام میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد کے نفل نہ پڑھیں، کیونکہ اس مسجد کا تحیہ طواف ہے، اس لئے دعا مانگنے کے بعد عمرہ کا طواف کریں، اور اگر کسی وجہ سے ابھی طواف نہ کرنا ہو، اور مکروہ وقت بھی نہ ہو، تو پھر تحیۃ المسجد کے نفل پڑھیں۔

طواف کے لئے وضو کرنا ضروری ہے، کیونکہ وضو کے بغیر طواف کرنا جائز نہیں ہے۔

---

(۱) غنیۃ المناسک (ص: ۱۲۸)

یہ طواف خواہ نیچے کیا جائے یا مسجد حرام کی چھت پر، دونوں طرح جائز ہے، طواف کرنے کیلئے حجر اسود کی طرف چلیں، اور وہاں پہنچ کر احرام کی جو چادر اوڑھ رکھی ہے، اس کو داہنی بغل سے نکال کر، اس کے دونوں پلے، آگے پیچھے سے بائیں کاندھے پر ڈال دیں، اور داہنا کاندھا کھلا رہنے دیں، اسے ''اضطباع'' کہتے ہیں، یہ طواف کے ساتوں چکروں میں سنت ہے۔

طواف کی نیت

۱)...... پھر آپ خانہ کعبہ کے سامنے جس طرف حجر اسود ہے، اس طرح کھڑے ہوں، کہ پورا حجر اسود آپ کے دائیں جانب ہو جائے، اس مقصد کے لئے حجر اسود کے نیچے فرش میں جو سیاہ پٹی بنی ہوئی ہے اس سے بھی مدد لے سکتے ہیں، وہ اس طرح سے کہ پوری سیاہ پٹی اپنے داہنے طرف کر دیں، اور پٹی کے بائیں کنارے سے اپنا قدم ملا کر رکھیں، پھر قبلہ رخ ہاتھ اٹھائے بغیر طواف کی نیت یوں کریں:

اے اللہ! میں آپ کی رضا کے لئے عمرہ کا طواف کرتا ہوں، آپ اس کو میرے لئے آسان کر دیجئے، اور اسے قبول فرما لیجئے۔

۲)...... پھر قبلہ رخ ہی دائیں طرف کھسک کر بالکل حجر اسود کے سامنے آجائیں اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی طرف کریں اور یوں کہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اور دونوں ہاتھ چھوڑ دیں۔

استلام یا اشارہ

پھر استلام کریں یعنی دونوں ہتھیلیاں حجر اسود پر اس طرح رکھیں، جس طرح

سجدہ میں رکھی جاتی ہیں، پھر ان کے درمیان میں منہ رکھ کر آہستہ سے بوسہ دیں، بشرطیکہ حجر اسود پر خوشبو لگی ہوئی نہ ہو اور ایسا کرنے میں دوسروں کو کوئی تکلیف بھی نہ ہو، اور اگر ایسا ہو تو پھر استلام نہ کیا جائے بلکہ پھر اس کا اشارہ کریں جس کا طریقہ یہ ہے کہ:

دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائیں کہ دونوں ہتھیلیوں کی پشت اپنے چہرے کی طرف ہو اور دونوں ہتھیلیاں حجر اسود کے سامنے کریں، گویا حجر اسود پر رکھ دی ہیں، اور پھر وہی مذکورہ کلمات بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وغیرہ پڑھیں۔

پھر دونوں ہتھیلیاں چوم لیں، اور تلبیہ بند کر دیں، اور دائیں طرف مڑ کر طواف شروع کر دیں، اور جھپٹ کر، قریب قریب قدم رکھتے ہوئے، اور دونوں کاندھے پہلوانوں کی طرح ہلاتے ہوئے چلیں، لیکن نہ تو دوڑیں، اور نہ ہی کودیں، اس کو "رمل" کہتے ہیں، یہ طواف کے پہلے تین چکروں میں مردوں کے لئے سنت ہے، خواتین اپنی چال کے مطابق چلیں گی، مردوں کی طرح اکڑ کر تیز تیز نہ چلیں، اور جہاں تک ہو سکے، مردوں سے ہٹ کر انہیں طواف کرنا چاہیئے۔

طواف میں چلنے کے آداب

طواف کرتے وقت سیدھا چلیں، نگاہ سامنے رکھیں، دائیں بائیں بالکل نہ دیکھیں، کیونکہ حجر اسود کے استلام یا اشارہ کے وقت کے سوا خانہ کعبہ کی طرف سینہ یا پشت کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے ایسا کرنے سے بہت سخت احتیاط کی ضرورت ہے، اور دوران طواف یہ کلمات پڑھتے رہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ

اور ہاتھ اٹھائے بغیر اپنی زبان ہی میں جو دل چاہے، دعا کریں، ورنہ مذکورہ

کلمات ہی پڑھتے رہیں، اس کے بعد ایک گول دیوار آئیگی جسے ''حطیم'' کہتے ہیں، اس کے باہر سے ہو کر گذریں، کیونکہ حطیم کی زمین خانہ کعبہ کے حکم میں ہے، اگر وہ ذرا بھی چھوٹ گئی، تو طواف ناقص رہے گا، اس کے بعد بیت اللہ کا تیسرا کونہ آجائے گا، جسے ''رکن یمانی'' کہتے ہیں، اس پر اگر خوشبو لگی ہوئی نہ ہو، تو اس پر دونوں ہاتھ یا صرف داہنا ہاتھ پھیر دیں، لیکن اگر اس پر خوشبو لگی ہوئی ہو، یا وہاں بہت زیادہ ہجوم اور رش ہو، تو پھر اشارہ کے بغیر ہی گذر جائیں اور یہ دعا کریں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَةِ

اے اللہ! میں آپ سے دنیا اور آخرت دونوں میں معافی اور عافیت مانگتا ہوں۔

اس سے آگے حجر اسود کی طرف چلیں، اور چلتے ہوئے یہ دعا کریں:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما، اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا، آمین۔

پھر جب حجر اسود کے سامنے پہنچ جائیں تو استلام یا اشارہ کریں جیسا کہ پہلے اس کی تفصیل گذر چکی ہے، یہ طواف کا ایک چکر ہو گیا، اس کے بعد مرد حضرات رمل کے ساتھ دو چکر اور لگائیں اور باقی چار چکروں میں اپنی عام چال کے مطابق چلیں، اور ہر چکر کے بعد حجر اسود کا استلام یا اشارہ کریں، اور مردوں کے لئے ''اضطباع'' طواف کے تمام چکروں میں ہے، اور جب طواف پورا ہو جائے، تو ''اضطباع'' ختم کر دیں۔

طواف میں کوئی دعا ضروری نہیں

طواف کرتے وقت اپنی زبان میں کوئی بھی دعا کی جا سکتی ہے، کوئی مخصوص ایسی دعا، اس کے لئے نہیں ہے کہ اس کے بغیر طواف درست ہی نہ ہوتا ہو، بعض لوگ کتابوں سے بزرگوں کی لکھی ہوئی طواف کی دعائیں یاد کر کے یا کتاب سے دیکھ کر پڑھتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اُن کے بغیر طواف درست ہی نہیں ہوتا، یہ غلط ہے(۱) ۔

مقامِ ملتزم

جب طواف کے سات چکر پورے ہو جائیں، تو ملتزم پر آ جائیں۔

ملتزم: اس دیوار کو کہتے ہیں جو حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان ہے، اس سے چمٹ کر خوب دعا کریں، یہ دعا قبول ہونے کی خاص جگہ ہے، لیکن اگر یہاں خوشبو لگی ہوئی ہو، جیسا کہ اکثر لگی رہتی ہے، یا اس پر مردوں یا عورتوں کا ہجوم ہو، تو پھر اس سے کچھ دور کھڑے ہو کر دعا کریں، یہ بھی اگر ممکن نہ ہو، تو دعا چھوڑ دیں۔

طواف میں سات کے بجائے آٹھ چکر ہو جائیں تو ان کا حکم

اگر کوئی شخص بھول کر یا ساتویں چکر کے شبہ میں طواف کا آٹھواں چکر بھی کر لے، تو کچھ حرج نہیں، طواف درست ہے، اور اگر کوئی جان بوجھ کر آٹھواں چکر کر لے، تو اس کو چھ چکر اور ملا کر سات چکر پورے کرنے واجب ہیں، اس طرح دو طواف ہو جائیں گے (۲)۔

---

(۱) فقہی رسائل (۲:۲۲۸-۲۳۱) البحر (۲:۳۲۹)

(۲) معلم الحجاج (ص:۱۴۱)

عمرہ کا طواف وضو کے بغیر کرنے کا مسئلہ

طواف میں چونکہ طہارت شرط ہے، اس لئے عمرے کے طواف میں بھی طہارت ضروری ہے، تاہم عمرے کا طواف پورا یا اکثر حصہ یا اس سے بھی کم اگر چہ ایک چکر ہی ہو اگر جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کیا جائے یا وضو کے بغیر کیا جائے، تو ہر صورت میں ایک دم یعنی چھوٹی قربانی واجب ہوگی۔

طواف قدوم، طواف وداع یا نفلی طواف طہارت کے بغیر کرنے کا مسئلہ

اگر طواف قدوم یا طواف وداع یا نفلی طواف پورا وضو کے بغیر کیا جائے یا اس کا اکثر حصہ تو طواف کے ہر چکر کے بدلے پونے دوکلو گندم یا اس کی قیمت کے برابر صدقہ کرنا لازم ہوگا، اور اگر تمام پھیروں کا صدقہ ایک دم کی قیمت کے برابر ہو جائے تو پھر اس سے تھوڑا سا کم کر کے صدقہ کیا جائے گا، اور اگر طواف قدوم یا طواف وداع یا نفل طواف پورا یا اس کا اکثر حصہ جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کیا جائے تو ایک دم یعنی چھوٹی قربانی واجب ہوگی، ان سب صورتوں میں اگر طہارت کے ساتھ اس طواف کو دوبارہ کرلیا جائے، تو پھر صدقہ اور دم ختم ہو جائیں گے۔

طہارت کے بغیر طواف زیارت کرنے کا مسئلہ

طواف زیارت کو بھی نفلی طواف کی طرح طہارت کے ساتھ کرنا ضروری

ہے، اگر پورا طواف زیارت یا اس کا اکثر حصہ وضو کے بغیر کیا جائے تو ایک دم یعنی چھوٹی قربانی مثلاً بکرا واجب ہوگا، اور اگر اس کا الٹ ہو یعنی اکثر طواف باوضو کیا جائے اور چند چکر بغیر وضو کے، تو پھر طواف کے ہر چکر کے بدلے میں پونے دوکلو گندم یا اس کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہوگا، اور اگر طواف زیارت پورا کا پورا یا اس کا اکثر حصہ جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کیا جائے تو ایک بڑی قربانی یعنی ایک اونٹ یا ایک مکمل گائے واجب ہوگی، لیکن اگر وہ شخص اس صورت میں دوبارہ طہارت کے ساتھ طواف زیارت کرے تو پھر یہ قربانی اور صدقہ ختم ہو جائیں گے۔(۱)

جو شخص طہارت کے ساتھ طواف نہ کر سکے اس کا شرعی حکم

جس مرد یا عورت کو ایسی کوئی بیماری لاحق ہو، جس کی وجہ سے وہ طہارت پر نہ رہ سکتا ہو، کسی ایک نماز کے وقت میں اسے اتنا وقت بھی نہ ملتا ہو کہ اس میں وضو کے ساتھ فرض اور واجب نماز ادا کر سکے، اس قسم کا شخص شرعی لحاظ سے معذور ہوتا ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ جب نماز کا وقت شروع ہو جائے تو اس وقت وہ طہارت حاصل کر لے، جب تک اس نماز کا وقت رہے گا تو اس کا وضو بھی برقرار شمار ہوگا، اس مخصوص بیماری کی وجہ سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، اس دوران وہ جو چاہے عبادت کر سکتا ہے، نماز، طواف زیارت، طواف عمرہ، ذکر واذکار اور تلاوت وغیرہ یہ سارے کام کئے جا سکتے ہیں، ہاں اس مخصوص بیماری کے علاوہ اگر اور کوئی ناقض وضو پیش آ جائے تو پھر اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، مثلاً ایک عورت کو استحاضہ کی بیماری ہے، اور شرعی لحاظ سے معذور ہونے کی

(۱) معلم الحجاج (ص: ۲۵۰) زبدۃ المناسک (ص: ۳۷۳)

ساری شرائط اس میں پائی جائیں، تو وہ عورت معذور ہوگی، لہذا طہارت کے بعد اس کا وضو اس مخصوص بیماری یعنی استحاضہ کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا، البتہ اس بیماری کے علاوہ اور کوئی ناقض وضو پیش آجائے یا اس نماز کا وقت ختم ہو جائے تو پھر اس معذور کا وضو ٹوٹ جائے گا، اب اسے دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔

لیکن اگر ایک شخص (مرد یا عورت) شرعی لحاظ سے معذور نہ ہو اور اس کی بیماری اس قسم کی ہو کہ فرض نماز تو طہارت کے ساتھ ادا کر سکتا ہے، لیکن ایک پورا طواف طہارت کے ساتھ نہیں کر سکتا، ایک چکر کے بعد یا دو چکروں کے بعد اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، آج کل موسم حج میں اکثر خواتین اس قسم کی بیماری میں مبتلا ہو جاتی ہیں، انہیں عموماً خون جاری ہو جاتا ہے، وہ ایسا بھی نہیں ہوتا کہ شرعاً وہ معذور شمار ہوں، لیکن وہ اس کی وجہ سے باوضو ہو کر ایک پورا نفلی طواف بھی ادا نہیں کر سکتیں، اس طرح کے لوگوں کو ایسی صورتحال میں کیا کرنا چاہیئے؟

اس طرح کے مرد وعورت کو چاہیئے کو وہ صرف طواف زیارت، طواف عمرہ اور طواف وداع ادا کریں، کیوں کہ یہ فرض اور واجب ہیں، اسے نفلی طواف زیادہ نہیں کرنے چاہئیں، اس کے علاوہ دیگر عبادات ذکر واذکار اور تلاوت وغیرہ کرنی چاہیئے، تاہم اس طرح کا شخص جب کوئی طواف کرے گا تو اوپر ذکر کردہ تفصیل کے مطابق اس پر دم یعنی چھوٹی قربانی یا بڑی قربانی یا صدقہ واجب ہو جائے گا، کیوں کہ یہ شخص شرعی معذور نہیں ہے، لہٰذا اس پر معذور کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

دورانِ طواف وضوٹوٹ جائے یا جماعت کھڑی ہوجائے تو کیا کیا جائے

دورانِ طواف اگر وضوٹوٹ جائے ،تو طواف چھوڑ کر وضو کریں ، یا اگر جماعت کھڑی ہو جائے ،تو نماز ادا کریں ، وضو کرنے کے بعد ، یا جماعت سے فارغ ہوکر ، جہاں سے طواف چھوڑا تھا ، وہیں سے بقیہ طواف پورا کریں ، البتہ بغیر کسی عذر کے طواف چھوڑ کر جانا گناہ ہے ، اگر ایسا ہو جائے ،تو طواف کو لوٹانا مستحب ہے (۱)۔

مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت واجب طواف

پھر ملتزم سے ''مقام ابراہیم'' کے پاس آ جائیں ،اور اس طرح کھڑے ہوں ، کہ آپ کے اور خانہ کعبہ کے درمیان مقام ابراہیم آ جائے ،اگر مکروہ وقت نہ ہو، تو دو رکعت واجب طواف دونوں کاندھے ڈھانکر ادا کریں ، پہلی رکعت میں سورہ کافرون ، اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھنا بہتر ہے ،نماز کے بعد خوب دعا مانگیں ، لیکن اگر مکروہ وقت ہو تو اس وقت نہ پڑھیں ، بلکہ جب مکروہ وقت ختم ہو جائے ،تب پڑھیں ، اور اگر نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مقام ابراہیم کے پاس جگہ نہ ہو ،تو حرم شریف میں جہاں بھی جگہ ملے وہاں یہ نماز ادا کرلی جائے ، لیکن یہ ذہن میں رہے کہ مقام ابراہیم کو بوسہ دینا یا اس کا استلام کرنا منع ہے۔

یہاں تک طواف کا عمل پورا ہو گیا (۲)۔

مسئلہ:- سنت یہ ہے کہ طواف جب مکمل ہو جائے تو اس کی دو رکعت واجب طواف ادا کرلی جائیں ، لیکن اگر کئی طواف اکٹھے کرلئے ، اور پھر بعد میں ہر طواف کی الگ الگ دو دو

---

(۱) فتاویٰ ہندیہ (۱:۲۴۵) (۲) فتاویٰ ھندیہ ا:۲۲۶)

رکعتیں پڑھ لے تو یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے، ہاں اگر وقت مکروہ ہوتو پھر کئی طواف اکھٹے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

زم زم کے کنویں پر

نماز واجب طواف پڑھنے کے بعد زم زم کے کنویں پر آجائیں، اور قبلہ رخ کھڑے ہوکر تین سانس میں، آب زم زم پئیں، ہر بار شروع میں بسم اللہ، اور آخر میں ''الحمدللہ'' کہیں، خوب سیر ہوکر پئیں، اور کچھ اپنے اوپر بھی چھڑک لیں، اور پھر قبلہ رخ ہو کر دعا کریں، یہ دعا بھی بہت خوب ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْماً نَافِعاً وَّرِزْقاً وَّاسِعاً وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ .

اے اللہ! میں آپ سے نفع دینے والا علم، کشادہ روزی، اور ہر بیماری سے شفا مانگتا ہوں۔

اس کے بعد حجر اسود کے سامنے آکر اس کا استلام یا اشارہ کریں۔

آب زم زم سے وضو اور غسل کا حکم

جس شخص کا جسم پاک وصاف ہو، تو وہ برکت کے لئے آب زم زم سے وضو، یا غسل کرنا چاہے، تو یہ جائز ہے، اسی طرح بے وضو کو وضو کرانا بھی، بغیر کسی کراہت کے جائز ہے۔

آب زم زم سے استنجا کرنا، اور جسم یا کپڑوں کی نجاست دور کرنا جائز نہیں ہے، غسلِ فرض بھی اس سے نہ کرنا چاہیئے (۱)۔

---

(۱) معلم الحجاج (ص: ۳۰۹)

خواتین کے مسائلِ طواف

(۱) ماہواری اور نفاس (بچہ کی ولادت کے بعد جو عورت کو خون آتا ہے) کی حالت میں خواتین کے لئے طواف کرنا جائز نہیں ہے، اور اس حالت میں ان کے لئے مسجد میں داخل ہونا بھی جائز نہیں ہے۔

(۲) خواتین طواف میں نہ اضطباع کریں، اور نہ رمل، یہ دونوں عمل صرف مردوں کے لئے ہیں۔

(۳) خواتین کے لئے رات میں، طواف کرنا مستحب ہے، اور دن میں بھی جائز ہے۔

(۴) خواتین کو جہاں تک ہو سکے، مردوں سے الگ طواف کرنا چاہیئے، ازخود مردوں میں گھسنا اور دھکم دھکا کرنا، ناجائز اور حرام ہے، البتہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے ہجوم میں طواف کرنے کی ضرورت پیش آئے، مثلاً طواف زیارت کرنا ہے، یا کوئی دوسرا واجب طواف کرنا ہے، اگر ہجوم ختم ہونے کا انتظار کریں، تو ماہواری آنے کا اندیشہ ہے، یا کہیں ضروری جانا ہے، یا قیام کی مدت کم ہے، تو ایسی صورت میں حتی الامکان مردوں سے بچتے ہوئے مطاف کے کنارے کنارے طواف کرلینا چاہیئے، یا حرم شریف کی چھت پر کرلیں۔

(۵) مطاف میں مردوں کا ہجوم ہو، تو عورتیں حجر اسود پر جاکر استلام کرنے کی کوشش نہ کریں، دور سے اشارہ کرنے پر اکتفا کریں، اسی طرح ہجوم میں رکن یمانی پر بھی ہاتھ نہیں لگانا چاہیئے۔

(۶) مقام ابراہیم کے پاس اگر مردوں کا ہجوم ہو، تو خواتین وہاں بھی دو رکعت طواف نہ پڑھیں، بلکہ حرم میں کسی اور جگہ پڑھ لیں (۱)۔

سعی کا طریقہ اور اس کے احکام

(۱) سعی کے لفظی معنی چلنے اور دوڑنے کے ہیں، اور شرعاً صفا اور مروہ کے درمیان مخصوص

---

(۱) عمدۃ الفقہ (۴:۲۶۲)

طریقے پر سات چکر لگانے کو سعی کہتے ہیں۔

(۲) حج اور عمرہ میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے، لیکن اس سے پہلے طواف کرنا ضروری ہے، طواف کے بغیر سعی معتبر نہیں ہوتی۔

(۳) سعی کے سات چکر ہیں، صفا سے مروہ تک ایک چکر ہوتا ہے، اور مروہ سے صفا تک دوسرا، اسی طرح سات چکر پورے کرنے ضروری ہیں، اور سعی کو صفا سے شروع کرنا، اور مروہ پر ختم کرنا واجب ہے۔

(۴) سعی نیچے کرنا بہتر ہے، اور مسعی (سعی کی جگہ) کی چھت پر بھی جائز ہے، نیز سعی بغیر وضو کے بھی جائز ہے، لیکن باوضو کرنا مستحب ہے۔

(۵) زم زم کے کنویں کے بعد حجر اسود کے سامنے آ جائیں، اور سیاہ پٹی پر کھڑے ہو جائیں، اور حجر اسود کا استلام کریں، یا اشارہ کریں، پھر سعی کرنے کے لئے ''صفا'' کی طرف چلیں، اور صفا پر اتنا چڑھیں، کہ اس سے بیت اللہ نظر آ سکے، پھر قبلہ رخ کھڑے ہو کر، ہاتھ اٹھائے بغیر، سعی کی نیت یوں کریں:

اے اللہ! میں آپ کی رضا کے لئے، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتا ہوں، کرتی ہوں، آپ اس کو قبول کر لیجئے، اور میرے لئے آسان کر دیجئے، پھر دعا کیلئے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں، ہتھیلیوں کا رخ آسمان کی طرف کریں، اور تین مرتبہ اللہ اکبر، تین مرتبہ لا الہ الا اللہ، اور ایک مرتبہ کلمہ توحید (چوتھا کلمہ) پڑھیں، پھر درود شریف پڑھ کر، اپنے اور تمام مسلمانوں کے لئے، توجہ سے دعا کریں، کوئی بھی جائز دعا کی جا سکتی ہے، اس موقع کے لئے بھی، کوئی خاص دعا مقرر نہیں ہے۔

(۶) ''صفا'' سے اتر کر سکون و اطمینان سے ''مروہ'' کی طرف چلیں، اور ذکر و دعا میں مشغول رہیں، اور جب سبز ستون آنے میں اندازاً چھ ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے، تو آپ

درمیانی رفتار سے دوڑنا شروع کردیں، اور دوسرے سبز ستون کے گذرنے کے چھ ہاتھ کے بعد دوڑنا چھوڑ دیں، لیکن خواتین نہ دوڑیں، اور یہ دعا کریں:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ ،أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ

اے میرے رب! میری مغفرت فرما، اور رحم فرما، آپ بڑے ہی عزت والے، اور کرم والے ہیں۔

پھر مروہ پہنچ کر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے، اور ذرا سا داہنی طرف ہٹ کر، کھڑے ہوں، اور ایسی جگہ کھڑے ہوں، کہ دوسروں کو آنے جانے کی تکلیف نہ ہو، پھر وہی ذکرودعا کریں، جو صفا پر کی تھیں۔

یہ سعی کا ایک چکر ہوا، اسی طرح چھ چکر اور لگانے ہیں، مروہ سے صفا پر جائیں، تو دو چکر ہو جائیں گے، اور صفا سے مروہ پر تین چکر ہو جائیں گے، آخری ساتواں چکر مروہ پر ختم ہوگا، ہر چکر ختم ہونے پر خواتین وحضرات صفا اور مروہ پر قبلہ رخ کھڑے ہوکر، مذکورہ بالا ذکر اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں، کیونکہ یہاں بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

سعی سے فارغ ہونے کے بعد، اگر مکروہ وقت نہ ہو، تو حلق سے پہلے دو رکعت مطاف کے کنارے پڑھیں، یا حجر اسود کے سامنے، ورنہ حرم میں جہاں بھی جگہ ملے، پڑھ لیں، سعی کے بعد دو رکعت نفل مستحب ہیں، یہ دو رکعت مروہ پر پڑھنا مکروہ ہے، بلکہ بدعت ہے۔

دوران سعی اگر سعی کے چکروں میں شک ہو جائے، تو کم کو یقینی سمجھ کر، باقی چکر پورے کئے جائیں، مثلاً شک ہو جائے، کہ پانچ چکر ہوئے ہیں، یا چھ تو پانچ سمجھیں، اور دو چکر اور لگائیں۔

سعی کے درمیان اگر وضو ٹوٹ جائے تو سعی جاری رہے، کیوں کہ سعی وضو کے

بغیر بھی ہو جاتی ہے، اور اس سے کوئی دم یا صدقہ واجب نہیں ہوتا۔

سعی کے درمیان جماعت شروع ہو جائے، یا نماز جنازہ ہونے لگے، تو سعی چھوڑ کر، نماز شروع کر دیں، اور فارغ ہو کر جہاں سے سعی چھوڑی تھی، وہیں سے باقی سعی پوری کریں، اور اگر بغیر کسی عذر کے سعی کو درمیان سے چھوڑ دیا، تو سعی کو لوٹانا مستحب ہے۔

سر منڈوانا یا قصر کرنا

سعی کے بعد مردوں پر احرام کھولنے کے لئے سر کے بال اتارنا ضروری ہے، اور اسکے تین درجے ہیں:

۱) پہلا درجہ: حلق کرانا ہے، یعنی استرے سے سر کے بال خود، یا کسی دوسرے سے منڈوانا اور صاف کر دینا، یہ طریقہ سب سے افضل ہے، اور ایسے لوگوں کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار رحمت کی دعا فرمائی ہے۔

۲) دوسرا درجہ: پورے سر کے بال مشین یا قینچی سے اتار دیئے جائیں، اس کی فضیلت حلق یعنی سر منڈانے کے برابر نہیں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ حلق کرانے والوں کے لئے دعا کرنے کے بعد، چوتھی مرتبہ دعا میں ان لوگوں کو بھی شامل فرمایا ہے۔

۳) تیسرا درجہ: کم از کم چوتھائی سر کے بال ایک پورے کے برابر کاٹ دیئے جائیں، جو شخص چوتھائی سر کے بال نہ کٹوائے، اس کا احرام ہی نہیں کھلتا، وہ بدستور حالتِ احرام میں ہی رہتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، اور بیوی کے پاس جانا، بدستور حرام رہتا ہے۔

مسئلہ:- جب سب ارکان ادا ہو جائیں اور سر منڈانے کا وقت آ جائے تو محرم اپنے بال خود بھی صاف کر سکتا ہے، اور دوسرے کسی محرم کے بال بھی مونڈ یا کتر سکتا ہے، اس سے کوئی

جزاء واجب نہیں ہوتی۔

مسئلہ: اگر کوئی گنجہ ہے، اور اس کے سر پر بالکل بال نہیں ہیں، یا سر پر کوئی زخم ہے، تو صرف سر پر استرہ پھیرنا واجب ہے، اگر زخموں کی وجہ سے استرہ بھی نہ چلا سکے، تو پھر یہ واجب بھی ساقط ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: - حلق یا قصر صرف حدود حرم میں کرنا ضروری ہے، حدود حرم سے باہر کرایا تو دم واجب ہوگا۔

مسئلہ: - متعدد بار عمرہ کرنے والے کے لئے بہتر ہے کہ پہلی دفعہ حلق یا قصر کرے، دوسری دفعہ جبکہ سر پر بال نہ ہوں، صرف استرا پھیر لے، اس طرح ہر بار حلق کا ثواب ملتا رہے گا۔(۱)

چند بال کترنے کا حکم

(۱) بعض عمرہ یا حج کرنے والے حضرات سعی کے بعد ''مروہ'' پر جو لوگ قینچی لئے کھڑے رہتے ہیں، ان سے سر کے چند بال کتروا کر سمجھتے ہیں، کہ احرام کھل گیا، یہ غلط ہے، حنفی محرم کے حلال ہونے کے لئے، سر کے چند بال کتروانا، ہرگز کافی نہیں، اگر کسی نے اس طرح چند بال کتروا کر، سلے ہوئے کپڑے پہن لئے، اور پورے ایک دن یا ایک رات، یا اس سے زیادہ پہنے رہا، تو اس پر دم واجب ہو جائے گا، کیونکہ احرام کھلنے کے لئے، کم از کم چوتھائی سر کے بال منڈانا، یا ایک انگلی کے پورے کے بقدر کتروانا واجب ہے، اور مردوں کے لئے پورے سر کے بال منڈانا، یا کتروانا سنت ہے۔

(۲) خواتین و حضرات پر لازم ہے، کہ سر کے بال کترنے یا منڈوانے سے پہلے مونچھیں، ناخن، بغل کے بال اور جسم کے دوسرے بال وغیرہ، ہرگز نہ کاٹیں، اگر سر منڈانے سے

---

(۱) معلم الحجاج (ص:۱۸۲)

پہلے، یہ کام کرلئے ،تو جرمانہ واجب ہوگا۔

(۳) بعض زیادہ عمرے کرنے والے ایسا کرتے ہیں کہ ایک عمرہ کرکے سر کا چوتھائی حصہ منڈادیا پھر دوسرا عمرہ کرکے دوسرا چوتھائی حصہ منڈادیا، اس طرح چار عمرے کرکے چار مرتبہ میں حلق پورا کرتے ہیں، یہ صورت مکروہ ہے۔

عمرہ کرنے کے بعد بال کٹوانا بھول گیا تو کیا حکم ہے

اگر کوئی شخص عمرہ کرنے کے بعد بال کٹوانا بھول جائے اور احرام کھول کر سلے ہوئے کپڑے پہن لے، تو اگر اس حالت میں سلے ہوئے کپڑے کم از کم بارہ گھنٹے یا اس سے زیادہ پہنے رکھے تو اس شخص پر دم (قربانی) واجب ہوگا، اس میں روزہ رکھنا کافی نہیں ہے، اور اس دم کو حرم کی حدود میں ذبح کرنا واجب ہے، اور اس کا گوشت فقراء کو صدقہ کرنا ضروری ہے، خود کھانا اور مالداروں کو کھلانا جائز نہیں ہے، اور اگر بارہ گھنٹے نہ گزرے ہوں تو پھر صرف صدقہ دینا ہوگا، اس صورت میں دم واجب نہیں ہوگا (۱)۔

خواتین کے مسائل قصر وسعی

۱) دورانِ سعی، خواتین دو سبز ستونوں کے درمیان دوڑ کر نہ چلیں، بلکہ اپنی معمولی رفتار سے چلیں، لیکن اس مسئلہ میں بھی اکثر خواتین کوتاہی کرتی ہیں، اور سبز ستونوں کے درمیان مردوں کی طرح بھاگتی ہیں، جو بالکل غلط ہے۔

۲) خواتین سعی کے دوران حتی الامکان مردوں سے بچ کر چلیں، جان بوجھ کر مردوں میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، اور صفا مروہ پر مردوں سے ہٹ کر دعائیں کریں، ورنہ چھوڑ دیں۔

۳) خواتین کو سر کے بال منڈوانا حرام ہے۔

---

(۱) غنیۃ المناسک (ص:۱۳۴) مناسک ملا علی قاری (ص:۲۶۲)

۴) خواتین کوکم ازکم چوتھائی سر کے بال، انگلی کے ایک پورے کے برابر کتروانے واجب ہیں، اور تمام سر کے بال انگلی کے ایک پورے کے برابر کتروانا سنت ہے، جس کا طریقہ یہ ہے، کہ ساری چوٹی پکڑ کر، یا دائیں، بائیں، اور پیچھے کی جانب سے سر کے بالوں کی تین لٹیں بنا کر انگلی کے ایک پورے کی لمبائی کے برابر خود تراش لیں، یا کسی دوسرے سے ترشوالیں، لیکن کسی نامحرم مرد سے بال کٹوانا، خواتین کے لئے حرام ہے۔

چونکہ بال چھوٹے بڑے ہوتے ہیں، اس لئے انگلی کے ایک پورے کی لمبائی سے کچھ زیادہ بال کاٹیں، تاکہ سب بال آ جائیں، اگر چوتھائی سر کے بال انگلی کے ایک پورے کے برابر کٹ گئے، تب بھی احرام سے نکلنے کے لئے کافی ہے۔

۵) سعی کے لئے پاک ہونا ضروری نہیں ہے، اس لئے جنابت کی حالت میں اور ماہواری میں بھی سعی کرنا درست ہے، ہاں پاکی کے ساتھ سعی کرنا مستحب ہے۔

۶) اگر کسی خاتون کو عمرہ کا طواف کرنے کے بعد اچانک ماہواری آ جائے، تو اس خاتون کے لئے سعی کرنا جائز ہے، وہ مذکورہ طریقے کے مطابق سعی کر کے، اور سر کے بال کتروا کر اپنا عمرہ مکمل کر سکتی ہے، کیونکہ سعی کی جگہ حرم شریف میں داخل نہیں ہے، اس سے الگ ہے، اور سعی ماہواری کی حالت میں بھی ادا ہو جاتی ہے، البتہ سعی کے بعد شکرانہ کے طور پر دو نفل نہیں پڑھے گی، کیونکہ وہ ضروری نہیں ہیں، اور ماہواری کی حالت میں انہیں پڑھنا جائز بھی نہیں ہے۔

عمرہ مکمل ہو گیا

حلق یا قصر کرانے پر عمرہ مکمل ہو جاتا ہے، اب خواتین وحضرات کے لئے مستحب ہے، کہ شکرانے کے دو نفل ادا کریں، بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو، ورنہ مکروہ وقت کے بعد ادا کریں۔

اب احرام کی تمام پابندیاں ختم ہوگئی ہیں، کپڑے پہنیں، جوتا پہنیں، اور گھر بار کی طرح زندگی گذاریں، یہ حکم اس شخص کے لئے ہے، جو صرف عمرہ ادا کر رہا ہو، حج قران کا احرام نہ باندھا ہو، لیکن اگر کسی شخص نے حج قران کا احرام باندھا ہو، تو وہ عمرہ ادا کر کے بھی بدستور محرم ہی رہتا ہے، عمرہ میں سعی کے بعد اس کے لئے بال کٹوانا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے احرام کی پابندیاں حج کے بعد ختم ہوتی ہیں، حج سے پہلے نہیں۔

کیا ڈرائیور اور تاجر کے لئے بھی ہر دفعہ احرام ضروری ہے

احناف کے نزدیک آفاق سے حرمِ مکہ میں کوئی بھی شخص کسی بھی غرض سے آئے خواہ حج وعمرہ کا ارادہ ہو یا مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا، یا رشتہ داروں سے ملاقات کا ارادہ ہو یا مکی اپنے وطن لوٹ رہا ہو، ہر حال میں احرام کے بغیر میقات سے گذرنا جائز نہیں ہے، ورنہ ایک دم (قربانی) واجب ہوگا اور وہ گنہگار بھی ہوگا۔

البتہ ائمہ ثلاثہ (امام شافعی، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ) کے نزدیک جو شخص مکہ مکرمہ میں حج وعمرہ کے ارادے سے نہ جا رہا ہو، کسی اور مقصد کے لئے جا رہا ہو، تو اس کے لئے احرام کے بغیر بھی میقات سے گذرنا جائز ہے، جبکہ اسے بکثرت حرم میں آنا جانا پڑتا ہو۔

اور حضرات احناف رحمہم اللہ کے نزدیک شدید ضرورت کے موقع پر دوسرے اماموں کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش دی گئی ہے، جس کے دلائل وشرائط فقہ کی بڑی کتابوں میں موجود ہیں، لہٰذا وہ حضرات جن کو واقعتاً روزمرہ کی ضروریات کے لئے بار بار حرم میں آنا جانا ہوتا ہے، جیسا کہ ڈرائیور اور تاجر حضرات ....، ان کے لئے ائمہ ثلاثہ

کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے (۱)۔

حرم میں نمازوں کا اہتمام

جب کوئی مسلمان حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ جائے تو اسے مسجد حرام میں تمام نمازیں باجماعت ادا کرنے کا خوب اہتمام کرنا چاہئے، کیوں کہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے، لیکن دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لوگ مکہ مکرمہ پہونچ کر بھی حرم میں نماز باجماعت کا اہتمام نہیں کرتے، اپنے اوقات ادھر ادھر بازاروں میں یا رشتہ داروں سے ملاقات میں یا اپنی رہائش گاہ میں آرام کرنے یا فضول گفتگو اور گپ شپ میں ضائع کردیتے ہیں، اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہوگی کہ حرم کے قریب رہتے ہوئے بھی مسجد حرام میں باجماعت نماز ادا نہ کی جائے، اس لئے جب کسی کو اللہ تعالیٰ وہاں جانے کی سعادت عطا فرمائے، تو اسے چاہئے کہ ہر قسم کے کاموں سے یکسو ہوکر اپنا زیادہ وقت حرم میں ہی گذارے، نفلی طواف، نوافل اور تلاوت وغیرہ میں مشغول رہے۔

حرم میں اذان کے بعد جلد ہی جماعت کھڑی ہو جاتی ہے، اس لئے جماعت سے تقریباً آدھا گھنٹہ پہلے ہی نماز کی تیاری شروع کردینی چاہئے، تاکہ اگلی صفوں میں باجماعت نماز پڑھنے کا موقع مل جائے، اور جیسے ہی اذان ہو جائے تو طواف موقوف کردیا جائے، اور مطاف میں یا مسجد حرام میں کسی جگہ اپنی نماز کی جگہ متعین کرلے تاکہ صف تلاش کرتے کرتے جماعت ہی نہ نکل جائے، بہت سے ناتجربہ کار اذان کے بعد بھی طواف کرتے رہتے ہیں، اس امید سے کہ نماز سے پہلے طواف سے فارغ ہو جائیں گے، یا

---

(۱) المغنی لابن قدامۃ (۳:۲۲۰) المجموع شرح المہذب (۷:۱۰،۱۱) فتوی جامعہ دارالعلوم کراچی (۴/۶۲۷) (ماخوذ از تبویب ۷۴/۲۴۴)

طواف کا فلاں چکر پورا ہو جائیگا، لیکن چونکہ حج کے قریب حاجیوں کا ہجوم بہت زیادہ ہو جاتا ہے، اس لئے اذان کے بعد طواف کرنے والوں کو اکثر اوقات جماعت میں شرکت کے لئے کسی صف میں کوئی جگہ نہیں ملتی، وہ دوران جماعت مطاف میں بیت اللہ کے قریب یا مسجد حرام میں کھڑے رہتے ہیں، اور جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتے، ذرا سی غفلت کی وجہ سے کس قدر عظیم فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں، اس لئے اذان ہوتے ہی کسی صف میں نماز کی جگہ ضرور بنالی جائے تاکہ حرم کی پرنور فضاؤں میں مکمل اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی جاسکے۔

حرم میں سمتِ قبلہ کا مسئلہ

بیت اللہ کے چاروں طرف نماز پڑھنا جائز ہے، لہٰذا جب آدمی بیت اللہ کے سامنے ہوتو نماز میں بیت اللہ کا سامنا ضروری ہے، اگر بیت اللہ کا سامنا نہ ہوگا تو نماز نہیں ہوگی، کیوں کہ بیت اللہ جب نظروں سے اوجھل ہوتو پھر نماز میں سمتِ قبلہ بھی کافی ہوتی ہے، مگر قریب ہونے کی صورت میں ذرا سے فرق سے بھی بعض دفعہ استقبال قبلہ نہیں رہتا، اگر قریب ہونے کے باوجود نماز میں عینِ قبلہ کا استقبال نہ ہوا تو نماز نہ ہوگی۔

جیسے جیسے ایامِ حج قریب آتے جاتے ہیں تو حرم میں حجاج کرام کی تعداد بہت زیادہ ہوجاتی ہے، ایسے میں بہت سے لوگ بیت اللہ کے سامنے ہونے کے باوجود نماز میں استقبال قبلہ نہیں کرتے، جماعت میں کھڑے ہیں، لیکن ان کا رُخ بالکل بیت اللہ کی طرف نہیں ہوتا، بلکہ ادھر اُدھر ہوتا ہے، دیکھا یہ گیا ہے کہ جب جماعت کھڑی ہوتی ہے تو بہت سے لوگ صفائی کے ڈرموں پر کھڑے ہوجاتے ہیں، یا کولروں کے پاس اس طرح صف بنا لیتے ہیں، کہ ان کا رُخ بیت اللہ کی طرف نہیں ہوتا، اس طرح کرنا جائز نہیں ہے، اگر کسی

نے بیت اللہ کے قریب اس طرح نماز پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

مسجد حرام سے کیا مراد ہے

احادیث میں جو مسجد حرام میں کئی گنا ثواب کا ذکر ہے، اس میں مسجد حرام سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں اہل علم سے چار قول منقول ہیں:

(۱) اس سے مراد بیت اللہ شریف ہے، اور مقام حطیم بھی اس میں داخل ہے۔

(۲) اس سے مراد مسجد جماعت ہے خواہ وہ حصہ ہو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد تھا یا وہ حصہ ہو جو بعد میں اب تک اضافہ ہوتا رہا ہے، احناف کے ہاں یہی ظاہر ہے۔

(۳) اس سے مکہ مکرمہ کی تمام سرزمین مراد ہے اگرچہ وہ مسجد حرام سے باہر ہو۔

(۴) اس سے تمام حدود حرم کی سرزمین مراد ہے۔

حرمین میں ہر نیکی کا ثواب کئی گنا ہوتا ہے

مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں ثواب کے کئی گنا ہونے کی خصوصیت صرف نماز کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ یہ اضافہ ہر نیک کام میں ملتا ہے چنانچہ روزہ، صدقہ، اعتکاف، ذکر اور قرأت وغیرہ تمام اعمال حسنہ میں کئی گنا ثواب ملتا ہے، اور جس طرح ان مقدس مقامات میں ہر نیکی کا ثواب کئی گنا ہوتا ہے، اسی طرح گناہوں کا عذاب بھی ان دونوں شہروں میں دوسری جگہوں سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے، اس لئے ان مقامات پر گناہوں سے خاص طور پر بچنا چاہیئے (۱)۔

---

(۱) عمدۃ الفقہ (۴:۶۶۲)

حرم میں مردوں اور عورتوں کا نماز میں ایک ساتھ کھڑے ہونے کا مسئلہ

حرم شریف میں عورتیں مردوں کے ساتھ جماعت میں آگے پیچھے کھڑی ہو جاتی ہیں، اور منع کرنے کے باوجود نہیں ہٹتیں، بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد اپنی عورتوں کو مطاف میں مردوں کے ساتھ کھڑا کر دیتے ہیں، اور خود بھی اپنی عورت کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ خاص کر ہجوم کے موقع پر ہوتا ہے، یہ طریقہ شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ اس طرح عورتوں کو مردوں کے ساتھ کھڑا کرنا حرام ہے۔

نیز اگر نماز با جماعت میں کوئی عورت کسی مرد کے برابر اس طرح کھڑی ہو جائے کہ اس کا قدم مرد کے قدم اور ٹخنے کے برابر یا مقابل ہو جائے اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو اس سے تین مردوں کی نماز فاسد ہو جائے گی، چاہے وہ باپ، بیٹا، بھائی، یا شوہر ہی کیوں نہ ہو، ایک اس کے دائیں، ایک اس کے بائیں اور ایک اس کے پیچھے والے مرد کی نماز نہیں ہوگی، بشرطیکہ امام نے عورتوں کی امامت کی نیت کی ہو اور اگر عورتوں کی امامت کی نیت نہیں کی تو پھر عورتوں کی نماز درست نہ ہوگی، خواہ وہ مردوں کے برابر آ کر کھڑی ہوں یا علیحدہ کھڑی ہوں، البتہ اس صورت میں مردوں کی نماز درست ہو جائیگی، اس لئے مرد حضرات اس بات کا خاص خیال رکھیں اور اپنی عورتوں کو مردوں کے ساتھ جماعت میں کھڑا نہ ہونے دیں، البتہ اگر دونوں الگ الگ اپنی نماز پڑھ رہے ہوں، ایک ہی امام کے مقتدی نہ ہوں تو پھر دونوں کی نماز درست ہو جائے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ:

''اگر جماعت میں مرد عورت ایک ساتھ کھڑے ہو جائیں اور درمیان

میں کوئی حائل بھی نہ ہو تو اس صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے،
بشرطیکہ امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو"

احناف کے ہاں اسی پر عمل ہے، اور فتویٰ بھی اسی کے مطابق دیا جاتا ہے، لیکن حرم شریف میں حج کے موقع پر اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ ایک حنفی کے لئے فقہ حنفی کے اس مسئلہ پر عمل کرنا انتہائی دشوار ہو جاتا ہے، کیوں کہ حرم میں یہ صورت ابتلاء عام کی صورت اختیار کر چکی ہے، تو کیا اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے مسلک پر عمل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ یعنی امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور حنابلہ کے راجح قول کے مطابق اگر عورت مردوں کی صف میں کھڑی ہو جائے تو اس کا اس طرح درمیان صف میں کھڑا ہونا صرف مکروہ ہے، اس سے مردوں کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

چنانچہ عصر حاضر میں فقہ حنفی کے مفتیان کرام کے درمیان یہ مسئلہ زیر غور ہے، اور بعض محقق مفتیان کرام نے عام ابتلاء کی وجہ سے ائمہ ثلاثہ کے مسلک پر فتویٰ بھی دیا ہے، استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کا فتویٰ بھی یہی ہے، تاہم جس قدر ممکن ہو، حرم میں خواتین کے ساتھ نماز میں کھڑے ہونے سے اجتناب کیا جائے، اور اگر احتیاط کے باوجود کوئی عورت ساتھ کھڑی ہو جائے، تو اس فتویٰ کی رو سے اس مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی، بلکہ درست ہو جائے گی (۱)۔

حرم میں نمازی کے سامنے سے گذرنے کا مسئلہ

اگر کوئی طواف کرنے والا دوران طواف کسی نمازی کے سامنے سے گذر جائے، تو ایسی حالت میں نہ طواف کرنے والے پر گناہ ہوگا اور نہ مطاف (طواف کرنے کی جگہ)

---

(۱) فتویٰ دار العلوم کراچی (فتویٰ نمبر ۵۳ جلد نمبر ۵۵۴) بتاریخ ۲۹/۴/۱۴۲۳ھ

میں نماز پڑھنے والے پر لیکن حنفی مسلک میں طواف کرنے والوں کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو نمازی کے سامنے سے گذرنے کے بارے میں دو قول ہیں: ایک قول کے مطابق نمازی کے مقام سجدہ کے آگے سے گذر سکتے ہیں، دوسرے قول میں دو صف کے آگے سے گذر سکتے ہیں، اور دو صف سے یہ مراد ہے کہ ایک نمازی کی صف اور ایک اس کے آگے کی صف، مسجد حرام، مسجد نبوی اور دیگر بڑی مساجد کا یہی حکم ہے۔

اب جب زائرین کا ہجوم حد سے زیادہ ہوگیا ہے اور مسجد حرام اور مسجد نبوی دونوں مساجد میں یہ صورتحال ہے کہ نمازی کے آگے سے گذرے بغیر نہیں نکل سکتے، اس لئے انتہائی مجبوری میں پہلے قول پر یعنی نمازی کے مقام سجدہ کے آگے سے لذر سکتے ہیں، لیکن اس سلسلہ میں اپنی طرف سے جتنی بھی احتیاط ممکن ہو، کی جائے اور اگر گذرنے والے کو سخت مجبوری نہیں ہے تو پھر دوسرے قول پر عمل کرے یعنی نمازی کے دو صف آگے سے گذرے، کیوں کہ حدیث شریف میں مجبوری کے بغیر ایسا کرنے والے پر سخت وعید آئی ہے، عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں اور علانیہ طور پر کہتے ہیں کہ حرمین شریفین میں سب کچھ جائز ہے، لہٰذا نمازی کے سامنے سے گذرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا، یہ انتہائی غلط بات ہے۔

حرم میں صفوں کے اتصال کا مسئلہ

دنیا کے کسی بھی خطے میں جب جماعت کرائی جائے تو صف بندی کا اہتمام ضروری ہوتا ہے، تاکہ صفیں سیدھی رہیں اور ان میں اتصال بھی ہو، درمیان میں فاصلہ نہ ہو، بڑے اجتماعات میں اس چیز کی اہمیت اور زیادہ ہو جاتی ہے، مسجد کے اندر

جو صفیں ہوں ان میں بھی اتصال ہونا چاہئے اور مسجد سے باہر راستے پر اگر صفیں بنائی جائیں تو ان کا آپس میں اتصال بھی ضروری ہے اور مسجد کی صفوں کے ساتھ بھی اتصال لازم ہوتا ہے، تاہم مسجد کے اندر جتنا بھی فاصلہ ہو، مقتدی کی نماز درست ہو جاتی ہے، لیکن مسجد سے باہر اگر فاصلہ دو صفوں کے برابر یا اس سے زیادہ رہ جائے یعنی بعد والی صفیں اگلی صفوں سے جدا ہو جائیں اور ان کے درمیان دو صفوں کے برابر یا اس سے زیادہ فاصلہ ہو جائے تو پھر ان تمام لوگوں کی نماز نہیں ہوگی جو فاصلہ کے بعد کھڑے ہیں۔

حرم شریف کے مین دروازوں سے باہر جماعت کے وقت جو صفیں بنائی جاتی ہیں ان کے اندر اتصال کا خاص دھیان رکھنا چاہئے، اکثر اوقات صفوں میں بہت زیادہ فاصلہ ہوتا ہے اور لوگ بغیر اتصال کے صفیں بنا کر نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، یہ طریقہ درست نہیں ہے۔

مسجد حرام کے باب الملک فہد کے سامنے الٹے ہاتھ پر (باب عبدالعزیز کی جانب) ایک بڑی ہوٹل ہے، اس میں ایک بڑے ہال کو نماز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، بہت سے لوگ جماعت کے وقت وہاں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں، اس ہال میں نماز اس وقت درست ہوگی جب اس عمارت تک بالترتیب صفیں پہونچ جائیں، اس عمارت اور صفوں کے درمیان دو صف یا اس سے زیادہ فاصلہ نہ ہو، اگر اس قدر فاصلہ ہونے کے باوجود اس ہال میں حرم کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھی گئی تو ہال میں کھڑے تمام لوگوں کی نماز درست نہیں ہوگی (۱)۔

---

(۱) فتاویٰ ھندیہ (۱:۸۸) امداد الفتاویٰ (۱:۲۷۰)

مسجد حرام کی سیڑیوں پر بیٹھ کر یا کھڑے کھڑے اشارے سے نماز پڑھنا

حج کے ایام جیسے جیسے قریب آتے جاتے ہیں تو طواف، سعی اور نمازوں میں بہت زیادہ رش ہو جاتا ہے، جب جماعت کھڑی ہوتی ہے تو جن لوگوں کو صفوں میں جگہ نہیں ملتی، وہ مطاف (طواف کرنے کی جگہ) کے کنارے اور مسجد حرام میں مختلف جگہوں پر بنی ہوئی سیڑیوں پر بیٹھ کر یا کھڑے ہی کھڑے اشارے سے فرض نماز جماعت سے پڑھ رہے ہوتے ہیں، ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اشارے سے نماز پڑھنے کا شرعاً یہ کوئی عذر نہیں ہے، جب کہ مسجد حرام کی پہلی، دوسری منزل اور چھت پر صفوں کی جگہ خالی ہوتی ہے، اس لئے جو لوگ اس طرح نماز پڑھتے ہیں، ان کی نماز نہیں ہوتی، ان پر اس نماز کا اعادہ ضروری ہے، ایسے لوگوں کو جب مسئلہ بتایا جائے تو برجستہ جواب دیتے ہیں کہ حرم میں ایسا کرنا جائز ہے، لیکن ان کی یہ بات سراسر غلط ہے۔

نفلی طواف کا طریقہ

کثرت سے طواف کرنا، بلاشبہ افضل ہے، اور یہ ایسی عبادت ہے، جو اپنے وطن میں نہیں ہو سکتی، اس لئے حرمین شریفین جانے والوں کو اپنی استطاعت کے بقدر، زیادہ سے زیادہ نفلی طواف کرنے چاہئیں، نفلی طواف کرنے کا طریقہ وہی ہے، جو اوپر عمرہ کے بیان میں لکھا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ حجر اسود سے پہلے طواف کی نیت کریں، پھر اس کا استلام یا اشارہ کریں، پھر بیت اللہ کے سات چکر لگائیں، اس کے بعد ملتزم پر دعا کریں، پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت واجب طواف ادا کریں، پھر زم زم کے کنویں

پر پانی پئیں، اور خوب دعا کریں، یہ نفلی طواف کا طریقہ ہے۔

یہ ذہن میں رہے، کہ نفلی طواف میں نہ احرام ہوتا ہے، نہ اضطباع، نہ رمل اور نہ سعی۔

طواف کی عظیم فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ جو شخص (سنت کے مطابق) کامل وضو کرے (اور طواف کے لئے) حجر اسود کے پاس آئے، تاکہ اس کا استلام کرے، تو وہ (اللہ تعالیٰ کی) رحمت میں داخل ہو جاتا ہے، پھر (جب حجر اسود کا) استلام کر کے، وہ یہ کلمات کہتا ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ، لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،

تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے، اور جب وہ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں عطا فرماتے ہیں، ستر ہزار (صغیرہ) گناہ معاف کرتے ہیں، اور اس کے ستر ہزار درجے بلند کئے جاتے ہیں، اور (قیامت کے دن) اس کے اہل خانہ کے ستر افراد کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائیگی، اس کے بعد جب وہ مقام ابراہیم کے پاس آ کر دو رکعتیں، ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے ادا کرتا ہے، تو اس کو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، اور وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے، جیسے اس روز تھا، جس روز اس کو، اس کی ماں نے جنا تھا۔

اس حدیث سے طواف کی کس قدر عظیم فضیلت، اور اس کے اجر و ثواب کا ذکر ہے، اس لئے مکہ مکرمہ جانے والوں کو یہ سعادت حاصل کرنے کیلئے، خوب اہتمام، اور کوشش کرنی چاہیئے۔

دوسروں کیلئے طواف یا عمرہ کرنا

عمرہ اور طواف کرنے کا طریقہ، آپ نے پڑھ لیا ہے، اگر آپ زندہ، یا مرحوم والدین، یا کسی دوست کی طرف سے عمرہ، یا طواف کرنا چاہیں، تو ان کی طرف سے نیت کر کے، مذکورہ طریقہ کے مطابق عمرہ، یا طواف کر سکتے ہیں، اگر آپ مکہ مکرمہ سے عمرہ کر رہے ہوں، تو عمرہ کا احرام مقام ''تنعیم'' سے باندھیں، تنعیم مکہ مکرمہ سے باہر تین میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے، جہاں ایک مسجد ہے، جس کو مسجد عائشہ کہتے ہیں، نیت اس طرح کریں:

اے اللہ! یہ عمرہ یا یہ طواف میں اپنے والدین یا والدہ یا............ کی طرف سے کر نے کی نیت کرتا، کرتی ہوں، ان کی طرف سے آپ اس کو قبول فرمالیں، اور اسے میرے لئے آسان فرمادیں۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے، کہ عمرہ یا طواف اپنی طرف سے کر کے، اس کا ثواب کسی دوسرے کو پہنچا دیا جائے، اس میں یہ بھی اختیار ہے، کہ چاہے ایک شخص کو ثواب پہنچائیں، اور خواہ پوری امت کو ثواب پہنچائیں، جونسی بھی صورت اختیار کی جائے، شرعاً درست ہے، البتہ پہلی صورت میں جس شخص کی طرف سے نیت کر کے احرام باندھا ہے، بس اسی کو ثواب ملے گا، اور دوسری صورت میں ایک عمرہ یا ایک طواف کر کے ایک سے زیادہ افراد کو بھی ثواب پہنچایا جاسکتا ہے۔

متعدد عمرہ کرنا

عمرہ سال کے کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے، اس کا شرعاً کوئی وقت مقرر نہیں ہے، البتہ سال میں صرف پانچ دن ایسے ہیں، جن میں عمرہ کرنا، ناجائز اور حرام ہے، وہ پانچ دن وہ ہیں، جن میں حج ادا کیا جاتا ہے، یعنی ۹ ذی الحجہ سے لے کر ۱۳ ذی الحجہ تک، ان پانچ ایام

کے علاوہ سال بھر میں جب چاہیں، عمرہ کر سکتے ہیں، لہذا رمضان کے بعد ۹ ذی الحجہ سے پہلے جب چاہیں، اور جتنے عمرے کرنا چاہیں، کر سکتے ہیں، کوئی ممانعت نہیں ہے، اور حج کے ایام کے بعد بھی عمرہ کر سکتے ہیں، جو لوگ حج سے پہلے عمرہ کرنے سے منع کرتے ہیں، ان کا منع کرنا درست نہیں ہے (۱)۔

عمرہ افضل ہے یا طواف

اگر عمرہ کرنے میں طواف سے زیادہ وقت لگے، تو عمرہ طواف سے افضل ہے، اور اگر دونوں میں برابر وقت لگے، تو بعض حضرات کے نزدیک عمرہ طواف سے افضل ہے، اور بعض کے نزدیک طواف عمرہ سے بہتر ہے، تاہم کثرت سے عمرہ کرنا مکروہ نہیں، بلکہ مستحب ہے (۲)۔

اور طواف کرنا بھی چونکہ اعلیٰ عبادت ہے، دونوں عبادتیں اپنی طاقت کے اعتبار سے ضرور انجام دینی چاہئیں، یہ زندگی کا سنہری موقع ہوتا ہے، معلوم نہیں پھر ان مقامات پر حاضری کا شرف حاصل ہو، یا نہ ہو، اس لئے اس موقعہ سے خوب فائدہ اٹھانا چاہیئے، اور کثرت سے عمرہ اور طواف کرنا چاہیئے۔

دعا قبول ہونے کی جگہیں

مکہ مکرمہ میں یوں تو ہر جگہ دعا قبول ہوتی ہے، مگر مندرجہ ذیل مقامات پر دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، اس لئے ان مقامات پر دعا مانگنے کا خاص اہتمام کرنا چاہیئے، لیکن کسی مسلمان کو تکلیف دینا، یا مردوں کا عورتوں کے ہجوم میں، یا عورتوں کا مردوں کے ہجوم میں داخل ہونا درست نہیں ہے:

---

(۱) مناسک ملا علی قاری (ص: ۴۶۶)　　(۲) معلم الحجاج (ص: ۲۱۳)

(۱)...... بیت اللہ پر پہلی نظر پڑتے وقت۔

(۲)...... مطاف میں یعنی جہاں طواف کیا جاتا ہے۔

(۳)...... طواف کرتے وقت۔

(۴)...... حجر اسود کے سامنے۔

(۵)...... ملتزم پر۔

(۶)...... حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے۔

(۷)...... رکن یمانی پر۔

(۸)...... مقام ابراہیم کے پاس۔

(۹)...... زمزم کے کنویں پر۔

(۱۰)...... صفا اور مروہ پر، اور ان کے درمیان، جہاں دوڑتے ہیں۔

(۱۱)...... ''منی'' میں۔

(۱۲)...... جمرات کے پاس۔

(۱۳)...... ''مسجد خیف'' میں، جہاں ستر انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔

(۱۴)...... عرفات میں۔

(۱۵)...... ''مزدلفہ'' میں، مسجد مشعر الحرام کے پاس۔

(۱۶) ہر اس جگہ پر، جہاں سے بیت اللہ نظر آئے (۱)۔

---

(۱) فقہی رسائل (۲: ۲۳۳-۲۴۱)

حج کا طریقہ

حج کا ثواب اور مغفرت:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حج کی فضیلت معلوم کرنے والے صحابی سے) فرمایا:

جب تم بیت اللہ کی نیت سے اپنے گھر سے چلو گے، تو راستہ میں تمہاری اونٹنی کے ہر قدم پر تمہارے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی، اور ایک گناہ مٹا دیا جائے گا، اور (طواف کے بعد مقام ابراہیم پر) تمہارا دو رکعتیں ادا کرنا (ثواب میں) بنی اسماعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے کی طرح ہے، اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کا ثواب ستر غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

اور عرفہ کے دن شام کو تمہارا میدانِ عرفات میں وقوف کرنا (ایسا مبارک ہے، کہ) اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں، اور فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں، اے میرے بندو! تم غبار آلود، پراگندہ بال، ہر گہری، اور کشادہ وادی سے میرے پاس آئے ہو، اور میری جنت ملنے کی آرزو رکھتے ہو، (لو سنو): اگر تمہارے گناہ ریت کے ذرات کی طرح ہوں، یا بارش کے قطروں، یا سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، تو بھی میں نے بخشدیئے، اب تم بخشے ہوئے لوٹ جاؤ، اور جن کی تم سفارش کرو (ان کو بھی بخشدیا)۔

جمرات کی رمی میں ہر اس کنکری کے بدلہ، جس سے تم رمی کرو گے، ہلاک کرنے والے گناہوں میں سے ایک گناہ کبیرہ معاف ہوگا، اور تمہاری (حج کی) قربانی تمہارے رب کے پاس ذخیرہ ہے، (جس کا ثواب آخرت میں ملے گا) اور سر منڈانے میں

تمہارے ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی عطا ہوگی، اور ایک گناہ مٹادیا جائیگا، (اس کے بعد آخر میں) تمہارا بیت اللہ کا طواف کرنا، ایسی حالت میں ہوگا، کہ تمہارا کوئی گناہ باقی نہ بچے گا، اور ایک فرشتہ آئے گا، اور تمہارے دونوں کاندھوں کے درمیان ہاتھ رکھے گا، اور کہے گا، کہ: آئندہ (نئے سرے سے) عمل کرو، تمہارے پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے (۱)۔

اس حدیث سے حج کی کس قدر عظیم فضیلت معلوم ہوئی، اس لئے اس کے حاصل کرنے کے لئے حج کا طریقہ اچھے طریقے سے ذہن نشین کیا جائے، تاکہ یہ فضیلت حاصل ہوجائے۔

حج کے پہلے دن ۸ ذی الحجہ کے احکام

۱)- ۸ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک کے ایام، حج کے دن کہلاتے ہیں، ان ایام میں اسلام کا اہم رکن ''حج'' ادا کیا جاتا ہے، ۷ ذی الحجہ کو مغرب کے بعد چونکہ، ۸ ذی الحجہ کی رات شروع ہوجاتی ہے، اسلئے رات ہی کو منیٰ جانے کی تیاری مکمل کرلینی چاہیئے، اور حج کا احرام اگر پہلے سے بندھا ہوا نہ ہو، تو وہ باندھ لیں، جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

۲- حج قران کرنے والا جو پہلے سے حالت احرام میں ہے، اس نے اگر اب تک طواف قدوم نہیں کیا ہے تو اس کے لئے سنت ہے کہ ۸ ذی الحج کو منیٰ جانے سے پہلے طوافِ قدوم کرے اور اس کے لئے افضل ہے کہ طواف قدوم کے بعد حج کی سعی بھی کرلے، ایسی حالت میں وہ طواف کے تمام چکروں میں اضطباع کرے اور پہلے تین چکروں میں رمل کرے، پھر ملتزم کی دعا، دو رکعت واجب طواف اور آب زمزم سے فارغ ہوکر صفا اور مروہ کی سعی کرے، اس کے بعد ۸ ذی الحج کو منیٰ چلا جائے، لیکن اگر کسی وجہ سے حج کی سعی

---

(۱) (رواہ البزار باسناد لابأس بہ)

طواف زیارت کے بعد کرنا چاہے تو طوافِ قدوم میں اضطباع اور رمل نہ کرے، اس صورت میں اس کو طواف زیارت میں رمل کرنا ہوگا، اور اضطباع اس سے ساقط ہو جائے گا، کیوں کہ اس وقت وہ احرام کے کپڑے اتار کر سلے ہوئے کپڑے پہن چکا ہوگا۔

۳- حج کا احرام حدودِ حرم سے کسی بھی جگہ سے باندھا جا سکتا ہے، اپنی قیام گاہ سے بھی باندھ سکتے ہیں۔

۴- حج تمتع والوں کے لئے طوافِ قدوم نہیں ہے، لہٰذا حج تمتع کرنے والا طوافِ زیارت میں رمل کرے اور اس کے بعد سعی کرے، لیکن اگر حج کی سعی کو منیٰ جانے سے پہلے کرنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ حج کا احرام باندھ کر اس کے لئے ایک نفلی طواف کرے، اور اس کے تمام چکروں میں اضطباع اور پہلے تین چکروں میں رمل کرے، پھر ملتزم کی دعا، دو رکعت واجب طواف، آبِ زمزم پی کر اور حجر اسود کا نواں استلام کر کے صفا اور مروہ کی سعی کرے، البتہ افضل یہ ہے کہ تمتع والے طوافِ زیارت کے بعد سعی کریں۔

۵- حج افراد کرنے والا جو پہلے ہی سے حالتِ احرام میں ہوتا ہے، اس نے مکہ مکرمہ پہونچتے ہی طوافِ قدوم کرلیا ہوگا، اس کے لئے افضل ہے کہ حج کی سعی طوافِ زیارت کے بعد کرے، اور ۸ ذی الحجہ کو کوئی اور **رکن** ادا کئے بغیر منیٰ روانہ ہو جائے، لیکن اگر وہ حج کی سعی منیٰ جانے سے پہلے ہی کرنا چاہے تو مذکورہ طریقے کے مطابق طواف قدوم کے بعد حج کی سعی کرسکتا ہے اور پھر منیٰ روانہ ہو جائے۔ (۱)

حج کی نیت اور تلبیہ

اگر حج فرض ہے، تو احرام باندھنے کے وقت حج فرض کی نیت کریں، نفل ہے، تو

---

(۱) عمدۃ الفقہ (۱۶۲:۴)

حج نفل کی نیت کریں، اور اگر کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنا ہے، تو اس کا نام لیں، کہ میں فلاں بن فلاں کی طرف سے، یا اپنے والد، یا والدہ، کی طرف سے حج کا احرام باندھتا، باندھتی ہوں، نیت کے الفاظ یہ ہیں:

اے اللہ! میں آپ کی رضا کے لئے حج کی نیت کرتا، کرتی ہوں، آپ اس کو قبول کر لیجئے اور میرے لئے آسان کر دیجئے آمین۔

پھر فوراً ہی حج کے احرام کی نیت سے تین مرتبہ درمیانی آواز سے لبیک کہیں، پھر ہلکی آواز سے درود شریف پڑھیں، اور یہ دعا کریں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّةَ ،وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ.

اے اللہ! میں آپ سے آپ کی رضا اور جنت مانگتا ہوں، اور آپ کی ناراضگی اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں۔

خواتین گھر ہی سے احرام باندھیں، ان کے احرام کا وہی طریقہ ہے، جو پہلے خواتین کے مسائل احرام میں گذر چکا ہے، اس کی تفصیل دیکھ لی جائے۔

اب جب احرام باندھ لیا، تو ایک بار پھر احرام کی پابندیاں شروع ہوگئی ہیں، ان کا مکمل لحاظ کر کے، فریضہ حج ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔

معذور خواتین کا حکم

اگر خواتین معذوری (ایام) کی حالت میں ہوں، تب بھی ان کے لئے ۸ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھنا ضروری ہے، البتہ ایسی خواتین نہ تو مسجد حرام میں جائیں اور نہ ہی نفل پڑھیں، بلکہ اپنی قیام گاہ پر قبلہ رُخ بیٹھ کر حج کے احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لیں، بس ان کا احرام بندھ گیا، ہاں احرام سے پہلے ان کے لئے غسل کرنا بہتر ہے، یہ غسل

طہارت کے لئے نہیں ہے، بلکہ نظافت اور صفائی کے لئے ہے، نیت اور تلبیہ کے بعد ان پر احرام کی پابندیاں شروع ہو جاتی ہیں۔

منیٰ روانگی

۸ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر، مکہ مکرمہ سے طلوع آفتاب کے بعد منی روانہ ہوں، اور راستہ میں اترتے، چڑھتے، صبح، اور شام، نمازوں کے بعد، اور حاجیوں سے ملاقات کے وقت کثرت سے تلبیہ پڑھیں، اور جب بھی تلبیہ پڑھیں، تین بار پڑھیں، اس کے بعد درود شریف پڑھیں، اور پھر خوب دعائیں مانگیں، اور وہ دعا بھی ضرور مانگیں، جو ابھی اوپر لکھی گئی ہے۔

اس کے علاوہ دیگر اذکار میں بھی خوب کثرت کریں، اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کا مکمل اہتمام کریں۔

طلوع آفتاب سے پہلے منیٰ جانا

اگر کوئی حاجی ۸ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب سے پہلے، خواہ فجر کے بعد، یا فجر سے بھی پہلے منیٰ چلا جائے، تو یہ بھی گو جائز ہے، مگر سنت کے خلاف ہے، لیکن اگر معلم انتظامی لحاظ سے، طلوع آفتاب سے پہلے، منیٰ جانے پر مجبور کرے، تو اس کے ساتھ جا سکتے ہیں، منیٰ میں پانچ نمازیں، ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور ۹ ذی الحجہ کی فجر کی نماز ادا کرنا، مسنون ہے، اور منیٰ میں رات رہنا سنت ہے، اور اگر رات مکہ مکرمہ میں رہیں یا منیٰ کی حدود سے باہر مزدلفہ کی حدود میں لگے ہوئے خیموں میں رات گذاریں، یا مکہ مکرمہ سے سیدھے عرفات پہنچ جائیں، تو یہ مکروہ ہے، ایسا کرنے سے بچنا چاہیئے۔

حج کا دوسرا دن ۹ ذی الحجہ، عرفات روانگی

نماز فجر منیٰ میں پڑھیں، تکبیر تشریق کہیں، لبیک پڑھیں، اور ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر، عرفات جانے کی تیاری کریں، اور پھر سکون واطمینان سے عرفات کی طرف روانہ ہوں، اور راستہ میں یہی اوپر والے اذکار، استغفار، درود شریف، اور دعا کرتے رہیں مگر تلبیہ زیادہ پڑھیں۔

مکہ مکرمہ، منیٰ مزدلفہ اور عرفات میں نمازوں میں قصر کا مسئلہ

سفر حج کے دوران مکہ مکرمہ اور مذکورہ مقامات پر نمازیں پوری پڑھی جائیں گی یا ان میں قصر ہوگی؟ اس کا حکم یہ ہے کہ جس حاجی کو ۸ ذی الحجہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسلسل پندرہ دن یا اس سے زیادہ اقامت کی نیت کے ساتھ قیام کا موقع مل جائے تو شرعاً وہ مقیم شمار ہوگا، لہٰذا ایسا حاجی مکہ مکرمہ اور اسی طرح منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں پوری نمازیں پڑھے گا، قصر نہیں کریگا، اور جس حاجی کو ۸ ذی الحجہ سے پہلے تک مکہ مکرمہ میں مسلسل پندرہ دن یا اس سے زیادہ اقامت کی نیت کے ساتھ قیام کا موقع نہ ملے بلکہ اس کا قیام پندرہ دن سے کم ہوا ہو تو ایسا شخص مسافر ہے، اس صورت میں اگر یہ اقامت کی نیت بھی کرلے تو اس کی نیت درست نہ ہوگی، وہ شخص مسافر ہی ہوگا، یہ آدمی مکہ مکرمہ میں بھی تنہا نماز پڑھنے کی صورت میں قصر کرے گا، اور منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں بھی وہ مسافر ہوگا، اور اپنی نماز میں قصر کرے گا۔

لہٰذا ہر حاجی اپنے جانے کی تاریخ سے حساب لگالے کہ اس کو ۸ ذی الحجہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسلسل پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کا موقع مل رہا ہے یا نہیں؟ اگر موقع مل رہا ہے تو وہ مقیم ہے، اور اگر موقع نہیں مل رہا تو وہ مسافر ہوگا، البتہ مقیم امام کے

پیچھے نماز پڑھنے کی صورت میں پوری نماز ہی پڑھنی ہوگی چاہے وہ خود مقیم ہو یا مسافر۔

بارہ یا تیرہ ذی الحج کو منیٰ سے واپسی کے بعد اگر اس کا ارادہ مکہ مکرمہ میں پندرہ دن رہنے کا ہے، تو اب یہ شخص حج کے بعد مکہ مکرمہ میں مقیم ہوگا، لیکن اگر منیٰ سے واپسی کے بعد بھی پندرہ دن رہنے کا موقع نہ ہو تو یہ شخص مسافر ہوگا۔

ہر حاجی اس طریقے سے حساب کر کے اپنی نمازوں کا حکم معلوم کر سکتا ہے، کہ آیا اس نے ان مقامات پر پوری نماز پڑھنی ہے یا قصر کرنی ہے (۱)۔

عرفات کے احکام

عرفات مکہ مکرمہ کے مشرق کی جانب تقریباً نو میل اور منیٰ سے چھ میل کے فاصلے پر ایک میدان ہے، یہ وہ عظیم الشان میدان ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام کا جدائی کے بعد تعارف ہوا تھا، اسی لئے اسے میدان عرفات کہتے ہیں۔

نو ۹ ذی الحجہ کو زوال کے بعد سے دس تاریخ کی صبح صادق تک، کسی بھی وقت اس میں ٹھہرنا، اگرچہ تھوڑی دیر ہی ہو، فرض ہے، اس کے بغیر حج ادا نہیں ہوتا۔

(۱)- وقوف عرفات میں صرف ایک چیز واجب ہے، اور وہ یہ کہ جو شخص دن میں زوال آفتاب کے بعد غروب آفتاب سے پہلے وقوف کرے، اس کے لئے غروب آفتاب تک رہنا واجب ہے، یعنی غروب آفتاب حاجی کو عرفات میں ہی ہو جائے، اگر کوئی شخص باہر نکل گیا اور پھر غروب آفتاب سے پہلے عرفات میں واپس نہ آیا تو اس پر ایک دم یعنی جانور ذبح کرنا واجب ہوگا، لیکن جو شخص ۹ ذی الحجہ کو دن میں حاضر نہ ہو سکے اور دسویں کی رات میں آ کر وقوف کرے تو تھوڑے سے وقت کے رہنے سے بھی یہ واجب ادا ہو جائے گا۔ (۲)

---

(۱) ردالمحتار (۲:۱۲۶) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۴:۱۲۱) (۲) فتاویٰ ہندیہ (۱:۲۲۹)

(۲)-اگر کوئی حاجی منیٰ سے صبح صادق ہونے سے پہلے، یا نماز فجر سے پہلے، یا سورج نکلنے سے پہلے، عرفات چلا جائے، تو بھی جائز ہے، لیکن ایسا کرنا برا ہے، تاہم معلّم کی سواری کے انتظام سے مجبور ہو کر، جلدی جانا پڑے، تو گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

(۳)-عرفات میں پہنچ کر تلبیہ، دعا اور درود وغیرہ کثرت سے پڑھتے رہیں، جب زوال ہو جائے، وضو کریں، غسل کرنا بہتر ہے، اور زوال سے پہلے تمام ضروریات، اور کھانے پینے وغیرہ سے فارغ ہو جائیں، پھر مکمل اطمینان اور سکون قلب کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں، اور خوب عبادت کریں۔

(۴)-حج کا احرام باندھنے کے بعد وقوف عرفہ سے پہلے اگر کسی نے جماع کر لیا تو حج فاسد ہو جائے گا، اور اس پر تین چیزیں واجب ہو جائیں گی، ایک یہ کہ وہ بکری ذبح کرے، دوسرا یہ کہ اسی احرام کے ساتھ بقیہ افعال حج ادا کرتا رہے، اور تمام ممنوعات سے بچتا رہے، تیسرا یہ کہ آئندہ نئے احرام کے ساتھ حج کی قضا کرے۔ (۱)

(۵)-حنفی مذہب میں عرفات میں ظہر اور عصر کو اکٹھا کر کے پڑھنا کوئی فرض، یا واجب نہیں ہے، سنت یا مستحب ہے، لیکن اس کی چند شرائط ہیں، جو عموماً پوری نہیں ہوتیں، اس لئے حنفی آدمی کے لئے میدان عرفات میں ظہر وعصر کی نماز ایک ساتھ، امام کی اقتدا میں، مسجد نمرہ میں ادا کرنا، جائز نہیں ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے، کہ میدان عرفات میں امام نماز میں قصر کرتا ہے، حالانکہ وہ مسافر نہیں ہوتا، بلکہ مقیم ہوتا ہے، اور مسئلہ یہ ہے، کہ امام مقیم اگر قصر کرے، تو امام اور مقتدی دونوں کی نماز نہیں ہوتی، اس لئے حنفی مقیم یا مسافر حاجی کیلئے، عرفات میں یہ دو نمازیں، امام کی اقتداء میں، ایک ساتھ ادا کرنا جائز نہیں ہے، اور اپنے خیموں میں بھی یہ نمازیں ملا کر ادا نہیں کر سکتے، کیونکہ وہاں امام مسلمین یا اس کا نائب میسر

(۱) عمدۃ الفقہ (۴:۲۰۸)

نہیں ہوتا۔لہذا حنفی حاجی کو عرفات میں ظہر کی نماز،ظہر کے وقت میں،اور عصر کی نماز،عصر کے وقت میں،اذان واقامت کے ساتھ،جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہئیں،ظہر کے وقت میں ہی دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

لیکن اگر مسجد نمرہ کا امام واقعۃً شرعی مسافر ہو جیسا کہ آج کل وہاں کے لوگ بتاتے ہیں کہ مسجد نمرہ کا امام شرعی مسافر ہوتا ہے، مدینہ منورہ یا ریاض سے آتا ہے، اگر واقعۃً ایسا ہی ہو تو پھر اس کی اقتداء میں مسجد نمرہ میں ظہر وعصر کی نمازیں اکٹھی کر کے پڑھنا جائز ہے،مقتدی بھی اگر شرعی مسافر ہو تو وہ اس امام کے ساتھ ہی سلام پھیر لے،اور اگر مقتدی مسافر نہ ہو بلکہ مقیم ہو،تو وہ امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو جائے اور اپنی بقیہ نماز مقتدی کی حیثیت سے ادا کر لے،اس میں سورۃ فاتحہ اور قرأت نہ کرے، بلکہ سورۂ فاتحہ کی مقدار اندازاً چپ کھڑے ہو کر رکوع وسجود کرے اور قعدہ اخیر کر کے نماز مکمل کر لے،اور اگر ان دونوں رکعتوں میں سجدہ سہو لازم ہو تو وہ بھی نہ کرے، کیوں کہ وہ ان دونوں رکعتوں میں حکماً امام کے پیچھے یعنی لاحق کے مثل ہے۔

(۶)- وقوف عرفہ (عرفہ میں ٹھہرنا) کے لئے پاک ہونا،کوئی ضروری نہیں ہے،اگر کوئی شخص ناپاک ہو یا کوئی عورت ناپاکی کے ایام میں ہو،تب بھی وہ عرفات میں وقوف کر سکتی ہے،اور اس سے اس کا یہ رکن ادا ہو جائے گا۔

(۷)- اگر اس دن جمعہ ہو تو عرفات چونکہ شہر نہیں ہے،اس لئے اس میں جمعہ کی نماز نہیں ہے،ظہر کی نماز پڑھی جائے گی،اور حج کے دنوں میں منیٰ میں جمعہ پڑھنا جائز ہے،اور حجاج پر عید الاضحیٰ کی نماز نہیں ہے۔(۱)

---

(۱) معلم الحجاج (ص:۱۶۲)

میدان عرفات میں وقوف کا طریقہ

جب نمازِ ظہر ادا کر چکیں، تو پھر عرفات میں وقوف کے لئے کھڑے ہو جائیں، افضل یہ ہے، کہ قبلہ رخ کھڑے ہوں، اور وقوف کی نیت کریں، اگر کسی نے نیت نہ بھی کی ہو، تب بھی وقوف ہو جائے گا، کیونکہ اس کے لئے نیت شرط نہیں ہے، اور دعا کے لئے ہاتھ پھیلائیں، اور پھر خوب گڑگڑا کر توبہ، واستغفار کریں، اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، اور جو چاہیں ذکر واذکار اور عبادت کریں، شرعاً وقوف عرفہ کے لئے کوئی خاص ذکر مقرر نہیں ہے۔

میدان عرافت میں وقوف کے وقت کھڑا رہنا مستحب ہے، کوئی شرط یا واجب نہیں ہے، اس لئے بیٹھ کر، لیٹ کر، سوتے، جاگتے، ہوش میں ہو، یا بے ہوش، خوشی سے ہو، یا زبردستی، جس طرح وقوف کرنا چاہے، جائز ہے، غروبِ آفتاب تک میدانِ عرفات میں ہی ٹھہرنا ہے، اس وقت میں خشوع وخضوع کے ساتھ ذکر ودعا میں لگے رہیں، یہ دعا بھی مانگیں، اور آئندہ بھی ہر جگہ مانگ لیا کریں:

اے اللہ! یہاں پر آج تک جتنی دعائیں آپ کے انبیاء علیہم السلام نے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دوسرے مقبول بندوں نے مانگی ہیں، یا بتلائی ہیں، وہ تمام دعائیں میرے حق میں بھی قبول فرما، آمین، اور اے اللہ! ہمیں اپنی رضا اور جنت عطاء فرما، اور اپنی ناراضگی، اور دوزخ سے پناہ عطاء فرما، آمین۔

نوٹ: دیکھا گیا ہے کہ میدان عرفات میں بہت سے لوگ فضول اور خلاف شرع کاموں میں مصروف رہتے ہیں، اونٹ پر بیٹھ کر تصویریں کھنچواتے ہیں، جبکہ تصویر تو کسی بھی جگہ کھینچی جائے تو انتہائی سنگین گناہ اور حرام ہے، اور اس مبارک جگہ پر کھینچی جائے گی تو اس کی قباحت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے، اور بہت سارے لوگ لایعنی گفتگو کرتے رہتے ہیں، یہ

بہت بڑا گناہ ہے، یہ مقدس جگہ ہے، اور مقدس جگہ پر چونکہ گناہ کا وبال بہت زیادہ ہوتا ہے، اس لئے ہر قسم کے گناہ سے احتراز کرنا چاہئے۔

مزدلفہ روانگی

جب میدانِ عرفات میں آفتاب غروب ہو جائے، تو یہاں سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائیں، یہاں نہ مغرب کی نماز پڑھیں، اور نہ عشاء کی، اور راستہ میں بھی یہ نمازیں ادا کرنا جائز نہیں ہے، مزدلفہ پہنچ کر یہ نمازیں ادا کرنی ہیں، راستہ میں ذکر اللہ، درود شریف، اور کثرت سے لبیک پڑھتے رہیں، دورانِ راہ فضول گفتگو، اور ادھر ادھر کی باتوں سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

مزدلفہ میں مغرب، اور عشاء کی نماز

مزدلفہ پہنچ کر سب سے پہلے نمازیں پڑھنے کا اہتمام کیا جائے، مغرب، اور عشاء، دونوں نمازوں کو ملا کر عشاء کے وقت میں ادا کرنا ضروری ہے، دونوں نمازوں کے لئے ایک اذان اور ایک اقامت کہی جائے گی، جس کی تفصیل یہ ہے، کہ جب عشاء کا وقت ہو جائے، تو اذان دیں، پھر اقامت کہیں، پھر ادا کی نیت سے باجماعت مغرب کے تین فرض پڑھیں، سلام پھیر کر، تکبیر تشریق، اور لبیک کہیں، اس کے بعد اقامت کے بغیر، فوراً عشاء کے فرض جماعت کے ساتھ ادا کریں، اور سلام پھیر کر، تکبیر تشریق، اور لبیک کہیں، مسافر ہوں، تو عشاء کے دو فرض، اور مقیم ہوں، تو عشاء کے چار فرض پڑھیں، اس کے بعد، مغرب کی دو سنت، پھر عشاء کی دو سنت، اور تین وتر ادا کریں، نفل پڑھنے کا اختیار ہے، مگر ان دو فرضوں کے درمیان سنت اور نفل نہ پڑھیں، مزدلفہ میں مغرب، اور عشاء کے دونوں فرض ملا کر عشاء کے وقت میں پڑھنے واجب ہیں، خواہ باجماعت نماز پڑھیں، یا علیحدہ،

کیونکہ ان کو با جماعت پڑھنا شرط نہیں ہے، ہاں جماعت سے ادا کرنا افضل ہے۔

اگر کسی نے مغرب کی نماز عرفات میں، یا راستہ میں پڑھ لی، تو مزدلفہ پہنچ کر اسے دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی حاجی عشاء کے وقت سے پہلے مزدلفہ پہنچ جائے، تو ابھی مغرب کی نماز نہ پڑھے، عشاء کے وقت کا انتظار کرے، پھر جب عشاء کا وقت شروع ہو جائے، تو دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھا جائے۔

مسئلہ: اگر عرفات سے مزدلفہ آتے ہوئے، کوئی ایسی وجہ پیش آ جائے، جس سے یہ اندیشہ ہو، کہ مزدلفہ میں پہنچنے تک فجر ہو جائے گی، تو پھر راستہ میں مغرب اور عشاء کی نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن ہر ایک نماز کو، اس کے وقت میں پڑھا جائے گا(۱)۔

مزدلفہ میں عبادت کا اہتمام

نمازوں سے جب فارغ ہو جائیں، تو تلاوت کریں، درود شریف پڑھیں، توبہ واستغفار کریں، تلبیہ کہیں، اور خوب گڑگڑا کر کثرت سے دعا کریں، یہ رات بڑی ہی مبارک رات ہے، بعض کے نزدیک شب قدر سے بھی افضل ہے، کچھ دیر آرام بھی کر لیا جائے، کیونکہ یہ حدیث سے ثابت ہے۔

مزدلفہ سے کنکریاں اٹھانا

مزدلفہ سے رات ہی میں ہر شخص ستر کنکریاں، کھجور کی گٹھلی کے برابر یا چنے کے دانے کے برابر چن لے، تاکہ منیٰ میں مارنے کے کام آئیں، یہاں سے کنکریاں اٹھانا

---

(۱) عمدۃ الفقہ (۴:۴۴۶)

جائز ہے، ضروری نہیں ہے، اور کسی جگہ سے یا راستہ سے بھی اٹھانا جائز ہے، البتہ صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کے لئے مزدلفہ سے سات کنکریاں اٹھانا مستحب ہے، مگر جس جگہ پر کنکریاں ماری جاتی ہیں، اس کے پاس سے، یا مسجد خیف یا اور کسی مسجد سے یہ کنکریاں نہ اٹھائی جائیں، تاہم اگر کوئی ان جگہوں سے اٹھا کر مارے گا، تو یہ جائز ہے، اس کی رمی ادا ہو جائے گی، لیکن ایسا کرنا برا ہے۔

ان کنکریوں کو دھو کر مارنا مستحب ہے، اور بڑے پتھر کو توڑ کر چھوٹی کنکریاں بنانا مکروہ ہے۔

وقوفِ مزدلفہ

مغرب وعشاء کی نماز سے فارغ ہو کر مزدلفہ میں ٹھہرا جائے، مزدلفہ میں صبح صادق تک قیام سنت مؤکدہ ہے۔

جب صبح صادق ہو جائے، تو اندھیرے ہی میں اذان دیں، فجر کی سنت پڑھیں، اور پھر فجر کے فرض باجماعت ادا کریں۔

صبح صادق ہوتے ہی وقوف مزدلفہ شروع ہو جائے گا، اور یہ واجب ہے، جس کا وقت صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ہے، اگر کوئی شخص فجر کے بعد، ایک لمحہ بھی جان کر، یا بھول کر، ٹھہر جائے، تو اس کا یہ وقوف ادا ہو جائے گا، البتہ صبح کی روشنی خوب پھیلنے تک وقوف کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

اگر اس وقت میں کسی شخص نے بغیر کسی عذر کے تھوڑی دیر بھی یہ وقوف نہ کیا، رات ہی کو صبح صادق سے پہلے مزدلفہ سے چلا گیا، تو اس پر دم واجب ہو جائے گا، البتہ عورتیں، بچے، بوڑھے، کمزور، اور بیمار لوگ، اگر رات ہی مزدلفہ سے منیٰ چلے جائیں، تو کچھ

حرج نہیں، جائز ہے، ان پر کوئی دم واجب نہیں لیکن اگر مرد حضرات بیماری، بہت بڑھاپے، یا اور کسی شرعی عذر کے بغیر، یہ وقوف ترک کریں گے، تو ان پر دم واجب ہو جائے گا۔

وقوف کا طریقہ

مزدلفہ میں وقوف کا مستحب طریقہ یہ ہے، کہ نماز فجر ادا کر کے قبلہ رخ ہو جائیں، اور خوب ذکر و تسبیح، درود شریف، اور تلبیہ پڑھیں، اور دعا کے لئے دونوں ہاتھ پھیلائیں، ہتھیلیوں کا رخ آسمان کی طرف کریں، پھر دنیا و آخرت کی بھلائیاں، اپنے لئے والدین کے لئے، اور تمام رشتہ داروں، اور مسلمانوں کے لئے مانگیں، یہ وقت دعا کی قبولیت کا خاص وقت ہے۔

اس طرح ذکر و دعا اور تلبیہ میں مشغول رہیں، یہاں تک کہ فجر کی روشنی خوب پھیل جائے، اور جب سورج نکلنے کے قریب ہو جائے، اس وقت مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہو جائیں، اس کے بعد تاخیر کرنا سنت کے خلاف ہے، تاہم اگر کچھ تاخیر ہو بھی جائے، تو شرعاً اس پر کچھ لازم نہیں آتا۔

منیٰ واپسی

مزدلفہ میں جب سورج نکلنے میں تھوڑی دیر رہ جائے، تو منیٰ چلیں اور راستہ میں خوب ذکر کرتے جائیں، اور جب وادی محسر سے گذر ہو، تو عذاب الٰہی سے پناہ مانگتے ہوئے تیزی سے گزریں، اور منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر پہنچ جائیں۔

اب منیٰ میں تین دن قیام ہوگا، صرف طوافِ زیارت کے لئے ایک روز مکہ مکرمہ جانا ہوگا، منیٰ کے قیام میں اس بات کا اہتمام کرنا چاہیئے کہ راتیں منیٰ کی حدود کے اندر گذاریں، کیونکہ یہ راتیں منیٰ کی حدود کے اندر گذارنا سنت ہیں، سعودی حکومت نے منیٰ

سے متصل مزدلفہ کی حدود میں حاجیوں کے لئے خیمے لگادیئے ہیں، ان میں اگر راتیں گذاری گئیں تو سنت ادا نہیں ہوگی، جبکہ سفرِ حج میں تو قدم قدم پر سنتوں پر عمل کا اہتمام ہونا چاہیئے، تاہم اس کی وجہ سے اس کے حج میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، حج درست ہو جائے گا۔

حج کا تیسرا دن ۱۰ ذی الحجہ

اس دن حاجی نے مندرجہ ذیل کام کرنے ہوتے ہیں:

۱) رمی کرنا۔

۲) قربانی کرنا۔

۳) حلق یا قصر کرنا۔

۴) طوافِ زیارت کرنا۔

مذکورہ کام اسی ترتیب کے مطابق سرانجام دینے ہیں، ان کی مزید تفصیل:

جمرہ عقبہ کی رمی

جب آپ منیٰ پہنچ جائیں تو سب سے پہلے جمرۃ العقبہ کو سات کنکریاں ماریں اور کنکریاں مارنے کا طریقہ یہ ہے کہ جمرۃ عقبہ سے کم از کم پانچ ہاتھ کے فاصلے پر کھڑے ہوں، اس سے کچھ زیادہ فاصلہ ہو، تو بھی کوئی حرج نہیں، پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے، اور شہادت کی انگلی سے ایک کنکری پکڑیں، اور بسم اللہ، اللہ اکبر، کہہ کر جمرہ کے ستون کی جڑ پر پھینک دیں، اس سے کچھ اوپر لگ جائے، تو کچھ حرج نہیں، تاہم اس کے احاطے میں کنکری گرنا ضروری ہے، اسی طرح ہر کنکری کے ساتھ بسم اللہ، اللہ اکبر، کہتے رہیں، اور الگ الگ سات کنکریاں ماریں، اگر مندرجہ ذیل دعا یاد ہو، تو مانگ لیں، یہ بہتر ہے، ضروری نہیں ہے۔

رَغْماً لِلشَّیْطَانِ وَرِضاً لِلرَّحْمٰنِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجّاً مَّبْرُوْراً

وَسَعْياً مَّشْكُوْراً وَّذَنْباً مَّغْفُوْراً

یہ کنکریاں شیطان کو ذلیل اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے مارتا ہوں، اے اللہ! میرے حج کو قبول فرما اور میری کوشش کو مقبول بنا، اور گناہوں کو معاف فرما، آمین۔

مسئلہ: رمی کرنا حج میں واجب ہے، رمی کے چار دن ہیں، دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ، دسویں تاریخ کو صرف جمرہ عقبہ کی رمی واجب ہے، دوسرے جمرات کی رمی اس دن میں نہیں ہے، بلکہ دوسرے جمرات کی رمی اس دن میں بدعت ہے۔

مسئلہ: رمی کرنا حج کے واجبات میں سے ایک واجب ہے، اگر اسے چھوڑ دیا، تو دم واجب ہو جائے گا۔

مسئلہ: — ہر جمرہ پر سات کنکریاں ماری جاتی ہیں، جن کو علیحدہ علیحدہ مارنا ضروری ہے، اگر ایک سے زیادہ یا ساتوں ایک ہی دفعہ ماری جائیں تو ایک ہی کنکری شمار ہوگی، اگرچہ علیحدہ علیحدہ گری ہوں، اور باقی کنکریوں کو پورا کرنا ضروری ہوگا، سات کنکریوں سے زائد مارنا مکروہ ہے، البتہ اگر شک کی وجہ سے زیادہ ماری جائے تو پھر کوئی کراہت نہیں۔

مسئلہ: خواتین وحضرات کے لئے رمی کے احکام ایک ہی طرح کے ہیں، البتہ عورت کیلئے رات میں رمی کرنا افضل ہے۔

مسئلہ: رمی میں کنکری جمرہ کی جڑ میں یا اس کے نزدیک احاط میں گرنا ضروری ہے، اگر کسی نے اس ستون پر اس قدر زور سے کنکری ماری کہ وہ ستون کو لگ کر احاطہ سے دور جا پڑی، تو یہ رمی ادا نہ ہوگی اسے دوبارہ کرنا ضروری ہوگا۔

جمرہ عقبہ کو کنکری مارتے ہی لبیک کہنا بند کردیں، اور آج کی تاریخ میں کنکری

مارنے کے بعد دعا کیلئے ٹھہرنا سنت نہیں ہے، رمی کے بعد اپنی قیام گاہ پر چلے جائیں۔

رمی کرنے کا جو طریقہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، اسی کی روشنی میں بقیہ ایام میں بھی کنکریاں ماری جائیں گی۔

مسئلہ: رمی پل کے اوپر سے کرنا بھی جائز ہے(۱)۔

دس ذی الحجہ کی رمی کے اوقات

دس ذی الحجہ کی رمی کے اوقات یہ ہیں:

(۱) دس ذی الحجہ کے طلوعِ آفتاب سے زوالِ آفتاب تک رمی کرنا سنت ہے۔

(۲) زوال سے غروب آفتاب تک رمی کا یہ وقت، بغیر کسی کراہت کے جائز ہے۔

(۳) غروب آفتاب سے صبح صادق تک مکروہ ہے، مگر خواتین اور معذوروں کے لئے مکروہ نہیں ہے۔

(۴) دس ذی الحجہ میں صبح صادق سے طلوع آفتاب کا وقت بھی رمی کرنے کے لئے کراہت کے ساتھ جائز ہے، مگر عورتوں اور کمزوروں کے لئے مکروہ نہیں۔

رمی کے یہ چار اوقات ہیں، ان میں جس وقت بھی آسانی ہو، اس وقت کنکریاں مارنی چاہئیں، اول وقت ہی میں کنکریاں مارنے کی فکر کرنا، خواہ جان چلی جائے، مناسب نہیں، اس طرح کی صورتحال میں رخصت پر عمل کر لینا چاہیئے۔

رات میں رمی کرنے کا مسئلہ

رات میں رمی کرنا عام حالات میں مکروہ ہے، لیکن یہ کراہت اس وقت ہے، جب کوئی عذر اور مجبوری نہ ہو، عذر کی حالت میں مغرب کے بعد اور رات میں رمی کرنا بغیر

---

(۱) معلم الحجاج (ص: ۱۹۲)

کسی کراہت کے جائز ہے۔

اور آج کل چونکہ حاجیوں کا بہت بڑا ہجوم ہوتا ہے، اور ہر سال رمی کے موقع پر کئی لوگ مر جاتے ہیں، اس لئے بھیڑ کے اندر رمی کرنے میں جان جانے یا سخت تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے، اور جان بچانا چونکہ فرض ہے، اور اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا درست نہیں ہے، لہذا شام کے وقت غروبِ آفتاب سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے کنکریاں مارنے جائیں، عموماً اس وقت بھیڑ نہیں ہوتی، اگر اس وقت ہجوم زیادہ نہ ہو، تو اسی وقت کنکریاں مار لیں، بھیڑ ہو، تو ابھی رمی نہ کریں، دور ہٹ کر کچھ انتظار کریں، یا مغرب کی نماز پڑھ کر کنکریاں ماریں، یہ جائز ہے، اور اس قدر رش اور ہجوم، چونکہ ایک عذر ہے، اس لئے مغرب کے بعد بھی، بغیر کسی کراہت کے رمی کرنا جائز ہے۔

دوسروں سے رمی کرانے کا مسئلہ

مرد، عورت، بیمار وضعیف سب کو خود جا کر اپنے ہاتھ سے رمی کرنا چاہیئے، شرعی عذر کے بغیر کسی دوسرے کو نائب بنا کر رمی کرنا جائز نہیں، آج کل اس مسئلہ میں مرد اور خواتین سب میں بہت کوتاہی اور غفلت پائی جاتی ہے، معمولی عذر پر مرد یا خواتین اپنی رمی دوسروں سے کرا لیتے ہیں، خصوصاً خواتین کی کنکریاں اکثر ان کے محرم مرد، ان کی طرف سے بغیر شرعی عذر کے مار آتے ہیں، یہ بالکل جائز نہیں ہے، ایسا کرنے سے ان پر دم واجب ہو جاتا ہے، اس لئے خواتین وحضرات یہ سنگین غلطی ہرگز نہ کریں، ورنہ وہ گنہگار ہونگے، اور ان کا حج ناقص ہوگا۔

ہاں اگر واقعی کسی کا شرعی عذر ہو، تو اس کے لئے کسی دوسرے کو حکم دے کر اور اپنا نائب بنا کر رمی کرانا جائز ہے، نائب بنانے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں، ایک شرعی عذر اور

دوسرا یہ کہ وہ کسی دوسرے کو حکم دے کہ تم میری طرف سے رمی کردو، بغیر حکم کے اگر کسی نے خود ہی رمی کردی، اگرچہ وہ شخص شرعاً معذور ہی ہو، تب بھی وہ رمی ادا نہ ہوگی، اور شرعی عذر یہ ہیں:

۱) وہ مرد یا عورت جس کی طرف سے دوسرے شخص کیلئے کنکریاں مارنا درست ہوتا ہے، وہ اتنا بیمار یا کمزور ہوچکا ہو کہ اب وہ کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا، بلکہ بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہے۔

۲) یا جمرات تک سوار ہوکر جانے میں بھی سخت تکلیف یا مرض بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہو۔

۳) یا پیدل چلنے کی قدرت نہ ہو، اور جمرات تک جانے کے لئے کوئی سواری بھی نہیں ملتی تو ایسا شخص شرعاً معذور ہے، دوسرے کو نائب بنا کر اپنی رمی کرا سکتا ہے، دوسرا شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اور مرد خواہ محرم ہو یا نامحرم، بہرصورت اسے نائب بنانا جائز ہے (۱)۔

قربانی

دس ذی الحجہ کو جمرہ عقبہ کی کنکریاں مارنے کے بعد قربانی کرنی ہے، اگر حج تمتع یا قران ہو، پھر تو قربانی واجب ہوگی، اور اگر حج افراد ہے، تو حج کی قربانی واجب نہیں، مستحب ہے، حج کی قربانی کے جانور میں ان تمام امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، جن کا عام بقرہ عید میں قربانی کے جانور میں لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

*......قربانی ۱۰ تاریخ میں ہی کرنا ضروری نہیں ہے، اس کے لئے تین دن مقرر ہیں ۱۰/۱۱/۱۲/ ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے تک، رات اور دن میں جب چاہیں قربانی کر سکتے ہیں۔

*......عموماً ۱۱ تاریخ کو صبح کے وقت قربانی کرنا بہت آسان ہوتا ہے، لہذا اس آسانی پر عمل کرنا چاہیئے، بلاوجہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنا مناسب نہیں ہے۔

---

(۱) فقہی رسائل (۲:۲۵۵)

*...... جو لوگ حج تمتع یا قران کر رہے ہوں، ان پر لازم ہے کہ پہلے وہ قربانی کریں، اس کے بعد سر کے بال اور ناخن وغیرہ کاٹ سکتے ہیں، اگر خدانخواستہ انہوں نے قربانی سے پہلے سر کے بال کٹوا لئے، تو ان پر دم واجب ہو جائے گا، اس لیئے بہت احتیاط سے یہ تمام کام ترتیب سے کرنے چاہئیں، ہاں اگر کوئی حج افراد کرنے والا حاجی قربانی سے پہلے سر کے بال منڈا لیئے یا ناخن کتر لیئے، تو اس پر دم واجب نہ ہوگا، کیونکہ اس پر حج کی قربانی واجب نہیں ہے، بلکہ صرف مستحب ہے۔

بینک یا کمپنی کے ذریعے قربانی کرنے کا مسئلہ

قربانی کرانے کے لئے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مختلف بینک، ادارے اور کمپنیاں ہوتی ہیں، جو حاجیوں کو اس بات کی ترغیب دیتے ہیں کہ ہمارے واسطے سے قربانی کرائی جائے، بہت سے لوگ سہولت دیکھ کر انہیں اختیار کر لیتے ہیں،

لیکن تجربہ سے اور مکہ مکرمہ کے مقامی لوگوں سے معلوم ہوا ہے کہ یہ ادارے نہایت بے احتیاطی کرتے ہیں، اور قربانی کا جو وقت حجاج کو دیتے ہیں عموماً اس وقت قربانی نہیں کرتے، بلکہ بعض اوقات اس دن قربانی ہوتی ہی نہیں، اگلے دن ہوتی ہے، اب اگر حاجی نے اس وقت بال منڈوا دیئے یہ سمجھ کر کہ میری قربانی ہو چکی ہوگی، حالانکہ ابھی ہوئی نہیں، تو اس پر حنفی مسلک کے مطابق دم (قربانی) واجب ہو جائے گا۔

دس ذی الحجہ کو حنفی مسلک میں تین کام ترتیب سے سرانجام دینے ہیں:

(۱) بڑے شیطان کو کنکریاں مارنا۔ (۲) قربانی کرنا۔ (۳) سر کے بال منڈانا، اگر اس ترتیب کو کسی شخص نے بدل کر آگے پیچھے کر دیا تو اس پر ایک دم واجب ہو جائے گا، اور جو بنک اور ادارے اجتماعی قربانی کا اہتمام کرتے ہیں، وہ مذکورہ کاموں میں ترتیب کا لحاظ نہیں

رکھتے ، اس لئے کہ ان کی فقہ کے مطابق ان امور میں ترتیب واجب نہیں ہے، لیکن حنفی مسلک کے مطابق ان امور میں ترتیب ضروری ہے، ترتیب بدل دی تو دم واجب ہو جائے گا، اس لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ ہر حاجی اپنی قربانی کرنے کا خود ہی اہتمام کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے گروپ میں سے کچھ نوجوان حاجی جانوروں کی منڈی میں جا کر خود اپنے جانور خریدیں اور پھر خود ہی یا اپنے سامنے ذبح کرادیں، عملاً اس طرح کرنا کوئی مشکل نہیں ہوتا، وہاں کے مقامی لوگوں سے معلومات حاصل کر کے یہ کام آسانی سے بڑے اچھے طریقے سے ہوسکتا ہے، اور کرنا چاہئے، یا حرم کے قریب مدرسہ صولتیہ ہے، وہاں کے ذمہ دار حضرات سے رابطہ کرلیا جائے تو بھی یہ کام صحیح طریقے سے انجام دیا جاسکے گا۔

بنک اور کمپنیوں کے ذریعے قربانی کرانے میں بے احتیاطی کے علاوہ اور بھی بہت سی قباحتیں ہیں، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) مسئلہ یہ ہے کہ اپنے جانور کی قربانی اپنے ہاتھ سے کرنا یا اپنے سامنے کرانا سنت ہے، اگر ان اداروں کے ذریعے قربانی کرائی جائے تو اس سنت پر عمل نہیں ہوتا۔

(۲) یہ عمل دینی غیرت کے بھی خلاف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خود اپنے دست مبارک سے ۶۳ اونٹ قربان کئے، اور آج ہم ایک یا دو جانوروں کی قربانی کے لئے بینکوں یا کمپنیوں کا سہارا لیتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

(۳) مذکورہ ادارے جانوروں کی پوری کھیپ اکٹھی خرید لیتے ہیں، اور ان میں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ تمام جانور عمر کے لحاظ سے پورے ہیں یا نہیں، اور ان جانوروں میں قربانی کی دوسری شرائط بھی پائی جارہی ہیں یا نہیں؟ کوئی عیب تو نہیں؟ اور دانت پورے ہیں یا نہیں؟ مذکورہ ادارے ان ضروری امور کا چونکہ اہتمام نہیں کرتے، اس لئے ہر حاجی کو قربانی کا جانور خرید کر خود ہی یا اپنے سامنے کسی با اعتماد آدمی سے ذبح کرانا چاہئے تاکہ قربانی کا یہ

واجب مکمل اطمینان کے ساتھ ادا ہو جائے (۱)۔

مالی قربانی کا حکم

جو خواتین وحضرات مسافر ہوں، یعنی ۸ ذی الحج سے پہلے مکہ مکرمہ میں انکا قیام مسلسل پندرہ دن یا اس سے زیادہ نہ ہوا ہو تو ان پر بقرہ عید کی مال والی قربانی واجب نہیں ہے، ہاں اگر کرلیں تو یہ مستحب ہے، اور جو حاجی مقیم ہوں یعنی ۸ ذی الحج تک مکہ مکرمہ میں ان کا قیام پندرہ دن یا اس سے زیادہ اقامت کی نیت کے ساتھ ہو چکا ہو، اور قربانی واجب ہونے کی دیگر شرائط بھی ان میں موجود ہوں، تو ان پر بقرہ عید کی مالی قربانی بھی واجب ہے، پھر انہیں اختیار ہے خواہ یہ قربانی منیٰ میں کریں، یا اپنے وطن میں کسی کو نمائندہ بنا کر کرائیں، لیکن بہر حال مال والی قربانی حج والی قربانی سے الگ اور اس کے احکام بھی جدا ہیں، اگر کوئی شخص حج والی قربانی نہیں کرے گا تو اس کی وجہ سے اس کا حج ناقص ہوگا، اور اس پر ایک دم تو ضرور واجب ہوگا اور بسا اوقات ایک سے زیادہ بھی دم واجب ہو جاتے ہیں۔

حلق وقصر (بال منڈوانا یا کتروانا) کے احکام

*......قربانی سے فارغ ہو کر مرد حضرات اپنا سر منڈوالیں، اور خواتین تمام سر کے بال انگلی کے ایک پورے سے کچھ زیادہ خود کترلیں یا کتروالیں، اگر چوتھائی سر کے بال بھی ایک پورے کے برابر کترلئے تو بھی احرام سے نکلنے کے لئے کافی ہے۔

*......واضح رہے کہ سر منڈوانے سے پہلے خط بنوانا، یا ناخن کترنا، یا جسم کے کسی اور حصے کے بال کاٹنا جائز نہیں، اگر غلطی سے ایسا کرلیا، تو جزا واجب ہوگی۔

---

(۱) مناسک حج وعمرہ (ص: ۱۰۷)

*......۱۰ ذی الحجہ میں ہی بال منڈوانا کوئی ضروری نہیں ہے، بلکہ ۱۲ ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے تک یہ کام ہو سکتا ہے، لیکن جب تک حلق یا قصر نہیں ہوگا، آپ احرام میں ہی رہیں گے، خواہ کتنی ہی مدت گذر جائے، اور جب حلق یا قصر ہو جائے گا، تو احرام کی بیشتر پابندیاں ختم ہو جائیں گی، سلا ہوا کپڑا پہننا، خوشبو لگانا، ناخن اور بال کاٹنا، سب حلال ہو جائے گا، البتہ بیوی سے بوس وکنار اور ہمبستری کرنا طواف زیارت کرنے تک حلال نہ ہوگا۔

*......خواتین کے لئے حیض ونفاس اور جنابت کی حالت میں بھی سر کے بال کترنا یا کتروانا جائز ہے۔

*......حج کا حلق یا قصر منیٰ میں کرنا سنت ہے، اور حرم میں ہر جگہ جائز ہے، البتہ اگر حرم کی حدود سے باہر جا کر حلق یا قصر کیا، تو دم لازم ہوگا۔

*......خواتین کو سر کے بال منڈوانا حرام ہے، انہیں صرف سر کے بال کتروانے کا حکم ہے، جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔(۱)

طوافِ زیارت

دس ذی الحجہ کا سب سے اہم کام طواف زیارت ہے، یہ حج کا رکن ہے، اس کے بغیر حج ادا نہیں ہوتا، رمی، قربانی اور سر کے بال کترنے کے بعد طوافِ زیارت کرنا سنت ہے، اگر طوافِ زیارت ان امور سے پہلے کیا جائے، تب بھی فرض ادا ہو جائے گا، کیوں کہ طواف زیارت میں ترتیب واجب نہیں ہے، مگر ایسا کرنا سنت کے خلاف ہے۔

طوافِ زیارت کا وقت

طوافِ زیارت کا وقت ۱۰ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے تک

---

(۱) معلم الحجاج (ص:۱۸۳)

ہے، ان تین دنوں میں رات اور دن میں ، جب چاہیں مکہ معظمہ جا کر طوافِ زیارت کیا جا سکتا ہے، مگر دس ذی الحجہ کو طوافِ زیارت کرنا افضل ہے، لیکن عموماً پہلے روز سخت ہجوم ہوتا ہے، دوسرے یا تیسرے روز بھیڑ نہیں ہوتی، اس لئے دوسرے یا تیسرے دن یہ طواف کرنا چاہیئے ، اوراس کے ادا کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے، جو عمرہ کے بیان میں طواف کے طریقہ میں لکھا گیا ہے، البتہ مندرجہ ذیل امور میں فرق ہے:

(۱) طواف زیارت میں حاجی کو دونوں طرح کا اختیار ہے، چاہے تو احرام میں ہی طواف کرے یا سلے ہوئے کپڑے پہن کر کرے، اگر احرام کے ساتھ طواف کرنا ہے، اور حج کی سعی بھی کرنی ہے، تو رمل اور اضطباع دونوں کئے جائیں گے، لیکن عورتیں رمل اور اضطباع نہیں کریں گی ، یہ کام مرد حضرات کے ساتھ خاص ہے۔

(۲) طوافِ زیارت کے بعد سعی کی جائے ، یعنی صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے جائیں، اگر حج کی سعی پہلے کر لی ہے، تو اب سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، صرف طواف کرنا کافی ہے، طوافِ زیارت سے فارغ ہو کر رات کو منیٰ واپس آ جائیں، لیکن اگر دن میں مکہ معظمہ ٹھہر جائیں، یا کسی ضرورت کی وجہ سے اپنی قیام گاہ پر آ جائیں، تو کوئی حرج نہیں۔

۳) طوافِ زیارت کرنے کے بعد، احرام کی تمام ممنوع چیزیں حلال ہو جاتی ہیں، اور بیوی سے ہمبستر ہونا، اور بوس و کنار کرنا، بھی حلال ہو جاتا ہے۔

طوافِ زیارت کی اہمیت

طوافِ زیارت حج کا رکن اور فرض ہے، یہ کسی حال میں فوت نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس کا کوئی بدل دے کر ادا ہو سکتا ہے، حج میں جب تک انسان اس کو ادا نہیں کرے گا، بیوی

سے صحبت اور بوس و کنار کرنا حرام رہے گا، خواہ کتنا ہی طویل عرصہ ہو جائے اور خواہ کئی سال گذر جائیں۔

اس لئے تمام حاجی حضرات کو طوافِ زیارت انتہائی اہمیت کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے، طوافِ زیارت کئے بغیر ہرگز وطن نہیں لوٹنا چاہیئے، خواہ چھٹیاں منسوخ ہو جائیں، جہاز سے سیٹ نکل جائے، ان چیزوں کی پرواہ نہ کی جائے (۱)۔

خواتین کے خاص مسائل

(۱) جن خواتین کو ماہواری آرہی ہو، یا وہ نفاس کی حالت میں ہوں، تو اس حالت میں ان کے لئے طوافِ زیارت کرنا ناجائز اور حرام ہے، وہ پاک ہونے کا انتظار کریں، اگرچہ ۱۲ ذی الحجہ کا دن بھی نکل جائے، تب بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ شرعاً یہ معذور ہیں، پاک ہو کر غسل کر کے طواف اور سعی کریں، اس تاخیر کی وجہ سے حج میں کوئی خلل واقع نہ ہوگا، اور کچھ واجب بھی نہ ہوگا۔

لیکن جب تک خواتین ماہواری اور نفاس سے پاک نہ ہوں، طوافِ زیارت نہیں کرسکتیں، اور طوافِ زیارت کے بغیر وطن واپس بھی نہیں آسکتیں، اگر واپس آگئیں، تب بھی عمر بھر یہ فرض لازم رہے گا، اور پھر دوبارہ حاضر ہو کر طوافِ زیارت کرنا ہوگا، اس لئے ماہواری اور نفاس سے پاک ہونے کا انتظار لازمی ہے۔

(۲) اگر کوئی خاتون ۱۲ ذی الحجہ کو ماہواری سے ایسے وقت میں پاک ہوئی، کہ غروب آفتاب میں اتنی دیر ہے، کہ غسل کر کے مسجد حرام میں جا کر پورا طوافِ زیارت، یا صرف چار چکر کرسکتی ہے، تو فوراً ایسا کرلے، اگر اس نے ایسا نہ کیا تو دم واجب ہوگا، اور اگر

---

(۱) معلم الحجاج (ص: ۱۸۴)

اتنا وقت نہ ہو، تو پھر کچھ واجب نہ ہو گا، البتہ اس کے بعد جتنا جلد ہو سکے، فوراً طوافِ زیارت کرلے۔

اگر کوئی خاتون اپنی عادت یا آثار وعلامات سے جانتی ہے، کہ اسے عنقریب ماہواری شروع ہونے والی ہے، اور ماہواری شروع ہونے میں ابھی اتنا وقت ہے، کہ پورا طوافِ زیارت یا اس کے چار پھیرے کرسکتی ہے، تو فوراً کرلے، اگر ایسا نہ کیا، اور ماہواری شروع ہوگئی، اور طواف کے ایام گذرنے کے بعد پاک ہوئی، تو دم واجب ہوگا، اور اگر اتنا وقت نہ ہو، کہ چار پھیرے لگا سکے، تو دم واجب نہ ہوگا(۱)۔

حج کا چوتھا دن ۱۱ ذی الحجہ

گیارہ ذی الحجہ کو حاجی کے ذمے صرف تینوں جمرات پر کنکریاں مارنا ضروری ہوتا ہے، تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں ماری جائیں گی، بہتر یہ ہے، کہ اگر مندرجہ ذیل کلمات یاد ہوں، تو ہر کنکری مارتے وقت یہ پڑھے جائیں:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْماً لِلشَّيْطَانِ وَرِضاً لِلرَّحْمٰنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجاً مَّبْرُوْراً وَسَعْياً مَّشْكُوْراً وَّذَنْباً مَّغْفُوْراً

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اللہ بہت بڑا ہے، یہ کنکریاں شیطان کو ذلیل اور خدائے رحمان کو راضی کرنے کیلئے مارتا ہوں، اے اللہ! میرے حج کو قبول فرما، اور میری کوشش مقبول بنا، اور گناہوں کو معاف فرما۔

گیارہ ذی الحجہ میں کنکریاں مارنے کا طریقہ یہ ہے، کہ پہلے جمرہ اولیٰ پر سات

---

(۱) فقہی رسائل (۲:۳۳۳)

کنکریاں ماری جائیں، ہر کنکری مارتے وقت مذکورہ کلمات پڑھ لینا بہتر ہے، اس کے بعد ذرا سا آگے بڑھکر قبلہ رخ کھڑے ہو جائیں، اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کریں، اور پھر اپنے لئے اور رشتہ داروں، اور پوری امت مسلمہ کے لئے خوب دل لگا کر دعائیں مانگیں، اس کے بعد جمرہ وسطیٰ پر سات کنکریاں، بالکل اسی طرح ماریں، جیسے جمرہ اولیٰ پر ماری تھیں، پھر آگے چل کر اسی طرح قبلہ رخ ہوکر، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، اور ذکر وتسبیح کے بعد خوب دعا کریں، پھر جمرہ عقبہ پر اسی طرح سات کنکریاں ماریں، لیکن یہاں رمی سے فارغ ہوکر، دعا وغیرہ کچھ نہ کریں اپنی قیام گاہ پر واپس آجائیں۔

اب بقیہ سارا دن، تلاوت، ذکر اور دعا میں گذاریں، گناہوں، اور لہو ولعب سے مکمل اجتناب کریں، اور اپنے وقت کو فضول باتوں، اور لڑائی جھگڑے وغیرہ میں ہرگز ضائع نہ کریں۔

رمی کے اوقات

گیارہ تاریخ کی رمی کا مستحب وقت زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے، غروب آفتاب کے بعد بارہویں تاریخ کی صبح ہونے تک مکروہ وقت ہے، لیکن اگر کوئی شرعی عذر ہو، تو پھر غروب آفتاب کے بعد بھی رمی کی جاسکتی ہے، کوئی کراہت نہیں ہوگی، اس زمانے میں عموماً کنکری مارنے والوں کا بہت زیادہ ہجوم ہوتا ہے، اور اکثر اوقات مستحب وقت میں کنکریاں، مارنے سے جان کا بھی شدید خطرہ ہوتا ہے، اس لئے اس زمانے میں غروب آفتاب کے بعد بھی بغیر کسی کراہت کے رمی جائز ہے۔

زوال سے پہلے رمی کرنا

زوال سے پہلے چونکہ رمی کا وقت شروع نہیں ہوتا، اس لئے زوال سے پہلے رمی

کرنا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے غلطی سے اس وقت رمی کر لی، تو شرعاً اس کا اعتبار نہیں ہے، اس پر لازم ہے، کہ زوال کے بعد دوبارہ رمی کرے، اگر دوبارہ نہیں کرے گا، تو دم واجب ہو جائے گا، اور اگر اس دن رمی نہ کی، تو اگلے دن رمی کی قضاء واجب ہوگی، اور قضاء کا وقت ۱۳ ذی الحجہ سے سورج غروب ہونے تک ہے، غروب ہونے کے بعد قضاء کا وقت ختم ہو جاتا ہے، اب صرف دم واجب ہوگا، لیکن قضا کی صورت میں اس پر بہر حال دم ادا کرنا لازم ہوگا، قضا کرنے سے دم ساقط نہ ہوگا۔

حج کا پانچواں دن ۱۲ ذی الحجہ

آج کا خاص کام صرف تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں بالکل اسی طرح اور انہی اوقات میں مارنی ہیں، جس طرح گیارہ تاریخ کو ماری جاتی ہیں، اس رمی کے بعد اختیار ہے، کہ منیٰ میں مزید قیام کریں، یا مکہ مکرمہ آ جائیں، اگر مکہ مکرمہ آنے کا ارادہ ہے، تو غروب آفتاب سے پہلے منیٰ کی حدود سے نکل جائیں، اگر بارہویں تاریخ کا آفتاب منیٰ میں غروب ہو گیا، تو اب منیٰ سے نکلنا مکروہ ہے، اب یہیں ٹھریں، اور تیرہ تاریخ کی رمی کر کے جائیں، لیکن اگر تیرہویں کی صبح صادق منیٰ میں ہو گئی، تو اب اس پر تیرہ تاریخ کی رمی واجب ہو جائے گی، رمی کے بغیر مکہ مکرمہ جانا جائز نہیں ہوگا، اس صورت میں اگر کوئی حاجی رمی کے بغیر مکہ مکرمہ چلا گیا، تو اس پر دم واجب ہوگا۔

مسئلہ: تیرہ تاریخ کی رمی کا وقت گو صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے، لیکن زوال سے پہلے وقت مکروہ ہے، اگر کسی نے زوال سے پہلے کر لی، تو کراہت کے ساتھ جائز ہوگی، اور زوال کے بعد مسنون وقت ہے، اور غروب آفتاب کے بعد اس کا وقت بالکل ختم ہو جاتا ہے، تیرہویں تاریخ کی رمی کی بھی اس کے بعد قضا نہیں ہو سکتی، لہٰذا دم واجب ہوگا۔

مسئلہ: جو شخص بارہ ذی الحجہ کی رمی کے بعد غروب آفتاب سے پہلے مکہ مکرمہ چلا جائے، تو پھر اس پر تیرہ ذی الحجہ کی رمی واجب نہیں رہتی۔

حج مکمل ہو گیا

رمی سے فارغ ہونے کے بعد حج کی ادائیگی مکمل ہو جاتی ہے، منیٰ سے واپسی کے بعد جتنے دن مکہ مکرمہ میں قیام ہو، اسے خوب غنیمت جانیں، اور اللہ تعالیٰ کی خوب ذوق و شوق سے عبادات کریں، جو چاہیں، اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔

طوافِ وداع

حج سے فارغ ہو کر جب مکہ مکرمہ سے وطن واپسی کا ارادہ ہو، تو پھر طوافِ وداع کرنا واجب ہے، یہ حج کا آخری واجب ہے، اگر کوئی شخص اس کے بغیر مکہ مکرمہ سے چلا جائے، تو اس پر دم واجب ہوگا، البتہ جو خواتین و حضرات مکہ مکرمہ اور حدود میقات کے اندر رہنے والے ہوں، ان پر یہ طواف واجب نہیں ہے، طوافِ وداع کرنے کا وہی طریقہ ہے، جس طرح نفلی طواف کیا جاتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ حجر اسود سے پہلے اس کی نیت کریں، پھر حجر اسود کا استلام یا اشارہ کر کے بیت اللہ کے سات چکر لگائیں، اس کے بعد ملتزم پر آکر خوب دعائیں مانگیں، پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت واجب طواف ادا کریں، پھر آب زمزم پییں، اور دعائیں مانگیں، اس طواف میں نفلی طواف کی طرح نہ احرام ہوتا ہے نہ اضطباع ہے، نہ رمل ہوتا ہے، اور نہ سعی۔

بعض جاہل لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ طواف وداع کے بعد حرم شریف میں نہیں جا سکتے، یہ بالکل غلط ہے، طواف وداع کے بعد مسجد حرام جانا، نمازیں ادا کرنا، موقع ہو تو دوبارہ طواف کرنا بالکل جائز ہے، طواف وداع کے بعد نماز کا وقت ہو جائے تو حرم

شریف کی حاضری سے اپنے آپ کو محروم رکھنا سراسر جہالت ہے۔

خواتین کے خاص مسائل

(۱) جو خاتون حج کے تمام ارکان اور واجبات ادا کر چکی ہو، صرف طوافِ وداع باقی ہو، اور محرم اور دیگر دوست روانہ ہونے لگیں، اس وقت اگر حیض یا نفاس شروع ہو جائے، تو طوافِ وداع اس کے ذمہ نہیں رہتا، ساقط ہو جاتا ہے، اس کو چاہیئے کہ مسجد حرام میں داخل نہ ہو، بلکہ حرم شریف کے دروازے کے پاس کھڑی ہو کر دعا مانگ کر رخصت ہو جائے، طواف وداع کی ادائیگی کے لئے پاک ہونے کا انتظار کرنا، عورت پر لازم نہیں ہے، اگر محرم سفر پر روانہ ہو رہے ہوں، تو یہ خاتون بھی ان کے ساتھ چلی جائے، اس مجبوری سے طوافِ وداع چھوڑنے کی وجہ سے، اس خاتون پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

(۲) جس خاتون کو طوافِ وداع کے وقت ماہواری یا نفاس جاری ہو جائے، اور وہ طوافِ وداع چھوڑ کر مکہ مکرمہ سے روانہ ہو جائے، لیکن اگر مکہ مکرمہ کی آبادی سے باہر نکلنے سے پہلے وہ پاک ہو جائے، تو اس کو واپس آ کر طوافِ وداع کرنا واجب ہے، اگر آبادی سے نکلنے کے بعد پاک ہوئی ہو، تو لوٹ کر طوافِ وداع کرنا واجب نہیں ہے، لیکن اگر میقات سے گذرنے سے پہلے مکہ مکرمہ واپس لوٹ آئے گی، تو پھر طوافِ وداع کرنا، اس پر واجب ہوگا۔

(۳) طوافِ وداع کے لئے نیت ضروری نہیں ہے، ہاں مستقل نیت سے طوافِ وداع کرنا افضل ہے، اس لئے اگر واپسی سے پہلے یا حیض و نفاس شروع ہونے سے پہلے کوئی نفل طواف کر لیا ہو، تو وہ بھی طوافِ وداع کے قائم مقام ہو جائے گا (۱)۔

---

(۱) معلم الحجاج (ص: ۱۹۸) فقہی رسائل (۲: ۳۶۳)

روضۂ اقدس کی زیارت

مدینہ منورہ جانا، مسجد نبوی کی نماز اور گنبد خضراء کا دیدار، گو حج کے ارکان، اور فرائض وواجبات میں سے نہیں ہے، لیکن وہاں جا کر درود وسلام پڑھنے کی توفیق ایک مؤمن کی انتہائی خوش نصیبی اور سرمایہ سعادت ہے، وہ سینہ ایمان کی لذت سے محروم ہے، جس میں روضۂ اقدس پر حاضری دینے، اور مسجد نبوی میں چند نمازیں پڑھنے کا شوق نہ ہو، امت کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے، کہ جو شخص بھی بیت اللہ کی زیارت کو جاتا ہے، وہ دربار نبوی میں ضرور حاضر ہوتا ہے، اس کی احادیث میں بڑی فضیلتیں، اور بشارتیں منقول ہیں، چند احادیث درج ذیل ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے حج کیا، اور اس کے بعد میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد، وہ انہی لوگوں کی طرح ہے، جنہوں نے میری زندگی میں، میری زیارت کی (۱) ۔

(۲) اور فرمایا: جس شخص نے حج کیا، اور میری زیارت نہ کی، اس نے مجھ پر ظلم کیا (۲) ۔

۳) اور فرمایا: جو میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر مجھ پر درود پڑھتا ہے، میں خود اس کو سنتا ہوں (۳)۔

حج کے بعد اہم عبادت

حج کے اعمال سے فارغ ہو کر سب سے افضل اور بہت بڑی سعادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت ہے، ہر مسلمان کو یہ سعادت ضرور حاصل کرنی چاہیئے۔

---

(۱) (مشکوۃ ۱:۲۴۱) (۲) اعلاء السنن (۱۰:۵۰۰) (۳) اعلاء السنن (۱۰:۵۰۵)

جن خواتین وحضرات پر حج فرض ہو، ان کے لئے پہلے حج کرنا، اور مدینہ کی زیارت کے لئے بعد میں جانا بہتر ہے، اور جن پر حج فرض نہ ہو، انہیں اختیار ہے، خواہ حج سے پہلے مدینہ منورہ حاضر ہوں، یا حج کے بعد یہ صرف بہتر اور افضل ہے، لیکن اگر اس بات کا یقین ہو، کہ مدینہ منورہ کی زیارت کے بعد حج پر پہنچ جاؤں گا، تو پھر حج سے پہلے بھی مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے جا سکتے ہیں۔

روضۂ اقدس کی زیارت کی نیت سے مدینہ کی طرف سفر کیا جائے، اور خوب ذوق وشوق اور رغبت ومحبت سے یہ سفر کریں، سنتوں کا اہتمام ہو، گناہوں سے خاص طور پر بچا جائے، یہ ذہن میں رہے کہ مدینہ منورہ جانے کے وقت احرام باندھنے کی ضرورت نہیں ہے، جب مدینہ منورہ کی آبادی نظر آنا شروع ہو جائے، تو اپنے دیدار کے شوق میں اضافہ کریں، اور مدینہ منورہ میں درود وسلام پڑھتے ہوئے داخل ہوں۔

مسجد نبوی میں حاضری

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد طہارت حاصل کریں، اور اچھا لباس پہنیں، خوشبو لگائیں، اور نہایت ادب واحترام سے مسجد نبوی کی طرف چلیں، مسجد نبوی کا ''باب جبرئیل'' معلوم ہو، تو پہلی مرتبہ اس دروازے سے داخل ہونا بہتر ہے، یا ''باب السلام'' سے داخل ہوں، ورنہ جس دروازے سے بھی داخل ہو جائیں، شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، درست ہے، مسجد میں مسنون طریقے سے داخل ہو کر سیدھے ''ریاض الجنہ'' میں آ جائیں، اگر آسانی سے وہاں آ سکیں تو، ورنہ مسجد کی کسی بھی جگہ آ جائیں، اور مکروہ وقت نہ ہو، تو وہاں دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھیں۔

پھر ''محراب النبی'' کے پاس آ جائیں، یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر

مبارک تھا، اس جگہ ہو سکے، تو شکرانے کے دو نفل پڑھیں، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، جس نے یہاں حاضری کی توفیق دی ہے۔

روضۂ اقدس پر سلام کا طریقہ

نماز تحیۃ المسجد سے فارغ ہو کر نہایت ادب واحترام کے ساتھ، اور اپنی نالائقی اور روسیاہی کے استحضار کے ساتھ، روضۂ اقدس کی طرف چلیں، قریب پہونچیں گے تو روضہ میں تین دروازے نظر آئیں گے، پہلے دروازے میں دو گول سوراخ، دوسرے میں تین اور تیسرے دروازے میں پھر تین سوراخ ہوں گے، ان تین دروازوں میں اصل دوسرا دروازہ ہے، جو پہلے اور تیسرے دروازے کے درمیان ہے، اس دروازے کے اوپر سورہ حجرات کی یہ آیت " اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ " لکھی ہوئی ہے، پہلے اور تیسرے دروازے کے گول سوراخوں پر کوئی صلاۃ وسلام پیش نہیں کیا جاتا، صرف دوسرے دروازے کے تین سوراخوں میں صلاۃ وسلام پیش کیا جاتا ہے، پہلا سوراخ جس کے آس پاس پیتل کا بڑا خول ہے، اس کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک چہرہ ہے، لہذا جالیوں سے اندازاً چار قدم کے فاصلے پر ادب سے کھڑے ہو جائیں، ہاتھ سیدھے کرلیں، اور نظریں نیچی رکھیں، اور ہر طرح کے خیالات سے یکسو ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دھیان کے ساتھ اتنی آواز سے سلام عرض کریں، جتنی آواز جالیوں کی اندر والی دیوار تک پہنچ جائے، نہ تو بہت اونچی ہو، اور نہ ہی بہت آہستہ، اور یوں کہیں:

" السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته "

اور یوں سمجھیں کہ میرا سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا ہے، اور آپ

چونکہ سلام کا جواب دیتے ہیں، اسلئے میرے سلام کا جواب بھی آپ نے ارشاد فرمادیا ہوگا۔

پھر جس قدر ہو سکے کثرت سے نہایت ادب واحترام کے ساتھ درود وسلام بھیجتے رہیں، جونسا درود چاہیں، آپ پڑھ سکتے ہیں، مگر ہمارے اسلاف نے روضۂ اقدس پر یہ درود وسلام پڑھنے کو لکھا ہے:

"اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ"

"اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ"

"اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ"

پوری توجہ اور لگن سے یہ کلمات پڑھتے رہیں، اور نماز میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے، وہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

*......اس کے بعد دائیں طرف جالیوں میں جو دوسرا سوراخ ہے، اس کے سامنے کھڑے ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس طرح سلام عرض کریں:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یَا اَبَا بَکْرِ الصِّدِیْق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ وَعَنَّا"۔

*......پھر تیسرے سوراخ کے سامنے کھڑے ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس طرح سلام عرض کریں:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْکَ وَعَنَّا"۔

*......اس کے بعد پھر الٹے ہاتھ کی طرف اسی پہلے سوراخ کے سامنے آجائیں، جس کے پاس کھڑے ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کیا جاتا ہے، اوپر لکھے ہوئے درود وسلام یا نماز والا درود شریف خوب ذوق وشوق سے پڑھیں، اور جن لوگوں نے آپ سے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنے کو کہا ہے، ان کا سلام اپنی زبان میں اس طرح پہنچا دیں، مثلاً یوں کہیں: یارسول اللہ! فلاں فلاں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے، آپ ان کا سلام قبول فرمالیں، اور وہ آپ سے شفاعت کے خواہاں ہیں۔

پھر اس جگہ سے ہٹ کر ایسی جگہ چلے جائیں، کہ آپ کا رخ قبلہ کی طرف ہو، اور روضہ کی طرف پشت بھی نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ سے خوب الحاح وزاری کے ساتھ اپنے لئے والدین کے لئے......اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کریں، سلام عرض کرنے کا یہ طریقہ ہے۔

جب تک مدینہ منورہ میں قیام رہے، کثرت سے روضۂ اقدس کے سامنے حاضر ہو کر سلام عرض کیا کریں، خصوصاً پانچوں نمازوں کے بعد اگر کسی وقت سامنے حاضری کا موقع نہ ہو، تو آپ مسجد نبوی میں کسی جگہ سے بھی سلام عرض کر سکتے ہیں، اگرچہ اس کی وہ فضیلت نہیں، جو سامنے حاضر ہو کر سلام عرض کرنے میں ہے۔

خواتین کا سلام

خواتین کو بھی روضۂ اقدس کی زیارت اور سلام عرض کرنا چاہیئے، جو طریقہ سلام عرض کرنے کا اوپر لکھا گیا ہے، خواتین بھی اس کے مطابق سلام عرض کریں، البتہ اگر حکومت کی طرف سے ممانعت نہ ہو، تو خواتین کے لئے رات کے وقت حاضر ہو کر سلام عرض کرنا بہتر ہے، اور جب ہجوم زیادہ ہو تو کچھ فاصلہ ہی سے سلام عرض کر دیا جائے، تو بھی درست ہے، عورتیں سلام پیش کرنے کے لئے مسجد نبوی میں آئیں تو نہایت ادب واحترام اور وقار کے ساتھ آئیں، اس مقصد کے لئے مسجد نبوی میں لڑائی جھگڑے اور شور وغل کرنا ناجائز اور حرام ہے، لیکن عملی طور پر بہت سی خواتین مسجد نبوی کے ادب واحترام کا

بالکل خیال نہیں رکھتیں، یوں شور وغل اور آوازیں نکالی جاتی ہیں، گویا یہ کسی مارکیٹ میں کھڑی ہیں، یہ انتہائی بری بات ہے، لہٰذا حکومت کی طرف سے خواتین کے سلام کا جو بھی وقت مقرر ہو، اس میں مکمل ادب واحترام اور ذوق وشوق سے انہیں جانا چاہئے۔

اگر کسی خاتون کو ماہواری آرہی ہو یا وہ نفاس کی حالت میں ہو، تو گھر پر قیام کرے، سلام کے لئے مسجد نبوی میں نہ آئے، ہاں اگر مسجد کے باہر باب السلام کے پاس یا کسی اور دروازے کے پاس کھڑے ہو کر سلام عرض کرنا چاہے، تو کر سکتی ہے، اور جب پاک ہو جائے، تو روضۂ مبارک پر سلام عرض کرنے چلی جائے، مدینہ منورہ میں بھی خواتین کو گھر ہی میں نماز پڑھنا افضل ہے، کیونکہ انہیں گھر میں نماز ادا کرنے سے مسجد نبوی کی جماعت کا ثواب مل جاتا ہے (۱)۔

لیکن اگر خواتین مسجد نبوی میں سلام عرض کرنے آئیں، اور نماز کا وقت آنے پر مسجد نبوی کی جماعت میں شامل ہو کر نماز ادا کرلیں، تو ان کی نماز درست ہو جائیگی۔

مسجد نبوی میں نماز کا ثواب

جب تک مدینہ منورہ میں قیام رہے، تو مسجد نبوی میں نمازیں پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیئے، مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب ایک روایت کے مطابق ایک ہزار سے زیادہ ہے۔

اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے (۲)۔

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھنے کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(۱) احسن الفتاویٰ (۴: ۵۷۷) (۲) معلم الحجاج (ص: ۳۲۹)

فرمایا: کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرے اور کوئی نماز اس کی فوت نہ ہو، تو اس کے لئے دوزخ سے براءت لکھی جائیگی، اور عذاب ونفاق سے بھی براءت لکھی جائے گی (۱)۔

اس حدیث سے مسجد نبوی میں چالیس نمازیں، ادا کرنے کی بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ ان نمازوں کی برکت سے نمازی کو عذاب دوزخ اور نفاق سے بری فرمادیتے ہیں، اس لئے مسجد نبوی کی نمازوں کا خاص اہتمام کرنا چاہیئے۔

لیکن یہ ذہن میں رہے، کہ مسجد نبوی میں چالیس نمازیں، ادا کرنا، حاجی کے لئے شرعاً کوئی فرض یا واجب نہیں ہے، اور یہ نمازیں ادا کرنا، حج کا کوئی حصہ بھی نہیں ہے، اگر کوئی شخص کسی وجہ سے چالیس نمازیں، مسجد نبوی میں ادا نہ کر سکے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور اسکے حج وعمرہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

خواتین کو یہ فضیلت حاصل کرنے کے لئے، مسجد نبوی میں آنے کی ضرورت نہیں ہے، انہیں مدینہ منورہ میں بھی گھر ہی میں نماز پڑھنی چاہیئے، انہیں چالیس نمازیں پڑھنے کی فضیلت گھر پر نماز پڑھنے میں بھی حاصل ہو جائے گی، اور اگر ماہواری وغیرہ کے عذر کی وجہ سے خواتین چالیس نمازیں گھر میں بھی پوری نہ کرسکیں، تو بھی کوئی حرج نہیں، یہ معذور ہیں، اللہ کی ذات سے قوی امید ہے، کہ وہ اس طرح کی خواتین کو محروم نہیں فرمائیں گے۔

مسجد قبا میں نماز پڑھنے کی فضیلت

یہ وہ مسجد ہے، جو اسلام میں سب سے پہلے بنائی گئی ہے، اور مسجد حرام، مسجد نبوی

---

(۱) مسند احمد (۳:۱۵۵)

اور مسجد اقصیٰ کے بعد، تمام مساجد سے افضل ہے، تعمیر کے وقت سنگ بنیاد کا پتھر پہلے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا، اس کے بعد حضرت صدیق اکبر نے، اور حضرت عمر فاروق نے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رکھا۔

ہفتہ کے دن چار رکعت نماز نفل مسجد قباء میں پڑھنا مستحب ہے (۱)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد قباء میں، نماز کا ثواب عمرے کے برابر ہے (۲)۔

مدینہ منورہ سے واپسی

جب مدینہ منورہ سے واپس ہوں، اور مکروہ وقت بھی نہ ہو، تو مسجد نبوی میں دو رکعت نفل پڑھیں، اور روضۂ اقدس کے سامنے الوداعی درود وسلام عرض کریں، اس دوران اگر رونا آجائے، تو رو پڑیں، اور اس جدائی پر خوب آنسوں بہائیں، اور پھر اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں مانگیں۔

مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ یا جدہ آنا

بعض حجاج حج ادا کرنے سے پہلے مدینہ منورہ جاتے ہیں، اور بعض حج کے بعد، اور واپسی پر بعض سیدھے جدہ جاتے ہیں، اور بعض مکہ مکرمہ اس وجہ سے مدینہ منورہ سے واپسی پر احرام باندھنے کی مختلف صورتیں ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) اگر مدینہ منورہ سے سیدھا جدہ اور پھر وہاں سے وطن جانے کا ارادہ ہو، تو پھر مدینہ منورہ سے واپسی پر کسی احرام کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) جو لوگ حج کے مہینوں میں پہلے مکہ مکرمہ آئے، اور عمرہ ادا کیا، پھر حج سے پہلے مدینہ

---

(۱) زبدۃ المناسک (ص: ۵۰۱)　　(۲) جامع ترمذی (۱: ۷۴)

منورہ آ گئے، اور اب انہیں حج کے لئے واپس مکہ مکرمہ جانا ہے، انہیں چاہیئے، کہ اگر حج کا وقت دور ہے، مثلاً دس پندرہ دن باقی ہیں، تو وہ مدینہ منورہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں، اور عمرہ کر کے احرام کھولدیں، اور اگر حج کا زمانہ بالکل نزدیک ہے، چند ہی دن باقی ہیں، تو انہیں مدینہ منورہ سے حج کا احرام باندھ کر آنا چاہیئے، ہر دو صورت میں ان کا یہ حج تمتع ہوگا۔

(۳) جولوگ حج سے پہلے مثلاً پاکستان سے جدہ اور جدہ سے سیدھے مدینہ منورہ چلے گئے، مکہ مکرمہ بالکل نہیں گئے، اور اب مدینہ منورہ سے حج کے لئے مکہ مکرمہ آ رہے ہیں، تو انہیں مدینہ منورہ سے واپسی پر احرام باندھ کر آنا چاہیئے۔

(۴) جولوگ حج کے بعد، مدینہ منورہ گئے، اور پھر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ واپس آنا چاہتے ہیں، تو انہیں عمرہ کا احرام باندھ کر آنا ضروری ہے، بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آنا جائز نہیں ہے۔

(۵) جو خاتون حیض ونفاس (ناپاکی) کی حالت میں مکہ مکرمہ پہونچے وہ عمرہ نہیں کرسکتی، اور نہ ہی مسجد حرام میں داخل ہوسکتی ہے، وہ پاک ہونے کے بعد عمرہ وغیرہ کرے گی، پاکستان سے جو حاجی جاتے ہیں وہ عموماً دو دن مکہ مکرمہ ٹھہر کر مدینہ منورہ چلے جاتے ہیں، اس قافلے میں وہ خاتون بھی احرام کی حالت میں ہی مدینہ منورہ چلی جاتی ہے، کیوں کہ اس کا احرام اس وقت کھلے گا جب یہ عمرہ کرلے گی، ابھی تک چونکہ اس نے عمرہ نہیں کیا، اس لئے یہ مسلسل احرام میں رہے گی، پھر جب حیض سے پاک ہوجائے، تو صابن اور خوشبو وغیرہ استعمال کئے بغیر غسل فرض کرے، اس کے بعد مسجد نبوی میں جاسکے گی، کیوں کہ حیض کی حالت میں مسجد نبوی میں داخل ہونا اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ واپسی ہوگی تو باقی لوگ ذوالحلیفہ سے عمرہ کا نیا احرام باندھیں گے، لیکن یہ خاتون نیا احرام نہیں باندھے گی، کیوں کہ اس کا پاکستان سے

باندھا ہوا احرام ابھی تک باقی ہے، اسی سے پاکی کے بعد مکہ مکرمہ پہونچ کر عمرہ کرے گی۔

جس خاتون کو مدینہ منورہ پہونچ کر ''ایام'' شروع ہو جائیں، تو ایسی عورت مسجد نبوی میں نہیں جاسکتی، اسے چاہئے کہ جنت البقیع کی طرف سے مسجد کے باہر سے روضہ اقدس کے پاس پہونچ کر صلاۃ وسلام پیش کرے، اور اگر مدینہ منورہ سے واپسی کے وقت بھی وہ ناپاک ہی ہو تو پھر بھی اس پر احرام باندھنا ضروری ہے، وہ اسی طرح احرام باندھے جس طرح ایک حیض والی عورت احرام باندھتی ہے، جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

وطن واپسی کی دعا

جب اپنے شہر یا گاؤں میں داخل ہونے لگیں، تو یہ دعا پڑھیں

''آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ''

(ہم واپس لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اور صرف اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔)

اپنے شہر میں داخل ہو کر سنت یہ ہے، کہ آدمی محلّہ کی مسجد میں دو رکعت نفل ادا کرے، بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو، اور پھر جب گھر میں داخل ہوں، تو یہ دعا پڑھیں:

''تَوْبًا تَوْبًا لِرَبِّنَا أَوْبًا لاَ يُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْبًا''

(ہم اپنے رب سے ایسی توبہ اور بار بار رجوع کرتے ہیں، کہ وہ ہمارا کوئی گناہ نہ چھوڑے)

اور گھر میں دو رکعت نفل ادا کریں، اور دل کی گہرائیوں سے خیر و عافیت سے واپسی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، اور یہ طے کرلیں، کہ بقیہ زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق گذاریں گے، لوگوں کے سامنے اس سفر

کی خوبیاں اور راحتیں ضرور بیان کریں، لیکن اس سفر کی مشکلات اور دشواریاں وغیرہ بیان کرنے سے اجتناب کرنا بہتر ہے (۱)۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد وعلیٰ آلہ واصحابه اجمعین .

محمد طارق

مدیر جامعہ مریم للبنات اسلام آباد

استاذ ومفتی

جامعہ فریدیہ E/7 اسلام آباد

۷ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ جون ۲۰۰۳ء

---

(۱) فقہی رسائل (۲:۳۴) زبدۃ المناسک (ص:۴۷۰)

کتابیات

	کتابوں کے نام	مؤلف کا نام	کتب خانے کا نام
۱	قرآن مجید		
۲	تفسیر قرطبی	علامہ قرطبی	بیروت
۳	تفسیر روح المعانی	علامہ محمود آلوسی	مکتبہ امدادیہ ملتان
۴	تفسیر ابن کثیر	حافظ ابن کثیر دمشقی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۵	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحبؒ	ادارۃ المعارف کراچی
۶	صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل البخاری	قدیمی کتب خانہ کراچی
۷	صحیح مسلم	امام مسلم	قدیمی کتب خانہ کراچی
۸	جامع ترمذی	امام ترمذی	ایچ ایم سعید کراچی
۹	سنن ابوداؤد	امام ابوداود	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۰	سنن نسائی	امام نسائی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۱	سنن ابن ماجہ	ابن ماجہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۲	مشکاۃ المصابیح	ابومحمد حسین بن مسعود بغوی	مجلس اشاعت المعارف ملتان
۱۳	مرقاۃ المفاتیح	ملا علی قاریؒ	مکتبہ حقانیہ پشاور
۱۴	معارف السنن	محمد یوسف البنوری	مکتبہ بنوریہ کراچی
۱۵	مؤطا امام مالک	حضرت امام مالکؒ	قدیمی کتب خانہ کراچی

	کتابوں کے نام	مؤلف کا نام	کتب خانے کا نام
۱۶	مسند احمد بن حنبل	امام احمدؒ	دار النشر بیروت
۱۷	مصنف ابن ابی شیبہ	محمد بن ابی شیبہ الکوفی	طیب اکادمی ملتان
۱۸	مستدرک حاکم	امام حاکم	بیروت
۱۹	کنز العمال	علاء الدین متقی الہندی	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
۲۰	اعلاء السنن	ظفر احمد العثمانی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۱	حلیۃ الاولیاء	ابی نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
۲۲	عمل الیوم واللیلۃ	امام احمد بن شعیب نسائی	مکتبہ حسینیہ گوجرانوالہ
۲۳	شرح معانی الآثار	امام طحاویؒ	ایچ ایم سعید کراچی
۲۴	سنن بیہقی	امام بیہقی	بیروت
۲۵	کتاب الاذکار	امام نووی	بیروت
۲۶	درس ترمذی	مولانا محمد تقی عثمانی	مکتبہ دار العلوم کراچی
۲۷	حصن حصین	امام محمد بن محمد الجزریؒ	مکتبہ مدنیہ لاہور
۲۸	رحمت کے خزانے	مفتی محمد امداد اللہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۹	معارف الحدیث	مولانا منظور احمد نعمانی	دار الاشاعت کراچی
۳۰	تعلیم العقائد	مولانا طاہر محمود صاحب	مکتبہ عارفی کراچی
۳۱	آپکے مسائل اور ان کا حل	مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	مکتبہ لدھیانوی کراچی
۳۲	رد المحتار	امام ابن عابدین شامی	ایچ ایم سعید کراچی
۳۳	الفقہ الاسلامی وادلتہ	دکتور وھبۃ الزحیلی	دار الفکر بیروت
۳۴	قواعد الفقہ	محمد عمیم الاحسان	صدف پبلشرز ناظم آباد کراچی

	کتابوں کے نام	مؤلف کا نام	کتب خانے کا نام
۳۵	فتاویٰ ہندیہ	شیخ نظام و جماعۃ من العلماء	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۳۶	الجوہرۃ النیرہ	ابوبکر بن علی الیمنی	مکتبہ حقانیہ ملتان
۳۷	مراقی الفلاح	حسن بن عمار بن علی	میر محمد کتب خانہ کراچی
۳۸	بدائع الصنائع	علاء الدین کاسانیؒ	دارالاحیاء التراث العربی
۳۹	البحر الرائق	علامہ ابن نجیم	ایچ ایم سعید کراچی
۴۰	امداد الاحکام	ظفر احمد عثمانی	مکتبہ دارالعلوم کراچی
۴۱	احسن الفتاویٰ	مفتی رشید احمد صاحب	ایچ ایم سعید کراچی
۴۲	امداد الفتاویٰ	مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	مکتبہ دارالعلوم کراچی
۴۳	نماز کی کتاب	اکرام الحق	مکتبہ اسلامیہ راولپنڈی
۴۴	آلات جدیدہ	مفتی محمد شفیع صاحب	ادارۃ المعارف کراچی
۴۵	فتاویٰ قاضیخان	قاضیخان	حافظ کتب خانہ کوئٹہ
۴۶	ہدایہ	علامہ مرغینانی	مکتبہ شرکت علمیہ ملتان
۴۷	جدید فقہی مسائل	خالد سیف اللہ	پروگریسیو بکس لاہور
۴۸	طحطاوی	احمد الطحطاوی	میر محمد کتب خانہ کراچی
۴۹	فتاویٰ تاتارخانیہ	علامہ اندلسی	ادارۃ القرآن کراچی
۵۰	اللباب فی شرح الکتاب	شیخ عبدالغنی المیدانی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۵۱	اصلاحی بیانات و رسائل	مفتی عبدالرؤف	میمن اسلامک پبلشرز کراچی
۵۲	نماز مسنون	صوفی عبدالحمید سواتی	مکتبہ دروس القرآن گوجرانوالہ
۵۳	خیر الفتاویٰ	مولانا خیر محمد صاحب	مکتبہ الخیر ملتان

	کتابوں کے نام	مؤلف کا نام	کتب خانے کا نام
۵۴	جواہر الفتاویٰ	مفتی عبدالسلام صاحب	اسلامی کتب خانہ کراچی
۵۵	امداد المفتین	مفتی محمد شفیع صاحب	دارالاشاعت کراچی
۵۶	اسلامی فقہ	مجیب اللہ ندوی	پروگریسیو بکس لاہور
۵۷	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمٰن صاحب	مکتبہ حقانیہ ملتان
۵۸	علماء ہند کے مجموعہ رسائل	عبدالقیوم قاسمی	درخواستی کتب خانہ کراچی
۵۹	خلاصۃ الفتاویٰ	طاہر بن عبدالرشید	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ
۶۰	عمدۃ الفقہ	سید زوار حسین شاہ	ادارہ مجددیہ کراچی
۶۱	فتاویٰ رحیمیہ	مفتی سید عبدالرحیم راجپوری	دارالاشاعت کراچی
۶۲	احکام مسافر	مفتی انعام الحق	زمزم پبلشرز کراچی
۶۳	فقہی رسائل	مولانا عبدالرؤف سکھروی	میمن اسلامک پبلشرز کراچی
۶۴	احکام میت	ڈاکٹر عبدالحی صاحب	ادارۃ المعارف کراچی
۶۵	فتاویٰ سراجیہ	علامہ سراج الدین	حافظ کتب خانہ کوئٹہ
۶۶	تصویر کے شرعی احکام	مفتی محمد شفیع صاحب	ادارۃ المعارف کراچی
۶۷	کبیری	شیخ ابراہیم حلبی	سہیل اکیڈمی لاہور
۶۸	اسلام اور جدید معیشت	مولانا محمد تقی عثمانی	ادارۃ المعارف کراچی
۶۹	فقہی مقالات	مولانا محمد تقی عثمانی	میمن اسلامک پبلشرز کراچی
۷۰	سراجی	سراج الدین محمد بن عبدالرشید	قدیمی کتب خانہ کراچی
۷۱	جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع صاحب	مکتبہ دارالعلوم کراچی
۷۲	معلم الحجاج	مفتی سعید احمد صاحب	مکتبہ تھانوی کراچی

	کتابوں کے نام	مؤلف کا نام	کتب خانے کا نام
۷۳	زبدۃ المناسک	رشید احمد گنگوہی	ایچ ایم سعید کراچی
۷۴	مناسک ملا علی قاری	ملا علی قاری	ادارۃ القرآن کراچی
۷۵	المغنی	ابن قدامۃ	المکتبۃ التجاریہ بیروت
۷۶	المجموع شرح المہذب	امام نووی	بیروت